اللہ اکبر

ان اللہ لا یغیروا ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ———— فی پرچہ چار آنہ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولانا محمد عبداللہ صاحب سنہاس پرنٹر قریشی محمد علی رونق پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی، کا سبق دینے اور رسوماتِ قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ "القریش" کی آواز بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

(۱) **قلمی اعانت** (اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل سے جو مجوزہ مقاصد کے موافق ہوں)

(۲) **ترقی اشاعت** (حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار دیکر) سے

(۳) **القریش** کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر، کہ یہی بہترین نسخہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز مضمر ہے،

نیازمند

مینیجر

القریش امرتسر

جلد (۱۲) نمبر ۲ و ۳ | فہرست مضامین فروری مارچ ۱۹۲۶ء | قیمت سالانہ تین روپے، فی پرچہ چار آنہ

شذرات

شکوہ و شکائت کا یہ رویّہ جو ابکے "**تذکرۂ برادری**" ہمنے روا رکھا ہے۔ اس سے نہ تو کسی کی مذمت منظور ہے اور نہ دل آزاری، ۱۲ سال ہوئے یہی کچھ ہو رہا ہے مگر کبھی شکائت کا یہ رویّہ اختیار نہیں کیا۔ ابکے اس کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ ناظرین القریش اور دردمندانِ قوم کو اپنی قوم کی حالتِ عمومی پر "تبصرہ" کا موقع ملے اور وہ اس کے مستقبل پر تدبر و تفکر کرتے ہوئے کوئی ایسا نسخۂ کیمیا ملاش کرنیکی فکر کریں جو قوم کو مرض الموت سے بچا سکے،

بعض سمجھتے ہیں کہ القریش خوب چل رہا انجمن کا ذکر خیر کبھی آجاتا ہے، تذکرۂ برادری کے کالم خوش آئند مستقبل پیش کرتے رہتے ہیں، لہٰذا قوم عروج و اقبال کیجانب رواں دواں بڑھی جا رہی ہے، چونکہ یہ ایک غلط فہمی ہے ایک سراب ہے، اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ایکی اختصاراً چند واقعات قلمبند کرکے احباب کے سامنے برادری کے احساس کا صحیح صحیح مرقع پیش کر دیا جائے، شائد اس سے ہی کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو، کوئی خدا کا بندہ اٹھ کھڑا ہو، کوئی طبیعت غیرت قومی سے بھڑک اٹھے

یہ خیالات واقعیت واصلیت سے بدل جائیں۔ اب دیکھیں اثر کیا ہوتا ہے اور کس کس کو؟

جنوری کی واپسیوں کا تلخ تجربہ اگرچہ اجازت نہیں دیتا کہ وی پی کئے جائیں مگر کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے ہم مجبور ہیں کوشش کریں گے کہ آئندہ وی پی سسٹم بند کر دیا جائے اگر احباب ہماری مدد کریں، یعنے خاتمہ چندہ کی اطلاع پاتے ہی زرِ چندہ منی آرڈر کر دیا کریں۔ کسی کو معاونت کیلئے آمادہ کریں تو نقد لیکر بھجوا دیں، تو ہمیں سہولیت اور فائدہ کے علاوہ ہر خریدار ۲؍ خالص بچا سکتا ہے،

جن برادران کا زرِ چندہ اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے انہیں بذریعہ خاص رقعہ اطلاع دیجاتی ہے اگر کوئی صاحب آئندہ سلسلہ خریداری جاری نہ رکھنا چاہیں۔ تو ہمیں اطلاع دیدیں۔ تاکہ دیلیو جاری ہی نہو،

"**القریش** کا دورِ جدید" میں صاحب مضمون نے ناظرین سے بڑی سفارش اور زور کے ساتھ ایک مطالبہ کیا ہے، قارئین کرام بغور مطالعہ کریں اور توجہ دیں، "تذکرہ برادری" کا نقطہ پڑھیے، اور غور کرتے جائیے پھر جس نتیجہ پر پہنچیں اس سے ہمیں ضرور اطلاع دیں،

"نصاب و طریقۂ تعلیم نسواں" اور "مراسلت"

اعتذار

فروری کا رسالہ شائع نہ ہوسکا۔ اب مارچ کا کئی روز کی تاخیر سے پوسٹ ہوتا ہے۔ اس "التوا و تاخیر" کا چارہ کار ہمارے امکان او رحیطۂ اقتدار میں نہ تھا۔ اور ہم مجبور تھے۔

کون چاہتا ہے کہ کاروبار میں نقص واقع ہو، شکوہ شکایتوں کے طومار بندھ جائیں اور بداعتمادی کی مقراض سلکِ امید کو قطع کردے، مگر انسان مجبور ہے، اس کی تمام کوششیں بیکار ہو جاتی ہیں اور وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔

جنوری کا رسالہ پوسٹ ہونے کے چوتھے روز بعد ۲۰ جنوری کی رات کو دفعتہً میری آنکھوں سے پانی جاری ہوگیا اور شدت کی درد محسوس ہونے لگی، حتیٰ کہ صبح تک آماس و ورم سے آنکھیں کھلنے سے عاجز ہوگئیں، ۱۸ روز تک تو برابر اِدھر اُدھر کے حکماء و ڈاکٹروں کا علاج کرتا رہا۔ مگر جب بقول ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، کچھ افاقہ نہ ہوا۔ تو بالعذر و مجبوراً ۶ فروری کو سول ہسپتال میں داخل ہوا۔ جہاں ۲۷ فروری تک متواتر زیرِ علاج رہا ۲۸ کو دوائی کا استعمال ترک کر دیا گیا، مختصر یہ کہ ۵ مارچ کو پہلے روز میں دفتر میں بیٹھا۔ طویل اور سخت مرض کی تکان و کوفت سے آنکھیں کام کے قابل نہ تھیں، تاہم امدادی کچھ شروع کر دیا گیا اور جو کچھ ہوسکا جمع کر کے پیش کیا جاتا ہے، مضامین کے حسن و قبح دیکھنے سے میں قاصر رہا ہوں لہٰذا احباب نقص و سقم سے درگذر فرمائیں،

افسوس ہے کہ میری دائم المریضی ہمیشہ احباب کی آشفتگی کا باعث ہوتی ہے۔ امید ہے کہ برادرانِ قریشی اس فروگذاشت کے لئے ہمیں معذور سمجھیں گے،

افسوس ہے کہ اندریں حالات ہم رمضان شریف سے متعلق بھی کوئی مضمون نذرِ ناظرین نہ کر سکے۔

احقر رونق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلقِ نبوی

(از جناب مولانا مولوی سید اظہار الحق صاحب سہیل عباسی امروہی منشی فاضل)

اک مرتبہ اک آدمی حضرت کے گھر گیا ۔۔۔ حضرت نے اس کو روک لیا وہ ٹھہر گیا

کھانا وہ چار پانچ کا تنہا نگل گیا ۔۔۔ جس کے سبب سے پیٹ بھی اسکا اپھر گیا

دستوں پہ دست آئے ہوا رات کو یہ حال ۔۔۔ حجرہ بھی بستر بھی پلیدی سے بھر گیا

آنکھوں میں حلقے پڑگئے سست ہوگیا بدن ۔۔۔ گویا کہ اپنی موت سے پہلے وہ مر گیا

یہ سوچکر کہ کوئی صحابی نہ کچھ کہیں ۔۔۔ باہر کو بھاگتا ہوا قبل از سحر گیا

کافر تھا اس لئے اسے اتنا ہوا ہراس ۔۔۔ تلوار بھول کر اسی حجرہ میں دھر گیا

تلوار یاد آئی تو، لوٹا وہ صبح کو، ۔۔۔ جب سامنے حضورؐ کے آیا تو ڈر گیا

دیکھا کہ خود حضورؐ نے دھوئی ہے گندگی ۔۔۔ اس طرح گندگی کا وہ سارا اثر گیا

پیش اس کے ساتھ آئے رسولِ خدا بخلق ۔۔۔ تلوار مل گئی تو وہ خوف و خطر گیا

ڈالی حضور نے جو محبت بھری نگاہ ۔۔۔ اک تیر تھا کہ آنکھ سے دل میں اتر گیا

صورت رسولِ پاکؐ کی بھانے لگی اسے ۔۔۔ بگڑا ہوا جو حال تھا اس کا سنور گیا

پڑھ کر خلوص دل سے وہ کلمہ حضور کا ۔۔۔ ایمان لاکے پھر وہ بہ قصدِ سفر گیا

جو بن گیا نمونۂ خلقِ نبی سہیل

دنیا میں آکے بس وہی کچھ کام کر گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

قیمت سالانہ تین روپے	فروری مارچ سنہ ۱۹۲۶ء	جلد ۱۲
فی پرچہ ۴		نمبر ۲-۳

القریش کا دورِ جدید

(ازجناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی ریاست قلات)

یہ قومی میگزین اپنی گیارہ سالہ عمر قریشیان ہند کو عظمتِ رفتہ کے واپس لانے کی تجاویز تبلانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے متعلق ترغیب و تحریص بہم پہنچانے کی سعیٔ بلیغ میں صرف کر چکا ہے اور اس قوم کا واحد ترجمان حقیقت ہے جس کی مجموعی تعداد ہندوستان میں اٹھارہ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے،

(۲)

چونکہ قوم کا طغرائی امتیاز فقط اپنے "فضائل قومی" ہی کے اظہار و شمار تک محدود ہے۔ اسلئے اسی مناسبت سے اس عرصہ میں اسکی ترقی معکوس کی یہ رفتار واقعہ ہو چکی ہے، کہ ہفتہ واری ماہوار تک نوبت پہنچ گئی، اور چشم بد دور، اگر قوم کے لیل و نہار آئندہ بھی اسی طرح ترقی پذیر رہے تو

تعجب نہ ہوگا جبکہ اسی ماہوارے سالوار ہو جانیکا افتخار نصیب ہو ۔

(۳)

قوم کی ہمچنیں ہمت و مردانگی اور اولوالعزمی کیوجہ سے اسی اندازہ پر اس کی مالی حالت "درجۂ معدوم"[۱] سے آگے بڑھنی نہیں پائی اور اسی لئے اس کے سالانہ محاصل و مخارج کے بقایا کی میزان کا صفحہ بھی ہمیشہ ہی سفید رہا اور سیاہی کے داغ کا محتاج نہیں ہوا جس کا یہ نتیجہ رہا کہ حساب فہمی کے تکلف کا شرمندۂ احساں نہ ہونا پڑا۔

(۴)

یہ امر واقعہ ہے کہ قوم کی مالی، تمدنی اور معاشرتی حیثیت من حیث القوم موجودہ زمانہ میں اس درجہ تک گر چکی ہے کہ ہماری ہی کوتاہیوں اور ناقابلیتوں کیوجہ سے غیروں کے نزدیک کفرستان ہند میں "سید اور گدا" باہم مترادف المعنی بنے جاتے ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ ہمارا نکبت ... اب اس انتہائی حد تک پہنچ چکا ہے کہ زندہ قوموں کی فہرست سے خارج سمجھتے ہوئے "قریش" کو ایشیائی گداگر قوم" کے نام موسوم کیا جاتا ہے ۔

اے وائے بحال تو چہ ناکامئے تو
در محفلِ اقوام چہ بدنامئے تو

مگر بایں ہمہ قوم کے نبض شناس علامہ حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی قوم کو اس کے شانِ تفوق کے معیارِ ماضی پر پہنچانے کیلئے ہر شرنہی کے متعلق لقب سید کے استعمال کی تاکید فرماتے ہیں ؎

سن تو ہی جہاں میں ہے ترا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا

(۵)

"آہ! وہ قوم جس کے گہوارے میں اسلام پلا اور جوان ہوا۔ آج مبتلائے مصیبت ہے، وہ قوم جس نے ایک زمانہ میں اقوام عالم کے شیرازے کو اکٹھا کیا تھا۔ آج اس کا اپنا شیرازہ بے طرح بکھر پڑا ہے، وہ قوم جس کے عظمت و اقبال کی یاد میں ابتک دجلہ گڑگڑاتا اور رود نیل سر ٹپک رہا ہے، خاکدانِ ہند میں گرفتار افلاس و آلام ہے ؎

قریشی قوم کے بیٹے ابھی پیدا بھی ہے تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا تو ہی اک ٹوٹا ہوا تارا"

[۱] ایک ریاست میں یہ اصطلاح ہے کہ جبکہ خزانہ خالی ہو، اس ان بقایا میں لفظ "ندارد" کی بجائے "معدوم" لکھا جائے۔ - نظیر

(۶)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ فدائی قوم" مولانا سید محمد علی صاحب صدیقی ہمیشہ سے القریش سے متعلق جس قابلیت وانہماک۔ اور جانکاہی وعرق ریزی سے فرائض ادارت کو نباہتے چلے آئے ہیں، اس کے متعلق کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھلانا نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ اس درماندہ و پسماندہ قوم کو از سر نو عروج اور اوجِ اقبال پر دیکھنے کے دل سے متمنی ہیں اور اپنی اس دُھن میں ایسے پکے ہیں کہ باوجود بہت سے تلخ تجربے برداشت کرنے اور پیچیدہ منازل سے گذرنے کے پھر بھی اپنے اصول سے ایک انچ بھر بھی پیچھے نہیں ہٹتے اور مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ مرض جنون کی حد سے متجاوز ہو چکا ہے، اس لئے قوم کے "جمود و سکوت" اور آپکی اس "وارفتگی" کا موازنہ کرتے ہوئے بیساختہ کہنا پڑتا ہے، ؎

خواجہ در بندِ نقشِ ایوان است
خانہ از پائے بست ویران است

(۶)

ان متذکرہ بالا واقعاتِ نفس الامری کی موجودگی میں القریش کے دیدہ زیب ہونیکے علاوہ اس کی صوری و معنوی خوبیوں اور اس کے اعلیٰ وشستہ مضامین کی بلند پائیگی کے متعلق اب کس منہ سے کچھ کہا جائے، کیونکہ القریش نے تو پہلو بدلا۔ مگر کیا قوم کی حالت بھی بدلی؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب اگر اب تک یہی ہو سکتا ہو کہ

ما ہمانیم وہماں بود وہماں خواہیم ماند

تو پھر القریش کے متعلق صرف لفظی تعریف وتوصیف کیا مذمت کے ہم معنی نہیں؟

(۷)

جون ۳۵ء میں "القریش کی قسمت کا فیصلہ" کے عنوان سے جو اپیل کیا گیا تھا۔ بنظر ضروریاتِ موجودہ میں اس کی تجدید کرتا ہوا میعاد میں ۳۱ دسمبر ۳۶ء تک مزید توسیع تجویز کرتا ہوں،

"صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے"

کیونکہ اگر قوم ایک سال کے لمبے عرصے میں اپنے "مشیر قافلہ" (القریش) کے لئے ایک ہزار علی ہمنوا پیدا نہیں کر سکتی تو پھر اسے القریش کے حسن وقبح پر کسی رائے زنی کا کیا استحقاق پہنچ سکتا ہے؟ ؎

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل — جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے؟

وحدتِ اسلامیہ

(نوشتہ علامہ مفتی محمد عبدہ مصری)

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں تنازع اور جھگڑے مت پیدا کرو، ورنہ تم پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی)

ابھی اس صبح کی شام بھی نہیں ہوئی جس صبح کو ہمنے دیکھا تھا۔ کہ آفتاب اسلام کی شعاعیں مراکش سے ٹاکیں تک حکومت کر رہی تھیں، اسلامی حکومت کا جبال فاران سے سرندیپ تک بچھا ہوا تھا۔ کرۂ ارضی کا بیشتر حصہ صرف پرستارانِ توحید کی ملکیت اور ایک خدا کے پوجنے والوں کا مرکز مستقر تھا۔ اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی شان و شوکت، اسلامی سطوت و جبروت کے سامنے ساری دنیا کا تمدن خیرہ، ساری دنیا کی قوتیں ہیچ، تمام عالم کی شہنشاہیاں سرنگوں تھیں، دنیا کا گوشہ گوشہ مسلمانوں کی صنعت و حرفت مسلمانوں کے علم و ادب سے جگمگا رہا تھا۔ مشرق ابن سینا۔ فارابی و رازی کی دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں کے آفتاب سے منور تھا۔ مغرب ابن ماجہ ابن الطفیل، ابن رشد کی علمی کارگذاریوں کی داد دے رہا تھا۔ حکمت، طب، ہیئت، ہندسہ علوم عقلیہ کا کوئی ایسا شعبہ نہ تھا۔ جو مسلمانوں کے طلب جستجو عشق و شغف کی جولانگاہ نہ رہا ہو، اور یہ سب کچھ ان مساعی کے مقابل میں ہیچ تھا۔ جو مسلمانوں کے دست و بازو علوم شرعیہ کی خدمت کے لئے انجام دے رہے تھے، خلیفہ عباسی کی ایک صدا چین کے اورنگ حکومت یا یورپ کے ایوانہائے سلطنت کو متزلزل کر دیتی تھی، قرونِ متوسط میں اسلامی سرزمین اپنے آغوش میں محمود غزنوی ملک شاہ سلجوقی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی تیمور لنگ، سلطان محمد فاتح۔ سلطان سلیمان عثمانی جیسی زبردست پر رعب و پر جلال شخصیتیں رکھتی تھی جس کا نام ایک عالم کو ہیجان و اضطراب میں ڈال دیتا تھا بحر ابیض۔ بحر احمر، بحر ہند میں اسلامی بیڑوں کی حکومت تھی اور ساری دنیا میں ایک طاقت بھی نہ تھی جو آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتی۔ لیکن، ؎

یہ نعمت جب کہ تھی باقی تھا جب عہد شباب اپنا

مسلمانوں کی گمشدہ دولت

اگرچہ اب بھی مسلمانوں میں اسلام کا نشہ باقی ہے، اب بھی وہ اپنے دین مذہب کا درد، دین کی محبت، اسلام کا عشق رکھتے ہیں، دنیا کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں، حق و صداقت کو حق و صداقت اور کذب و باطل کو ایک فریب سمجھتے ہیں۔ ابتک ان کے ذہن و دماغ میں یہ عقیدہ راسخ ہے، کہ شرف و فضیلت، عظمت و بزرگی صرف مسلمانوں کیلئے مخصوص ہے، انکا غیور دل اب بھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ کوئی اسلامی جماعت حضیض ذلت و نکبت میں گر جائے، مذہب اسلام کے احکام مسلمانوں کے حافظہ سے فراموش نہیں ہوئے، مسلمان جانتے ہیں کہ اجنبی حکومت کے اقتدار و تسلط کی مدافعت اسلام کا رکن اعظم ہے، مسلمانوں کو پروردگار عالم کا وعدہ یاد ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ، ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے، مسلمانوں کے صحیفۂ قلب سے کلکِ قدرت کی یہ تحریر مٹی نہیں ہے کہ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ اللہ اپنے نورِ اسلام کو تمام افق عالم پر پھیلانے والا ہے، خواہ وہ دشمنانِ اسلام کو کتنا ہی برا کیوں نہ معلوم ہو، مسلمانوں کو خود یاد ہے کہ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ خدا نے مسلمانوں کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے، لیکن جو چیز اصل الاصول اور بنیاد کار ہے، آج مسلمانوں نے اسی کو از یاد رفتہ کر دیا ہے، یعنی اتحاد و ائتلاف، واخوت عامہ مسلمین، وحدت اسلامیہ یا پان اسلام ازم

آج مسلمانوں کا ہر گروہ ہر جماعت ہر طبقہ اپنی ایک الگ حکومت و بادشاہت کا طالب، ہر فرد اپنے سر پر تاج رکھنے کا آرزومند، اپنے ارادوں کا خود مختار مالک، ہر ایک اپنے اندر یہ ناجائز خواہش رکھتا ہے کہ کسی اسلامی جماعت کو دبا کر اپنی غلامی میں لے آئے، جنسیت دینیہ بالکل فنا ہوگئی ہے، باہمی جنگ و پیکار، عداوت و دشمنی اب مسلمانوں کا امتیازی شعار ہے، تفرق، و انشقاق نے اسلامی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے، امرا اسلام میدان جنگ میں جاتے ہیں، لیکن ایک ہم مذہب بھی انکی رفاقت کا دم نہیں بھرتا۔ اب انکا سرمایہ ناز صرف سلطان یا امیر کا خطاب ہے، اس کی حفاظت کیلئے وہ نہایت آسانی سے ایک اجنبی طاقت کے ساتھ موالات کر کے اپنی ایک اسلامی طاقت کو شکست دے سکتے ہیں،

مسلمانوں کو کس چیز نے غارت کیا

اگر تم سوال کرو، کہ اندلس کے مسلمان کیوں غارت ہوئے، ہندوستان سے تیموری حکومت کا نام و نشان کیوں مٹ گیا۔ خلافت راشدہ کو کس طاقت نے شکست دی؟ اموی خاندان کس قوت

سے ٹکرکھا کر ریزہ ریزہ ہوگیا؟ عباسی شان وشکوہ کیوں نیست ونابود ہوئی؟ اور آج ترکوں پر یہ ہولناک مصائب کیوں نازل ہو رہے ہیں؟ تو ہم اس کے سوا اور کیا جواب دے سکتے ہیں، کہ مسلمانوں کے تفرق، و تشتت کے باعث وحدت اور پین اسلام ازم کے مٹ جانیکے باعث باہمی جنگ وپیکار بغض وفساد کے باعث طوائف الملوکی اور امارت وسیادت کی بیجا خواہشوں کے باعث مسلمانوں نے خود مسلمانوں کو شکست دی اور ان کو تباہ وبرباد کردیا، مسلمانوں کی طاقت خدا کی طاقت ہے، خدا کی طاقت صرف خدا ہی کی طاقت سے شکست کھا سکتی ہے، ہر ایک نے امیر ورئیس کے خطاب کو دین ودنیا کی سعادت سمجھی اور اس کے حصول کیلئے ہر امکانی کوشش انجام دی، نظام اسلامی کو پراگندہ کیا، وحدت اسلامیہ کو مٹایا الغرض جن لوگوں کا یہ فرض تہا۔ کہ وہ ساری اسلامی دنیا کو متحد کرکے کفر وباطل کے سارے حجاب ہائے حائلہ کو چاک کرکے کامیابی وفائز المرامی کا سہرا اپنے گلے میں ڈالتے، انہوں نے وحدت اسلامیہ اور جنسیت دینیہ کی عمارت ڈھاکر اپنے دائمی حسرت وبدبختی، شقاوت ونحوست کی مطاع خریدی، فیا للاسف ویا للعجب،

مسلمانوں کا یہ فرض تہا۔ کہ وہ اسلامی حکومتوں کی تعزیز وتثبیت کیلئے اپنے دل کے ٹکڑے، اپنے خون کے قطرے پیش کرتے، لیکن انہوں نے اس کے بالکل برعکس اپنے خلفاء وسلاطین کے مقابل میں خروج کیا اور جہاں تک ہوسکا اس کی قوت کو شکست دی،

مسلمانوں کی اصلاح کیلئے کیا چیز درکار ہے

مسلمانوں کی اصلاح زیادہ دشوار نہیں ہے، حریص وتباہ کن نام نہاد امراء اور مدعیان سلطنت کے گھن نے اگرچہ شجر اسلام کی جڑ کھوکھلی کردی ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر مسلمانوں کو اپنی تباہی کا احساس ہوجائے، تفرق آراء، تقارب اہوا کی گھٹاؤں سے مطلع اسلام صاف ہوجائے، تو ہم آج اسلام کو اصلی صورت میں جلوہ گر دیکھ سکتے ہیں، خدا را مدعیان سلطنت وامارت اگر اب بھی اپنی تباہ کن چالوں کو ختم کردیں، تو مشرق ومغرب، شمال وجنوب کی واحد صدا ایک آواز، ایک پکار تمام عالم میں ہلچل ڈالدے، جس روز مشرق ومغرب، شمال وجنوب کی پھیلی ہوئی جماعتیں ایک مقصد کے لئے آمادہ ہوجائیں، تو ناممکن ہے کہ وہ اپنے مقصد میں ناکامیاب ہیں، مسلمانوں کو اپنی درستی واصلاح کے لئے صرف تنبیہ افکار، اتفاق آراء اور ارتباط قلوب کی ضرورت ہے، جس روز نسیم سعادت کے یہ جھونکے چمن اسلام میں پہنچے، اسی روز دنیا دیکھ لیگی۔ کہ اسلام کی اصلی صورت کیا ہے،

ایک مثال

گذشتہ روس کی تاریخ مطالعہ کرو، یورپ کی تمام قومیں صنعت و حرفت میں اس پر فوقیت رکھتی تھیں، مال و دولت کی وہ فراوانی وہ کثرت جو یورپ کی دیگر قوموں کو حاصل تھی، روس اس سے بالکل محروم رہا۔ لیکن باشندگان روس میں تنبیہہ افکار، ارتباط قلوب، اتفاق آراء نے وہ زبردست قوت و سامان کے لحاظ سے روس ہمیشہ غریب رہا۔ لیکن تمام یورپ کی قومیں اس سٹیم رولر سے ہمیشہ ڈرتی رہیں،

ایک مصیبت عظمیٰ

مسلمانوں کو روس کے اتباع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اپنے مذہب کی، خود مسلمانوں کے مذہب نے یہی تعلیم دی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان اپنے مذہب کے اس حکم کی اتباع کر سکتے ہیں، جبکہ عیش پرست، تنعم پرور مدعیان سلطنت کی بیڑیاں ان کے ہاتھوں اور پیروں میں پڑی ہیں، عیش و تنعم کے مجسمہ، فخر و غرور کے پتلے، نخوت و تکبر کے پیکر جن کی کوششیں اور مساعی تمام تر خدم و حشم، شہرت پرستی و جاہ پروری، اطعمہ و اشربہ کی نذر ہیں، جن کے مقاصد انتہا بزم رقص و محفل سرود کی دلفریبیاں ہیں۔ جن کے گھر کا انتظام و انصرام، اغیار و اجانب کے قبضہ و تصرف میں ہے، یہ ہستیاں اس کے سوا اور کیا کر سکتی ہیں کہ مسلمانوں کی غلامی کی بیڑیاں وزنی اور بوجھل بنا دیں؟

مسلمانوں سے خطاب

مسلمانو! تم مقدس اور پاک اسلاف کے خلف ہو، تم بہادر شہنشاہوں کی نسل ہو، کیا اب یہ یقین کر لیا جائے کہ زمانہ کی گردش نے تم کو پیس ڈالا، کیا اب یاس و نا امیدی کی نحس ساعت آگئی؟ کیا اب دنیا تمہاری طرف سے امید نگاہیں پھیر لے؟ اور نہ سے پشاور تک اسلامی حکومتوں کا جال بچھا ہوا ہے، کیا مسلمانوں کی اتنی بڑی عظیم الشان جماعت جو شجاعت و بسالت میں شہرۂ آفاق ہے، اپنے دشمنوں کے مقابل میں اسی طرح متحد و متفق نہیں ہو سکتی، جس طرح تمام قوموں نے اس کے خلاف اتحاد کر لیا ہے، یہ اتفاق و اتحاد کوئی بدعت نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کا ایک اصول ہے، مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کی ضرورتوں اور مصیبتوں کا احساس نہیں ہوتا، کیا پروردگار کا ارشاد (انما المومنون اخوۃ) دنیا کے تمام مسلمانوں کے حافظہ سے محو ہو گیا ہے،

میرا مقصد

میں یہ نہیں کہتا کہ تمام دنیائے اسلام کا صرف ایک بادشاہ یا ایک ہی امیر ہو، کیونکہ یہ مشکل اور دشوار ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا۔ کہ تمام دنیائے اسلام کا سلطان قرآن مجید اور ساری آرزوؤں کا محور دین و

مذہب ہو، ہر امیر یا سلطان اپنی دوسری اسلامی حکومتوں کی حفاظت وصیانت کیلئے اپنی ساری طاقت
قربان کر دے، اس کی زندگی اپنی زندگی، اس کی بقا اپنی بقا سمجھے یہ زمانہ اتحاد وارتباط کا زمانہ ہے
وقت فرصت کا کھونا اب مٹنا اور فنا ہونا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی زندگی کی ساری راہیں مسدود ہو چکی ہیں،
اب ایک لمحہ میں انکو قرنوں اور صدیوں کا کام انجام دینا چاہیئے، رونے سے مردہ زندہ نہیں ہوتا
افسوس اور غم کھانے سے کوئی چیز نہیں ملا کرتی، سینہ کوبی اور خونفشانی سے مصیبتیں نہیں ٹلا کرتیں، بلکہ
عمل وکوشش سے انسان کامیاب اور فائز المرام ہوتا ہے، مسلمانوں کو خدا کے قول رضوا بان یکونوا
مع الخوالف وطبع اللہ علی قلوبھم فھم لا یفقھون، ان لوگوں نے میدان جنگ سے پیچھے
رہ جانے والوں کا ساتھ پسند کیا تو خدا نے ان لوگوں کے دل پر مہر کر دی۔ پس وہ سمجھتے نہیں کا مصداق
نہیں بننا چاہیئے، کیونکہ یہ منافقین کی شان ہے، قرآن پاک ہمیشہ باقی رہنے والا صحیفۂ یزدانی ہے
مسلمانوں کی بھلائی یا برائی سب قرآن سے وابستہ ہے، اگر قرآن پاک نے مسلمانوں کو برا کہہ دیا۔ تو
مسلمان کبھی بھی اچھے نہیں ہو سکتے، لیکن اگر قرآن کے مسلمانوں کو اچھا بتلا دیا تو یہ اتنی بڑی عظیم الشان
کہ دنیا کی ساری زبانیں بھی اس کو جھوٹ نہیں ثابت کر سکتیں، واللہ المعین وبہ نستعین،

(ترجمہ)

ریویو
پیمانہ جوبلی نمبر

موسسہ شاعر نظامی سیمابی (علیگ) کے زیر نظر یہ ادبیات کا بہترین ماہوار رسالہ آگرہ سے باتصویر شائع ہوتا ہے، علیگڈھ جوبلی کی تقریب پر اس کا "جوبلی نمبر" خاص اہتمام کیساتھ شائع ہوا ہے جو ہمیں بغرض ریویو موصول ہوا اور اس وقت ہمارے سامنے ہے، رسالہ صوری ومعنوی خوبیاں لئے ہوئے ہے، مضامین کا لطف مطالعہ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا علم دوست احباب سے ہم سفارش کرتے ہیں۔ کہ وہ پیمانہ ضرور دیکھیں،
اس اشاعت میں "ہندوستان کا عظیم الشان دارالعلوم" ایک خاص مضمون ہے جس میں علیگڈھ کی ابتدائی تاریخ، مسلم یونیورسٹی کی تاریخ اور سرسید علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں، جس کی مطالعہ سے معلومات میں بیش قدر اضافہ ہوتا ہے، ادبیات، نسائیات اور الہامات ایسے مختلف مضامین میں علیگڈھ سے متعلقہ دوسرا مضمون "مسلم یونیورسٹی علیگڈھ" کے عنوان سے ہے، جس میں ایک "تخیلی مکالمہ" میں پچاس سال قبل وبعد کا نتیجہ خیز الفاظ میں خاکہ لیا گیا ہے، بہر کیف
پیمانہ جوبلی نمبر قابل دید مضامین کا مجموعہ ہے، جو علاوہ سرورق وضمیمہ ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے،
شروع میں سات قدیم وجدید اراکین مسلم یونیورسٹی کے فوٹو دیئے گئے ہیں، صفحہ ۲۶ و ۲۷ کے مابین
نواب سر سالار جنگ بہادر کی عکسی تصویر ہے اور صفحہ ۶۹ و ۷۰ کے درمیان "عروس علم" کا منظر
کاغذ، کتابت، طباعت عمدہ، قیمت فی پرچہ یعنی جوبلی نمبر ایک روپیہ،
بنیجر صاحب "پیمانہ" منڈی حجام آگرہ سے طلب فرمائیے،

ایڈیٹر

وائے بر حالِ شما اے خاندانِ قریشیاں

(مولانا سید ریاض عباسی کے قلم سے)

یاد ہے اے آلِ غالب تمکو اپنا وہ زماں
جبکہ ہر سو تھا تمہارے نام کا سکّہ رواں

کچھ خبر بھی ہے تمہیں تم کیا تھے اور کیا ہو گئے
فارس و غرناطہ سے جا کر سنو یہ داستاں

شام و صبح طالبانِ جود کے جمِ غفیر
در پہ کرتے تھے تمہارے سلسلہ جنبانیاں

سہم جاتے تھے تمہارے نام سے سینوں میں دل
دیکھ کر تمکو پکار اٹھتے تھے دشمن الاماں

عقل آموزِ ارسطو تھے تمہارے کبر سن
اپنی قسمت کے سکندر تھے تمہارے نوجواں

یک بیک کیوں اتنی جلدی ہو گئی کایا پلٹ
مٹ گئی کیوں آنِ واحد میں تمہاری عزّ و شاں

کس طرح تم اوج پہ تھے کیسے پستی میں گری
کس طرح تم پر گری برقِ بلائے ناگہاں

غنچۂ ثروت تمہارا یک بہ یک کمھلا گیا
گلشنِ اقبال میں چلنے لگی بادِ خزاں

اشک ریزاں ہے تمہاری خستہ حالی پر سحاب
خندہ زن ہیں اب فلاکت پر تمہاری بجلیاں

نہرِ دجلہ یاد کرتی ہے تمہیں آلِ قریش
اندلس بغداد میں تم پر ابھی تک نوحہ خواں

تلملاتی ہے تمہارے غم میں موجِ رافدین
خاک اڑاتی ہیں تمہاری یاد میں اب وادیاں

گلشنِ آلِ امیہ کے شگوفے جل گئے
پا بگل ہیں سروہائے گلشنِ عباسیاں،

شوکتِ آلِ بو قحافہ کیوں نہیں اب گونجتا
چوں نمی لرزد فلک از ہیبتِ فاروقیاں

ہاں ذرا سوچو تو اپنے دلمیں ساداتِ عدی
کیوں جہانبانی نہیں کرتے تمہاری سارباں

خانماں ویراں ہو کیوں اے عندلیبانِ قریش
گلشنِ دولت سے کیوں اجڑا تمہارا آشیاں

چرخ در ماتم بپوشیدہ لباسِ نیلگوں
اشکِ خوں پیوستہ میریزد شفق برآسماں

چشم بکشا وقت صبح شد برآمد آفتاب
تا بہ کے مخمور خواہی ماند از خوابِ گراں

تا بہ کے ایں مستیٔ صہبائے غفلت تا بکے
وائے بر حالِ شما اے خاندانِ قریشیاں

جادہ پیمائے عمل شو تا بیابی کامِ خویش
تا بہ کے ایں آہ و نالہ اے ریاض نوحہ خواں

سیف اللہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی حالاتِ زندگی

(از جناب مولٰنا قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی)

حضرت خالد بن ولیدؓ کے سوانحعمری لکھنا گویا سنہ ہجری سے ۲۱ سنہ ہجری تک اسلام کی مفصل تاریخ عرب العجم، عراق کی جغرافیائی اور تاریخی تحقیقات لکھنا ہے، اسلام کی اشاعت، اسلامی فتوحات عرب العجم، عراق کے انتظامات میں اس نامور ہستی کا بڑا حصہ ہے، میں اس رسالہ میں نہائت مختصر حالات لکھونگا۔ لیکن ایسی بعض روایات کا تذکرہ ضرور کیا جائیگا۔ جنمیں مورخین کو اختلاف ہے یا مورخین نے غلطی کی ہے، بعض مورخ تو ایسے گذرے ہیں کہ انہوں نے جو سنا وہ لکھدیا۔ بعض ایسے ہوئے ہیں کہ انہوں نے نظر تنقید سے واقعہ کو دیکھا۔ لیکن مورخ کی تنقید ہرگز اس قابل نہیں ہوسکتی کہ اسپر یقین کامل کر لیا جائے، کامل یقین کیلئے خاص کر ایک مسلمان کو اسی ترتیب کی ضرورت ہے، جو حدیث کیلئے ہے، حضرت خالد کی سوانحعمری ضرور اردو میں لکھی گئی ہوگی، مگر میری نظر سے نہیں گذری، اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ اختلافی روایات کیمتعلق لکھنے والوں نے کیا طریقہ اختیار کیا ہوگا۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ رسول مقبول کے اصحاب کی جو شخص تاریخ لکھے، اس کو تاریخی روایات کو احادیث کی امداد سے جانچنا چاہئے، اور واقعات کیساتھ ہی اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اسلام کی تعلیم رسول مقبول نے جس جماعت کو کی تھی، وہ اخلاق حسنہ کے سانچے میں ڈھل گئے تھے: اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام معصوم تھے بلکہ میرا یہ خیال ہے کہ خودغرضی حسد، نفاق اور دیگر کبائر و رزائل سے وہ ضرور پاک ہوگئے تھے، اور ان کا عمل اسوۂ حسنہ پر تھا۔ صحابہ کرام کے حالات میں مسلمانوں کے باہمی نفاق و شقاق کے باعث بہت کچھ تحریف و تغیر بھی ہوا ہے، اس لئے ضرور ہے کہ جو شخص اصحابہ کے صحیح حالات کا طالب ہو، وہ خیال مذکورہ بالا کو دلمیں جما کر حدیث و تاریخ دونوں پر نظر کرے، جو تاریخی روائت اصحاب رسول کی شان اور اقوال رسول کی موافقت کرے بس وہی لائق قبول ہے۔

ابو سلیمان کنیت خالد نام قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے، انکا آبائی سلسلہ آٹھویں پشت

مرہ میں رسول مقبول سے اس طرح ملتا ہے، خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ، اور مادری سلسلہ مضر میں جاکر حضرت ختم رسل سے اس طرح ملتا ہے، حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ ابن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔

حارث بن حزن آپ کے نانا کے تین بی بیاں تھیں، ایک ام الفضل لبابہ کبریٰ، یہ حضرت عباس عم رسول مقبول سے بیاہی گئی تھیں، دوسرے ام المومنین میمونہ رضہ زوجہ رسول مقبول، تیسری لبابہ صغریٰ یہ حضرت خالد کی والدہ تھیں، ولید بن مغیرہ سے بیاہی گئی تھیں، اس صورت میں رسول مقبول و حضرت عباس ان کے خالو تھے، اور ام المومنین سلمہ رضہ زوجہ رسول مقبول انکی حقیقی چچازاد بہن تھیں، اس رشتہ سے حضور علیہ السلام ان کے بہنوئی تھے، حجاز کی حکومت قریش کے ہاتھ میں تھی، اور حکومت کے مختلف شعبے مختلف قبائل قریش کے ہاتھ میں تھے، افواج کی سپہ سالاری حضرت خالد کے خاندان میں تھی، اور ان کے دادہ مغیرہ جو ایک بہادر شہسوار تھے اور اسی وجہ سے صاحب الاعنہ انکا خطاب تھا۔ افواج حجاز کے کمانڈر انچیف تھے، حضرت خالد کے باپ ولید حسین و جمیل اور فصیح و بلیغ اور خلیق تھے، اس لئے عموماً ان کو ریحانۂ قریش کہتے تھے، ولید بڑے مالدار تاجر تھے، مویشی اور کپڑا اور جواہرات کی تجارت کرتے تھے، ہر بڑے شہر میں انکی آڑہت تھی اور ان کے ایجنٹ رہتے تھے، حضور علیہ السلام کے خلاف جسقدر ظالمانہ تجاویز ہوتی تھیں وہ انہی کی طباعی کا نتیجہ ہوتی تھیں اور انکا بھتیجہ ابوجہل انکو عملی جامہ پہناتا تھا۔ خالد ہجرت رسول مقبول سے ۲۳ سال قبل پیدا ہوئے، ان کے بچپن کے حالات معلوم نہیں کس کو خبر تھی کہ یہ بچہ ایکدن سیف اللہ خطاب پائیگا۔ اور شاہان عرب و عجم اس کے نام سے لرزہ براندام ہونگے بس اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ یہ عرب کا امیرزادہ اپنے باپ دادا کے قدم بقدم تھا۔ اکثر افواج قریش کی کمان کرتا تھا۔ رسول مقبول کی مخالفت میں اپنے باپ اور اپنے بھائی ابوجہل سے پیچھے نہ تھا۔ خاصکر جنگ بدر کے بعد جسمیں اس کا برادر عمزاد ابوجہل قتل ہوا اس کا غیظ و غضب مسلمانوں پر اور بھی زیادہ ہو گیا تھا جنگ بدر و خندق میں یہ لشکر کفار کے افسروں میں تھے، جنگ احد میں جو مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست ہوئی اور رسول مقبول کے دندانِ مبارک کو صدمہ پہنچا، اور آپ زخمی ہوئے، وہ خالد ہی کے حملہ کا نتیجہ تھا۔ ان کے ایک بھائی ولید بن ولید مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، خالد چونکہ صاحب فہم و ذکا تھے اس لئے اکثر مذہبی امورات میں غور و خوض کرنے کے عادی تھے، چنانچہ ہجرت رسول مقبول کو ساتواں برس تھا کہ انکی حقانیت اسلام کا یقین ہو گیا۔ اسی عرصہ میں ان کے بھائی ولید نے انکو خط لکھا،

جسمیں قبول اسلام کی ترغیب تھی، اول خالد نے چند نفیس گھوڑے رسول مقبول کی خدمت میں ارسال کئے ایک دن مجمع قریش میں خالد نے کہا کہ محمد نہ ساحر ہیں نہ شاعر ہیں بلکہ رسول ہیں، اس پر عکرمہ بن ابی جہل نے کہا کیا تو بیدین ہو گیا ہے، خالد نے کہا میں بیدین نہیں ہوا بلکہ اسلام لایا ہوں ابوسفیان رئیس مکہ کو اس گفتگو کی خبر ہوئی۔ تو اس نے ان دونوں کو بلایا اور دریافت حال کیا۔ اس پر اسقدر گفتگو طویل ہوئی کہ ابوسفیان خالد کو مارنے کیلئے جھپٹا مگر عکرمہ نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اب خالد نے صداقت اسلام پر بخوف وخطر تقریریں کرنی شروع کیں مگر جب کچھ نتیجہ نہ دیکھا تو اپنے دوست عثمان بن طلحہ عبدری کو ساتھ لیکر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں انکے قدیمی دوست عمرو بن العاص مل گئے، آپس میں بات چیت ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی ارادہ سے مدینہ کو جا رہے ہیں۔ جب یہ تینوں مدینہ پہنچے، رسول خدا کو بیحد مسرت ہوئی اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشے ہمارے پاس بھیجدئے اسسے زیادہ حضور کو خالد کے آنیکی خوشی ہوئی، کیونکہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر خالد اسلام لاکر اپنی شجاعت خدمت اسلام میں صرف کرے تو بہت بہتر ہو، خالد جب مدینہ پہنچے، اول کپڑے بدلے پھر دربار رسالت میں پہنچے اور بآواز بلند کہا اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله یعنی میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تو خدا کا رسول ہے، رسول مقبول نے فرمایا الحمد لله الذی هداك الاسلام یعنی شکر ہے اللہ کا جس نے تمکو اسلام کی طرف ہدایت کی، پھر فرمایا کہ مجھے امید تھی کہ تم ضرور مشرف بہ اسلام ہو گے، کیونکہ تم زیور عقل سے آراستہ ہو، خالد نے کہا میں نے آپکی بہت مخالفت کی ہے، آپ دعا فرمائیے کہ اللہ پاک میرے سابقہ گناہوں کو معاف فرمائے، حضور نے دعا فرمائی،

جنگ موتہ، حضرت خالد کو مشرف بہ اسلام ہوئے دو مہینہ ہوئے تھے کہ موتہ کیطرف لشکر اسلام زیر کمان زید بن حارثہ روانہ ہوا۔ اس میں خالد بھی تھے، ابوقت روانگی رسول مقبول نے ارشاد فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابیطالب سردار لشکر بنائے جائیں، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جسکو منتخب کریں، موقع جنگ پر پہنچکر اول زید داد شجاعت دیکر شہید ہوئے، پھر جعفر، پھر عبداللہ، جب عبداللہ شہید ہوئے، ثابت انصاری نے فوراً علم اسلام کو سنبھالا اور مسلمانوں سے کہا۔ کہ جلد اپنا امیر منتخب کر لو، سبنے خالد کو منتخب کیا۔ یہاں یہ ہو رہا تھا کہ مدینہ میں رسول مقبول صحابہ سے فرما رہے تھے۔ کہ زید شہید ہوئے، جعفر شہید ہوئے عبداللہ شہید ہوئے اب علم اسلام ایک اللہ کی تلوار کے ہاتھ میں ہے، سیف اللہ، اور اللہ اسی ہاتھ پر فتح دیگا۔ اسی جنگ میں حضرت خالد نے اپنے لشکر کو بشکل مربع کھڑا کیا تھا۔ جو آج کل فنون جنگ میں زبردست حصار سمجھا جاتا ہے

آخر خالد نے عیسائیوں کو شکست دی اور کامیاب ہو کر مدینہ واپس آئے،

فتح مکہ ۸ھ۔ جب رسول مقبول نے مکہ پر چڑھائی کی تو ایک حصہ لشکر کی کمان خالد کے سپرد تھی، چونکہ مشرکین کو سب سے زیادہ خطرہ خالد سے تھا۔ اس لئے انکی طرف کفار کا زیادہ زور تھا اور اکثر صنادید قریش معہ اپنے آدمیوں کے اسی سمت میں تھے، لیکن خالد کے حملوں کی تاب نہ لاکر پسپا ہوئے، رسول مقبول نے ہدایت کر دی تھی کہ مکہ میں امن و امان سے داخل ہوں، لیکن خالد کیطرف سے جنگ ہوئی، جب سرداران کفار فرار ہوئے تو عوام نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ رسول مقبول کے پاس فریاد کریں، آپ نے خالد کو پیغام بھیجا۔ اِرفع عنھم السیف یعنی اب انہیں قتل نہ کرو، لیکن پیغامبر اصل پیغام کو نہ سمجھا اور اس نے ضع فیھم السیف یعنی قتل کرو کہا۔ اس پر ستر آدمی مشرکین کے قتل ہوئے، جب امن و امان قائم ہوا تو رسول مقبول نے اس جنگ کی تحقیقات کی، معلوم ہوا کہ اول کفار نے دو مسلمان شہید کئے بعد کو خالد نے حملہ کیا۔

بت شکنی، بعد فتح مکہ اصحاب کبار بتوں کے توڑنے پر مامور ہوئے، خالد نخلہ کیطرف روانہ کئے گئے۔ وہاں جاکر انہوں نے عزیٰ بت کو منہدم کیا۔

بنو جذیمہ، رسول مقبول نے سات سوار دیکر خالد کو بنی جذیمہ کی تنبیہ کیلئے بھیجا۔ یہ قوم مخالفت اسلام میں مشہور تھی۔ جب خالد پہنچے، وہ ہتھیار لگا کر نکلے، لیکن خالد کو دیکھ کر رک گئے۔ خالد نے ان سے مذہب کا سوال کیا انہوں نے کہا صبانا صبانا۔ صبانا (یہ لفظ کفار بطور طنز مسلمانوں کو کہا کرتے تھے، کہ یہ صابی ہیں) اور بنی خذیمہ نے اس لفظ کو بطور شہرت غلطی سے استعمال کیا۔ خالد سمجھے کہ یہ کافر ہیں اور طنز کرتے ہیں۔ انہوں نے سب کو گرفتار کر کے مختلف سرداروں کی نگرانی میں دیدیا۔ صبح ان کے قتل کا حکم دیا۔ سرداران مہاجرین و انصار نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ لیکن بنی سلیم نے اس حکم کی تعمیل کر دی، جب یہ واقعہ رسول کریم کے گوش گذار ہوا تو آپ نے خالد کو سرزنش کی، اور فرمایا (خداوندا! جو کچھ خالد نے کیا میں اس سے بری ہوں، اور فوراً حضرت علی کو بنی خذیمہ کیطرف روانہ کیا اور ان کے مقتولین کا خون بہا ادا کیا،

غزوات حنین، طائف و تبوک میں بھی خالد لشکر اسلام کے کمان افسر تھے، اور ہر موقع پر خوب داد شجاعت دی۔ اور کامیاب رہے۔

دومۃ الجندل، یہ ایک ریاست تھی، یہاں کا رئیس مسلمانوں کو تکلیفیں دیتا اور اسلام کے خلاف سازش کرتا۔ نبی کریم نے چار سو بیس سوار دیکر خالد کو روانہ کیا۔ خالد نے قلعہ فتح کیا اور اکیدر یعنی رئیس معہ اپنے بھائی

قریش کے اسلحۂ جنگ

(نوشتہ حضرت میر)

یہ تو سب مانتے ہیں کہ زمانہ نے ہر وقت اپنی ضروریات کے مطابق صاحب کمال پیدا کر دئے تھے اور
برابر پیدا کرتا ہے۔ قریش جب میدان جنگ میں نام پیدا کرنے اور نبرد آزمائی میں اپنی پر جوش بہادری کو کام
میں لاکر قرب و جوار کے نام آوروں کو زیر کرنے کی ٹھانی تو بڑی دقت اس بات کی ہوئی، کہ کس کس
جلد قسم کے سامان کو بہم پہنچایا جائے، جس سے نہ صرف حریف کو وار کرنے اور اپنی حفاظت ذاتی کا
فائدہ ملحوظ ہو بلکہ شیر دل حریف پتہ پانی کیا جائے، ایسے وقت ایک شخص کلیب نامی نے وہ جوہر دکھائے
کہ جس کی استادی کا زمانہ قائل ہے۔ یہ نامور لغزی اولاد میں سے تھا۔ اور خدا جانے کس طرح سن بلوغت
کے بعد عرب کے ریتیلے جنگلوں، آسمان کا منہ چومنے والے پہاڑوں کو چیر کر قدیم روما کے علاقہ میں
عین اس وقت جبکہ لڑائی ہو رہی تھی پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ بڑے بڑے جرار بہادر جبکہ میدان جنگ
میں اترتے ہیں تو ایک قسم کی لکڑی جس کے دونوں سروں پر کچھ نوکدار لوہا لگا ہے گھماتے چلے آتے ہیں
اور کسی قدر نقشے کے بعد اس زور سے حریف کے سینہ میں چبھو کر اسے گھوڑے سے گراتے ہیں، جس سے دیکھنے
والے عش عش کرتے ہیں، پھر جب لڑائی ختم ہوئی تو کلیب نے ایک جنگجو بہادر سے اس لکڑی کا نام پوچھا
اس نے کوئی ایسا لفظ کہا جس کے معنی کلیب کی زبان میں ادا نہ ہو سکتے تھے، مگر اس نے اس خیال سے
کہ بدوی یا قصباتی عرب ایک ایسی خشک لکڑی کو جس کے ایک کونے پر لوہے کا پھل لگا ہوتا ہے، اور
وہ دوران سفر میں اسے ساتھ رکھتے ہیں "رمح" کہتے ہیں، اس نیزہ کے واسطے بھی لفظ "رمح" استعمال
کرنا شروع کیا۔ اگرچہ بادی النظر میں روما اور رمح کی تحریر اور املا میں خاصہ فرق ہے، مگر یہ فرق
بعد امتیاز کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، مگر بعثت اسلام سے صدیوں پہلے دونوں لفظوں کا مفہوم
ایک ہی تھا۔ ڈاکٹر محل کرالیسٹ نے بھی یہی تحقیق کی ہے، کلیب نے واپسی کے وقت ایک قسم کا نیزہ
بھی اپنے دوستوں کو دکھانے کے واسطے مول لے لیا تھا۔ چنانچہ وطن میں آکے اس نے اسی نمونہ کے
پانچ اور بنوا کر اپنے ہاں کے سرداروں کو نذر کئے، انہوں نے اس بیش بہا تحفہ کو بیش بہا سمجھ کر بالائے
طاق ہی نہیں رکھا۔ بلکہ اس کے نمونہ کے بہت سے بنوا کر اپنے آدمیوں میں تقسیم کئے۔ اور نہ صرف اسی پر اکتفا
کی بلکہ پھلوں کو زہر میں بجھا کر اور بھی تندوستس بنا دیا۔ اسی لئے ایک انگریز محقق لکھتا ہے کہ اسلحۂ جنگ

کو زہر کے پانی میں بجھا نا فن لیس کا ایجاد ہے۔ اکلیت کے نیزہ سے پہلے عرب کے نامی مبارز تلوار اور چھرے میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس زہر کے پانی کو انہوں نے نہ صرف نیزے کے پھلوں ہی پر محدود رکھا بلکہ زہر بجھی تلوار اور چھرے بھی شہسواروں کے زیب تن ہونے لگے، کہتے ہیں، اسی قسم کے زہریلے آلات جنگ نے عرب میں خون کی ندیاں بہادی تھیں،

مراسلت

ایڈیٹر صاحب رسالہ اعوان کے نام ایک کھلا خط

جناب من، سلام علیکم، ورحمت اللہ وبرکاتہ، قبل اس کے کہ میں اصل مضمون پر قلم اٹھاؤں، اس بات کا اظہار ضروری خیال کرتا ہوں کہ میری اس چٹھی میں جو میرے صادقانہ جذبات کا آئینہ ہے کسی مباحثہ و مناظرہ کی غرض یا ارادہ کا شائبہ تک نہیں۔ بلکہ کمال صداقت و دیانت کے ساتھ صرف تحقیق حق مقصود ہے۔ تاکہ میں اور اعوان کے ساتھ حقیقت الحال معلوم ہو سکے،

جس بات سے میرا ماتھا ٹھنکا۔ جو بات مجھے کھٹکی اور جس امر نے میرے خیالات میں تلاطم پیدا کیا۔ اس کو پوشیدہ اور راز سربستہ رکھنا میں نے معصیت خیال کیا۔ اس لئے میں آپکی متانت و سنجیدگی پر بھروسہ کرتا ہوا امید کرتا ہوں کہ اس بنا پر میری یہ خامہ فرسائی قابل مواخذہ خیال نہیں کیجائیگی، بلکہ اس نگاہ سے دیکھی جائیگی جس نیک نیتی کے ساتھ کہ اس کا اظہار کیا گیا ہے،

اس وقت رسالہ "اعوان" جلد ۱ نمبر ۱ بابت ماہ مارچ ۲۶ء اور رسالہ "القریش" جلد ۹ نمبر ۶ بابت ماہ جون ۲۳ء دونوں میری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں جن میں سے "اعوان" کے مطالعہ سے میں اپنی تفہیم کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جہاں قوم اعوان کی شیرازہ بندی اور تنظیم مطلوب ہے وہاں ان کے "سادات علوی" ہونے کے متعلق اعلان و اظہار بھی مقصود ہے، اگر واقعی یہی مقصد ہے جو میں نے سمجھا۔ تو پھر اس موقع پر میں اپنے اس حق کے استعمال کی جسارت کرتا ہوں کہ مذکورہ الصدر رسالہ القریش میں مولانا سید محمد عبید اللہ صاحب فرحتی امرتسری "آوان اور کھوکھر قریشی نہیں" کے عنوان سے ایک مبسوط و مکمل موجھانہ حیثیت میں سپرد قلم فرما چکے ہیں جس کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں

کہ "عبدالمعین عون کسی ایک شخص کا نام قدیم الایام یا متوسط العہد اعراب میں نہیں پایا جاتا اس لئے تنقید غلط کی بنیاد یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی رضہ کے برادر کلاں حضرت جعفر طیار کے تین اطفال بنام عبداللہ، محمد اور عون زینب الکبریٰ بنت فاطمہ کے بطن سے تھے، پچھلے ناواقفی اور تعلیات کے زمانہ میں دو نام عبداللہ اور عون کو ایک نام بنا لیا۔ اور اس کو حضرت علی کی غیر فاطمی اولاد قرار دیکر آوان کو عون کی نسل بنا لیا۔ لطف یہ ہے کہ حضرت علی کے متعدد اخلاف میں سے کسی کا نام عون نہ تھا۔ اور حضرت جعفر کے جس فرزند کا نام عون تھا۔ اسکی نسبت کتاب المعارف ابن قتیبہ میں درج ہے قتل فی تستر ولا عقب لہٗ۔ مقام تستر میں مارا گیا اور اسکی کوئی اولاد نہیں ...... علاوہ بریں عون کی فرضی نسل کا نام عونی ہونا چاہیئے نہ کہ عون بصورت جمع۔ اور وہ بھی الف کے ساتھ بہیئت آوان، جس کے معنی عربی زبان میں وقت اور زمانہ کے ہیں، اس طرح عون اور آوان میں کوئی لفظی اور معنوی تعلق بھی قائم نہیں رہتا۔ بالیقین فرقہ آوان کی اصلیت عرب سے نہیں پائی جاتی، البتہ ہندی یا خراسانی، راجپوتوں میں سے مثل بلوچ۔ بھائی اور قائم خانی وغیرہ کے ممکن ہے" یہ ہے مولانا صاحب کی تحقیقات کا نچوڑ، پس ایسے حالات میں آپکو قوم اعوان کا اخلاقی رہنما تصور کرتا ہوا آپ کے اخلاق حمیدہ سے اپیل کرتا ہوں کہ اس نہایت ضروری اور نہایت اہم سوال کیطرف فوری توجہ مبذول فرمائیں۔ تاکہ بنیادی حیثیت میں کوئی غلط قدم نہ اٹھنے پائے، اور قومی حیثیت سے اس پیدا شدہ سوال کا بروئے تحقیق قطعی اور آخری تصفیہ ہو جائے، کیونکہ یہ ایک حقیقت بیّنہ ہے کہ اس وقت سرزمین ہند میں "قرشیت" ہی سب سے زیادہ نرغے کے عالم میں ہے، جس پر ہر طرف سے داخلی اور خارجی دونوں طرح کے پیہم حملے ہو رہے ہیں اور جس ہندی الاصل مسلم قوم کا بس چلتا ہے وہ اسپر چرکا لگانے سے دریغ نہیں کرتی،

اس وقت ہندوستان بھر میں سادات و قریش کی مجموعی آبادی اٹھارہ لاکھ نفوس کے قریب ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اعوان بروئے معتبر سند و حوالہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسل غیر فاطمی ثابت ہو سکیں تو صوبہ پنجاب کی ۳۰۴،۹۹،۷۰ نفوس کی یہ تعداد بھی اس میں اضافہ ہو سکنے کا موقع پا سکتی ہے جس سے جمعیت قومی کا منظر زیادہ شاندار حالت پر آ سکتا ہے،

اس مرحلے پر میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کا ارتکاب کرنے والا ٹھیرونگا۔ اگر اخیر میں یہ نہ کہوں کہ فی الحال کچھ ہی کیوں نہ ہو "قوم اعوان" کی بیداری اور اجتماع میں "قوت اسلام" کا راز بھی مضمر ہے۔ اس لئے میں آپکی شائستہ کوششوں کی کامیابی کی تمنا کرتا ہوا آپ سے خواہش کرتا ہوں، کہ بحیثیت میرے "غیر اعوان" ہونیکے میرے نام ایک سال کے لئے رسالہ اعوان جاری کر دیجئے، لفافہ آج اس کی ایک نقل رسالہ القریش کے دفتر میں بغرض اشاعت بھیجی گئی ہے تاکہ مولانا محمد عبید اللہ صاحب فرحتی بھی امر زیر بحث کی

نوعیت موجودہ سے اطلاع پا سکیں، ۱۰ مارچ ۱۹۳۲ء۔ آپکا بہی خواہ قاضی نظیر حسین فاروقی، ریٹائرڈ مستوفی آف [illegible]

انسدادِ رسومِ مذموم

مولوی بشیر الدین احمد صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن نے اصلاح حالات
مسلمانوں پر ایک بہت بڑا مضمون لکھ کر مختلف اخبارات میں شائع کرایا تھا، اور
معتمد العتمد و محکمۂ مذہبی سرکار عالی میں بھی بھیج دیا تھا۔ جو حسب ذیل ہے،

مسلمانوں میں خلاف شرع رسوم مذموم کا شادی، بیاہ، غمی کے موقعوں پر جو عام رواج ہو گیا ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہے خدا اور رسول کے فرض سنت ترک ہو جانے پر کوئی مسلمان اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ مگر رسوم مذموم کی خلاف ورزی سے خود تمام مسلمان اس پر معترض ہوتے ہیں۔ ان رسوم مذموم کی بدولت جو جو فضول خرچیاں ہوتی ہیں اور عام مسلمان اس کے ایسے پابند اور غلام ہو گئے ہیں کہ اسکی ادا کے بدون شادی غمی کی تکمیل کو نا مکمل جانتے ہیں، اسکی ادا اور محض نام و نمود میں زیر بار ہو کر سینکڑوں خاندان تباہ و برباد ہو گئے ہیں،
بالخصوص مشائخین و قاضی خطیب جتنے اہل خدمات شرعیہ ہیں، اکثر انہیں رسومات میں مبتلا ہیں، عام مسلمانوں سے زیادہ انکے یہاں خلاف شرع رسوم کی پابندی کیجاتی ہے۔ ان کے اسراف و فضول خرچی سے ان انعامدار و معاشدار و نکی آبادی و موروثی جائدادیں مسلمانوں کے قبضہ سے نکلی چلی جا رہی ہیں، اور مسلمان اپنے ہاتھوں فلاکت کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں،

اس وقت اصلاح تمدن پر کوئی مضمون لکھنا مقصود نہیں ہے۔ مشائخین و قاضی خطیب اہل خدمات شرعیہ زیادہ تر خلاف شرع رسومات کے خواہ مخواہ پابند ہو گئے ہیں۔ انکی اصلاح مقصود ہے، وہ بھی رسم و رواج کی وجہ سے عام مسلمانوں کی طرح یہ بھی اس کے پابند و تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ باوجود جاننے بوجھنے کے خود اپنے یہاں کی شادی غمی میں ترک رسومات کی جرأت نہیں کرتے،

ملک سرکار عالی میں ہزاروں قاضی خطیب وغیرہ انعام اور معاش دار ہیں اور دیہات و قصبہ و تعلقہ میں ان کے خاندان کی کافی تعداد اس وقت ہے مگر زیادہ تر ان جاہلانہ رسوم میں وہی مبتلا ہیں، اور ان پر شادی غمی کے ادائے قرضہ کا بار پشت ہا پشت سے چلا آرہا ہے، کئی ایسے خاندان ہیں جو اب تک معاش سے محروم ہیں، اور معاش کی آمدنی کا سالم حصہ ساہوکار و قرضخواہ کی ادائی میں چلا جاتا ہے،

ہنود دھرم شاستر کیطرح مسلمانوں میں بھی رسم و رواج قانون (یعنی اسلامی فرائض) کا اثر

کرگیا ہے، اور یہ مرض مسلمانوں کی موت وحیات کا مسئلہ ہوگیا ہے۔ اس کے عام انسداد کیلئے سرکار عالی کی فیاضی سے سرکاری واعظ مقرر کئے گئے ہیں، محکمہ امور مذہبی سے اصلاح ہورہی ہے، اب تک عمدہ رسم مترتب نہیں ہوا ہے، اس لئے کہ معاش داران پر کوئی دباؤ نہیں ہے،

اگرچہ عام مسلمان ایسی رسوم مذموم سے فی الواقع حکماً باز رکھے نہیں جاسکتے، مگر جو معاش دار پیشوایان مذہبی قاضی وخطیب وغیرہ ہیں، وہ اپنے فرائض منصبی کے خود اپنے آپ زیادہ باعث نمونہ نہیں ہیں اور عام مسلمانوں سے زیادہ یہی گروہ خلاف شرع رسومات کا پابند ہے بلکہ زیادہ یہی جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ ان رسومات کی جکڑ بندی سے حکماً خلاصی پاسکتے ہیں، معاش وانعام وجاگیرین ان پیشوایان مذہب کو زمانہ قدیم سے اصلاح مسلمین کیلئے عطا ہوئے ہیں، اور ایسے جتنے خاندان دیہات وقصبات وشہروں میں موجود ہیں۔ انکا فرض ہے کہ ان ہر فرد بشر خورد وبزرگ تعلیم یافتہ ہو۔ صوم وصلوۃ کا پابند رہے اور شادی غمی کے مواقع پر کوئی امر خلاف شرع ان سے نہونے پائے، اس لئے اس طبقہ کو پابند صوم وصلوۃ کرنیکے لئے پیش گاہ صدارت العالیہ محکمہ امور مذہبی سے ایک عام گشتی جاری ہونا چاہئے کہ کوئی اہل خدمات شرعیہ وپیشوایان مذہب اس گشتی کی خلاف ورزی کریگا۔ تو اس کیلئے مناسب تدارک کیا جائیگا۔ اور معاش بھی ضبط کیا جائیگا۔

(۱) شادی نہائت سادگی سے کی جائے (۲) دولہا کے ہاتھ میں کنگن نہ باندھا جائے، (۳) مہر کی رقم کثیر حیثیت سے زیادہ، نہ ہونی چاہئے، (۴) حیثیت سے زیادہ طعام ولیمہ نہ دیا جائے، (۵) دہم وچہلم کا کھانا فقراء ومساکین کا حق ہے، قرض سے دہم چہلم نہ کیا جائے، (۶) سیاہ پوت ونتھ نکاح کیوقت ناک میں ڈالنے سے سہاگ نہیں جڑتا۔ البتہ بطور زیور منع نہیں، (۷) بعد نکاح جلوہ درونمائی، کی رسم فعل عبث ہے، نہائت سادگی سے عروس کی رخصتی ہونا چاہیئے،

پس اہل خدمات شرعیہ کو چاہئے کہ وہ ان رسومات سے پرہیز کریں اور وہ عام مسلمانوں کے لئے اسلام کا نمونہ بنیں، اور رسوم مذموم سے مجتنب رہیں،

امید کیجاتی ہے، کہ سختی کیساتھ سرکار سے ایسے احکام صادر ہونے پر یہ معاش دار واہل خدمات شرعیہ ہر مقام پر اپنے آپکو نمونہ اسلام ثابت کریگا۔ جو ترقی اسلام کے علاوہ سرکار عالی کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حسب ذیل گشتی مراسلہ سرکار نظام محکمہ صدر الصدور صیغہ اصلاحات کیطرف سے بجد جمیع قاضی صاحبان وحکام مجاز جاری ہوا۔

مولوی نثیر الدین احمد صاحب وکیل پٹن ضلع اورنگ آباد نے تحریک کی اور یہ امر شاہد ہے

کہ مسلمانوں میں اسراف کا رواج ہوگیا ہے یہاں تک کہ آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے میں دریغ نہیں
کیا جاتا۔ اور اسکی بدولت اکثر مسلمان واہل خدمات شرعیہ مقروض، انکی معاشیں کمفول اور جائدادیں
تباہ ہیں،

(۲) شادیوں میں اسلامی سادگی کے خلاف ہلدی۔ مہندی۔ ساچق وغیرہ رسوم کی ادائی
لازم کرلی گئی ہے، دولہا دلہن کو کنگن وسہرا باندھا جاتا ہے جو شرعاً ناجائز ہے،

(۳) غمی کے مواقع میں ایصال ثواب کیلئے قرض لیا جاتا ہے بلکہ سودی قرضہ لینے میں تامل نہیں کیا
جاتا۔ اور سودی قرض سے حصول ثواب کی توقع کی جاتی ہے، معاذ اللہ،

(۴) شادی غمی کے موقع پر نام ونمود سے بھی بہت کام لیا جاتا ہے تو شرعاً ممنوع ہے اور اس کے
لئے مصارف بھی برداشت کئے جاتے ہیں،

(۵) ان تباہ کن فضولخرچیوں، غیر ضروری نمائشی اور ناجائز امور کی پابندی کے لئے قرض کشی ہوتی
ہے، مدت تک اس سے سبکدوشی نصیب نہیں ہوتی۔ پشت ہا پشت تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے

(۶) حالانکہ عام مسلمانوں اور بالخصوص اہل خدمات شرعیہ کو احکام شرع شریف کی پابندی اور اسلامی
سادگی کو پیش نظر رکھنا اور قرون اولی وسلف صالحین کے سبق آموز واقعات اور مثالوں سے سبق لینا
چاہئیے، تاکہ انکی بقیہ زندگی احکام شرع شریف کی اتباع میں بسر ہو اور آئندہ والی نسلوں کو سبق لینے کا
موقع مل سکے،

امید ہے کہ آپ حضرات اپنی اپنی حد تک آئندہ سے امور مصرحہ صدر کے ترک کرنے کی کوشش کرینگے۔
تاکہ آپ لوگوں کو دیکھ کے آپ کے حلقہ اثر کے مسلمان بھی مراسم قبیحہ اور فضولخرچی سے باز رہیں"

(۸) واضح ہو کہ اگر آپ لوگ ترک مراسم قبیحہ میں سبقت کریں اور اپنے اپنے حلقہ اثر کے مسلمانوں
کے لئے نمونہ بنیں، تو محکمہ صدارت کی خوشنودی کا موجب ہوگا اور اگر اسکی جانب توجہ نہ کیگئی اور اس کے
خلاف اطلاع ملیگی۔ تو باز پرس کا موجب ہوگا اور تدبیر مناسب عمل میں آئیگی،

(۹) ایک ایک قطعہ بخدمت جناب اول تعلقدار صاحبان اضلاع وتحصیلدار صاحبان تعلقہ جات
وڈویژنل افسر صاحبان اور ایک ایک قطعہ جناب ناظم صاحبان اضلاع ومنصف صاحبان ممالک
محروسہ سرکار عالی اطلاعاً ابلاغ ہے،

(حسب مسودہ دستخطی جناب صدر الصدور
صاحب محمد تقی مددگار صدر الصدور)

ایران کا انقلاب

سپاہی تاجدار

ایران کے سپاہی تاجدار کا حال قلمبند کرنا نہ محض اسلامی نقطۂ نظر سے دلچسپ کام ہے، بلکہ ہندوستان کو اس سے خاص تعلق ہے۔ ایران اور ہندوستان کی سرحدیں ایک دوسرے کی دست بوسی کر رہی ہیں۔ نقشہ دیکھنے والوں کو اس کا علم ہوگا۔ پس اگر ایران میں اچھی حکومت قائم ہو جائے تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہمارا ملک متعدد ریشہ دوانیوں سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے لیکن اگر وہاں بےچینی شورش اور بغاوت کا دور دورہ ہو تو ہندوستان کو ہر وقت تازہ آفتوں کا خدشہ رہتا ہے،

اس ملک کے حالات پر قلم فرسائی کرتے ہوئے آدمی کا جی ڈرنے لگتا ہے، جو مشرق کا مخزن علم و فضل اور تہذیب و تمدن، طاقت اور حکومت کا گہوارہ رہا ہے، جہاں خسرو پرویز اور نوشیرواں و کیکاؤس پیدا ہوئے، جن کی شاہنشاہیت کا فسانہ تاریخ عالم میں نقش ہے، جہاں رستم اسفندیار اور سہراب جیسے شہ زوروں نے جنم لیا تھا جس خاک سے حافظ، سعدی اور عمر خیام پیدا ہوئے تھے ایسے خطۂ زمین کے متعلق ایک حرف بھی لکھنا بڑا مشکل کام ہے،

خاندان قاچاریہ کی عیش و عشرت کا ماتم کرتے کرتے طبیعت اکتا گئی اسی عیش پسندی نے ایران کی عام رائے کو شاہ کج کلاہ کا مخالف اور دشمن بنا دیا تھا اور اسی لئے دفعتاً جو انقلاب ظہور پذیر ہوا اسکی بدولت احمد شاہ قاچار سابق فرمانروائے ایران پیرس کی مہوش دلربا نازنینوں کی عشوہ گری ہی پر معروف رہ گئے، اور ایران نے اپنا تاجدار خود منتخب کر لیا۔ یہ کون تھا؟ ایک ادنیٰ سپاہی،

زار روس نے ایران میں کاسک فوج پر روسی افسروں کو مسلط کیا تھا یہ افسر ایران کے لئے نہیں رہتے تھے بلکہ ایک جابر سلطنت کے مفاد کیلئے، اور انکی تنخواہیں ایرانی سائرات کے محصول سے ادا کیجاتی تھیں۔ نومبر ۱۹۱۷ء میں جب بولشویکوں نے ولدیت کو ہمیشہ کیلئے نابود کر دیا تو ان افسروں اور فوج کو تنخواہیں بھی بند ہو گئیں کیونکہ نہ بولشویک ان شاہ پسندوں کا بار اٹھا سکتے تھے اور نہ اس سے ایران کے تجارتی تعلقات باقی رہے، جس کے باعث محاصل سائرات کا قلع قمع ہو گیا۔ اور ایران

میں اتنا دم نہیں رہا۔ کہ وہ انکا خرچ پورا کرے۔ لیکن اسی اثناء میں حکومت برطانیہ نے بحیثیت اتحادی طاقت کے ان خانماں برباد افسروں کا بار اپنے سر لینے کی ٹھان لی۔ اور درحقیقت اس نے اپنا فرض نبھایا بھی۔ لیکن سنہ ۱۹۲۰ء میں حالات بالکل بدل گئے، روسی افسر برطانیہ کی راہ میں روڑے اٹکانے لگے تھے، اور وہ ایرانی برطانوی معاہدہ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے، جو مکمل ہو چکا تھا لیکن صرف پارلیمنٹ ایران میں تصدیق کیغرض سے پیش نہ ہو سکا تھا۔ اسی اثناء میں برطانی اور بولشویکی افواج میں کچھ جھڑپیں بھی ہوئیں، احمد شاہ قاچار روسی افسروں کو الگ نہیں کرنا چاہتے تھے جس کے سبب جنرل آئرن سائڈ مجبور ہوئے تاکہ ایران کو الٹیمیٹم دیں، چنانچہ اس الٹی میٹم کا یہ اثر ہوا۔ کہ روسی افسروں کو برطرف کر دیا گیا۔

ان افسروں کی بدولت ایران کے افسروں کو کس مپرسی کیحالت میں زندگی بسر کرنی پڑتی تھی، اور انہیں فوجوں کی کمان کرنیکے ناقابل تصوّر کیا جاتا تھا۔ انہی گمنام افسروں میں ایک نوجوان افسر بھی تھا جسے اس کے دوست "پہلوی" کے نام سے موسوم کرتے تھے، لیکن "پہلوی" صرف اس کا خاندانی لقب تھا۔ ورنہ اصلی نام رضا خاں تھا۔ یہ سپاہی بڑا جری تھا اور شدہ شدہ کرنیل کا درجہ حاصل کر چکا تھا۔

اگر برطانیہ کا جنرل الٹی میٹم دیکر شاہ کحکلاہ کو مجبور نہ کرتا کہ وہ روسی افسروں کو ایران کی فوج سے برطرف کر دے، تو آج بھی رضا خاں اسی کرنیل کیحالت میں اپنی زندگی بسر کر رہا ہوتا۔ اور رضا خاں کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہوتا کہ وہ اپنے کمسن بچے کو ولیعہد سلطنت ایران منتخب کر لے، لہذا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ رضا خاں کو اپنے فطری جوہر حکمرانی کی نشو و نما میں برطانی مداخلت کو بڑا دخل ہے، گو یہ مداخلت اس ارادے سے نہیں کیگئی تھی، کہ ایک دن پہلوی خاندان ایران کی عنان حکومت کا حامل بن جائے،

جبر انقلاب کا تخم ہے

پریسیڈنٹ ولسن نے کسی زمانہ میں کہا تھا "جبر انقلاب کا تخم ہے"۔ اور یہ صحیح مقولہ ہے، ایران میں جب اخبارات کا منہ بند کر دیے پر شاہنشاہیت اتر آئی تو انقلاب بھی رونما ہو گیا۔ اس انقلاب کا بانی ایک اخبار نویس تھا اس کے قصے کو اخباروں میں آجکل شہرت دیجا رہی ہے، یہ ایک ۲۲ سالہ نوجوان ہے اور اس کا نام ضیاء الدین ہے اس نے ایران کا تختہ سلطنت الٹا ہے اور اخباری برادری کے لوگ اس کے کارنامے کو مستحسن خیال کرتے ہیں، نہ محض یہ بلکہ اس پر شادمانی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ان کے

ایک ہم پیشہ نوجوان نے ایران کی سیاسی کشتی کو ڈوبنے سے بچالیا ہے، ضیاءالدین کی کامیاب کوشش سے اخباروں کی طاقت کا راز کھل جاتا ہے،

سب سے پہلے اس نوجوان نے ایک اخبار جاری کیا جس کا نام "مشرق" رکھا۔ طہران کی مجلسوں میں اور مخفی صحبتوں میں مشرق کے مضامین نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ جسے دیکھو وہ مشرق کے مضامین پڑھتا ہے اور جھومتا ہے، حکومت ایران نے مجبوراً اس اخبار کو بند کر دیا۔ لیکن ضیاءالدین کا دل حق و باطل کا میدان کارزار بنا ہوا تھا۔ لہٰذا اس نے دوسرا اخبار نکالا جس کا نام "برق" رکھا۔ چند روز کے بعد جب یہ اخبار بھی بند کر دیا گیا۔ تو اس نے تیسرا اخبار جاری کیا جس کا نام "رعد" رکھا۔ ضیاءالدین کے اخباروں نے سنسنی پھیلا دی۔ اس وقت ضیاءالدین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاہ قاچار کی بدروش کی بدولت ملت ایران کو صدمہ پہنچ رہا ہے، اس لئے کاسکوں کی جو فوج ایران میں ہے، جس کے روسی افسر برطرف کئے جا چکے ہیں، اس سے اپیل کیجائے، کہ نوجوانانِ وطن! اٹھو اور سفینہ قومی کو منجدھار سے نکالو"۔ چنانچہ ضیاءالدین مع چند رفقائے کار کے رضا خاں پہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بصیغۂ راز اپنے معروضات بیان کئے،

رضا خاں اور ان کے کاسک فوجی قاسوین ہیڈکوارٹر سے ایک دن دفعتہً غائب ہو گئے، اور طہران کا راستہ لیا۔ انہوں نے طہران پہنچکر دارالسلطنۃ پر فاتحانہ قبضہ کیا۔ اور تمام عمائدین سلطنت کو گرفتار کر لیا۔ اب رضا خاں کمانڈر انچیف یا سردار سپاہ بن چکے تھے، اور ضیاءالدین وزیر اعظم حکومت ایران،

رضا خان کی نقل و حرکت سے ایران میں سوائے ایک برطانی افسر کے کوئی واقف نہیں تھا۔ جو درحقیقت رضا خاں کا اخلاقی معاون اور ان کا رازدان تھا، ضیاءالدین بدقسمتی سے انتظامی قابلیت کا اہل نہیں ثابت ہوا۔ اس نے انگریزی ایرانی معاہدہ کو نہ ہونے دیا۔ جس کے سبب سے وہ ملک میں غیر مقبول ہوا۔ اور انجام کار ملک ایران سے فرار ہو گیا۔ اور آجکل اس نے جینوا میں بود و باش اختیار کر لی ہے، جو دنیا کے سیاسی مفرورین و مخرجین کا گہوارہ ہو گیا ہے،

سپاہی تاجدار

رضا خاں کی شہرت کا سبب ان کی مستعدی ہے جو انہوں نے ایران کے دارالسلطنت پر قابض ہونے میں ظاہر کی۔ اسی وقت سے رضا خاں کو دن دونی کامرانی نصیب ہوتی گئی۔ اور آخرکار وہ دن بھی آگیا۔ جب اس سپاہی تاجدار نے جسے دوسرا نادر شاہ کہنا بالکل برمحل ہے تخت ایران پر قبضہ کر لیا۔

بختیاری اور قاشقی قبائل کو زیر کرکے شیخ محمرہ کو زیر سیادت لانیوالا رضا خاں ایران کا علم بلند کرچکا ہی
یہ سپاہی تاجدار سید اساداً مسلمان ہے اور تمام دول اسلامیہ سے دوستانہ تعلقات رکھتا ہی
حکومت برطانیہ سے بھی اس کے تعلقات بہت خوشگوار ہیں اور امید ہی کہ اس ہونہار تاجدار کے زیر سایہ
ایران ترقی کریگا۔ یہ نیا نادر شاہ نہیں چاہتا کہ دوسری مملکتوں پر حملہ آور ہو، اور تاخت و تاراج کے
بعد تخت طاؤس لیجائے، بلکہ محض اپنا ملک سرسبز و شاداب دیکھنے کیلئے بیقرار ہے، ہندوستان نے
ایران کو دوزداب ریلوے عطا کی ہے اور ہندوستان متوقع ہی کہ رضا خاں والئے ایران اس ملک
کی سرحدوں کا احترام کریں گے،

گردش لیل و نہار کا یہ تماشہ ہی کہ ایک معمولی سپاہی آج ایران کے تخت پر جلوہ گر ہے۔ جبکہ
احمد شاہ قاچار اپنے اعمال بد کی بدولت پیرس کی گلیوں میں خاک چھانتا پھر رہا ہے۔ اہل بصیرت کو
اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے، (حسن عزیز، وکیل)

نغمۂ تحمید

تری ہی ذاتِ مقدس کا اے خدائے مجید — ہے باغ و راغ میں ہر لب پہ نغمۂ تحمید
حدود و دوئی سے باہر ہے تیری یکتائی — بتا رہی ہے یہ نکتہ ہمیں تری توحید
ہر ایک بات میں اپنی وہ بے مثیل تو ہے — نظیر جس کی کہیں بھی نہ دید ہی نہ شنید
ہر ایک ظاہر و باطن کی ہی خبر تجھکو — تری نگاہ میں یکساں ہے ہر قریب و بعید
ترے کرم نے تو پاکیزہ سبکو فطرت دی — ہوئے عمل سے ہیں انساں مگر شقی و سعید
یہ تیری بندہ نوازی کی شان ہی کہ مدام — ہے میرے جرم فراواں پہ تیرا لطف مزید
میری کتابِ عمل میں ہیں عیب دنیا کے — زہے نصیب کہ رحمت نے دی نوید مزید
نہ تجھ سے درد کہوں دلکا تو کس سے کہوں — کہ کوئی میرا نہیں ہی سوا تری امید

تراکرم ہو جو مجھ پر تو دین و دنیا میں
رہے بہار مرے گلشن تمنا میں

شاکرہ صدیقی

شکاری

میرا ایک دوست بیان کرتا ہے کہ ایکدن صبح کیوقت اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ دفعتہً ایک ماہی گیر داخل ہوا جس کے کاندھے پر ایک جال تھا جسمیں ایک بڑی مچھلی پھنسی ہوئی تھی جو اس نے میرے سامنے پیش کی، میں نے قیمت دریافت کرکے مچھلی خرید لی، جب میں نے دام ادا کئے تو اس نے شکریہ کیساتھ قبول کئے، اور خوش ہو کر کہا یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے منہ مانگے دام پائے جسطرح آپ نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے، خدا آپکے ساتھ بھلائی کرے اور جیسے کہ آپ مال و دولت کے لحاظ سے خوش نصیب ہیں ایسے ہی فی الحقیقت خدا آپکو خوش نصیب کرے۔

میرا دوست کہتا ہے کہ میں یہ دعا سنکر بہت خوش ہوا۔ اور میں نے یہ آرزو کی کہ کاش خدا اس دعا کو قبول کرنیکے لئے آسمان کے دروازے کھولدے، مگر اس کے ساتھ ہی مجھکو تعجب ہوا کہ ایک مفلوک الحال پیر مرد اس حقیقت سے کیونکر واقف ہوگیا جس سے خواص بھی شاذ و نادر واقف ہوتے ہیں یعنی یہ کہ انسان کی اصلی خوش نصیبی دولتمند ہونے کے علاوہ کسی اور چیز میں ہے، لہٰذا میں نے اس سے کہا۔ اے بڈھے کیا دولت کے علاوہ خوش نصیبی کا کوئی اور معیار ہے؟

ایک موثر و پرسکون مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمایاں ہوئی، اور اس نے کہا۔ اگر خوش نصیبی کا مدار دولت پر ہوتا تو آج میں سب سے زیادہ بدنصیب شخص ہوتا۔ کیونکہ میں سب سے زیادہ مفلس ہوں۔

میں نے کہا۔ کیا تم اپنے کو خوش نصیب خیال کرتے ہو، اس نے جواب دیا ہاں! کیونکہ میں اپنی آمدنی پر قانع اور زندگی کی موجودہ حالت پر مسرور ہوں۔ نہ تو مجھکو کسی غیر حاصل شدہ نعمت یا راحت پر حزن و ملال ہے۔ نہ کسی خاص چیز کی حسرت و آرزو ہے، پس میں کیونکر اپنے آپ کو بدبخت خیال کروں،

میں نے حیرت سے کہا اے شخص تو یہ کیا کہہ رہا ہے، میرا خیال ہے کہ شائد بڑھاپے نے تیری عقل میں فتور پیدا کردیا ہے، تو اپنے آپ کو کیونکر خوش نصیب سمجھتا ہے۔ حالانکہ تیرے پاؤں میں جوتا تک نہیں اور بدن پر جو چند کپڑے ہیں وہ بھی پرانے اور فرسودہ،

بڈھے شکاری نے کہا اگر خوش نصیبی نفس کی لذت و راحت کا نام ہے اور بدنصیبی اس کے رنج و تکلیف کا۔ تو یقیناً میں خوش نصیب ہوں کیونکہ میں اپنے پرانے لباس اور سخت و سادہ زندگی میں ایسی کوئی چیز نہیں جو میرے لئے تکلیف وہ یا رنج و کلفت کا باعث ہو، البتہ اگر خوش نصیبی اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ تو بیشک میں اس کو نہیں سمجھ سکتا۔

میں نے کہا عجب تو امرا کی دولت و حشمت، ساز و سامان اور خوبصورت محلات کو دیکھتا ہی، اور ان کے نوکروں چاکروں، عمدہ سواریوں اور لذیذ خوش مزہ کھانوں پر تیری نظر پڑتی ہے تو تجھکو رنج و ملال نہیں ہوتا کیا اپنی اور امرا کی حالتیں یہ نمایاں فرق دیکھ کر تجھکو صدمہ نہیں پہنچتا۔ اس نے جواب دیا یہ سب چیزیں میری نظر میں ہیچ ہیں اور جس بات نے میری نگاہ میں ان سب چیزوں کو حقیر بنا رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ باوجود اس سب ساز و سامان کے میں ان لوگوں کو اپنے سے زیادہ خوش نصیب نہیں پاتا۔

یہ لذیذ غذائیں جن کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ اگر ان سے پیٹ بھرنا مقصود ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے یاد نہیں آتا۔ کہ میں کبھی بھوکا سویا ہوں۔ اور اگر لذت نفس اور زبان کا ذائقہ مقصود ہے تو میں ہمیشہ اس وقت کھاتا ہوں جب مجھے خوب بھوک لگتی ہے، اس لئے جو کچھ کہ میں کھاتا ہوں وہ مجھکو نہایت لذیذ معلوم ہوتا ہے اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ امرا کو اس سے زیادہ لذت حاصل ہوتی ہوگی۔ رہے امرا کے محلات تو میری حالت یہ ہے کہ اگرچہ میرے قبضہ میں ایک چھوٹا سا جھونپڑا ہے، لیکن مجھے آج تک محسوس نہیں ہوا کہ وہ میرے اور میری بیوی اور بچے کیلئے ناکافی ہے اس لئے میں اسپر رنجیدہ نہیں ہوں۔ کہ میں ایک بڑے محل کا مالک کیوں نہ ہوا۔

ہاں اگر آپکے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ انسان دلچسپ مناظر سے لطف و مسرت حاصل کرے تو خدا کے فضل سے میں اس نعمت سے بھی محروم نہیں ہوں، میرے لئے اس قدر کافی ہے کہ میں علی الصباح قبل طلوع آفتاب اپنا جال کاندھے پر رکھ کر دریا پر جاتا ہوں، جہاں سپیدۂ سحری، آب رواں اور سبزہ زار کے رنگ برنگ مناظر سے لطف اٹھاتا ہوں۔ کچھ دیر تک یہ حالت رہتی ہے کہ دفعتہً مشرق سے ایک طلائی تھال یا شعلہ آتش کیطرح آفتاب برآمد ہوتا ہے اور اس کی سنہری کرنیں دریا کی سطح پر پھیل جاتی ہیں۔ جب یہ دلفریب منظر میری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے تو مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے، اس وقت لطیف جذبات و وجدانات کا مجھ پر قبضہ ہوتا ہے اور میری حالت اس شخص کی مانند ہو جاتی ہے، جو کوئی دلچسپ خواب دیکھ رہا ہو، اور یہ چاہتا ہو کہ قیامت تک اس خواب سے بیدار نہ ہو، اسی استغراق کی حالتیں دفعتہً میرے ہاتھ کو ایک زبردست جھٹکا لگتا ہے جس سے میں چونک پڑتا ہوں اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ایک مچھلی جال میں پھنسی ہوئی تڑپ رہی ہے، مچھلی کیوں مضطرب ہے؟ صرف اس لئے کہ وہ اس آزاد فضا سے جس میں مطلق العنانی سے چل پھر سکتی تھی۔ جدا ہو کر قید میں مبتلا ہو گئی، جہاں وہ چلنے پھرنے سے بالکل محروم ہے، مچھلی کی ان دونوں حالتوں کو میں افلاس اور امارت سے تشبیہ دیتا ہوں،

ایک فقیر اور مفلس اپنی خواہش اور آرزو کیمطابق جہاں چاہتا ہے آتا جاتا ہے گویا اس کی حالت ایک

آزاد پرندکی مانند ہے کہ جہاں اسکو آزادی سے چگنے یا دانہ کرنے کا موقع ملتا ہے پہنچ جاتا ہے۔ اگر وہ
توجہہ و منظر سے آزاد نہ ہوتا تو اس آزادی سے اڑتا نہ پھرتا۔

برخلاف ایک دولتمند شخص کے جسکی نقل و حرکت پر لوگوں کی نگاہیں پڑتی ہیں، اور جو اس وقت تک
باہر نہیں نکلتا۔ جبتک کہ ایک گھنٹہ تک آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر تمام خود اپنے کو لوگوں کے دیکھنے کے قابل نہ
بنالے، لیکن باوجود اس کے جب وہ گھر سے باہر نکلتا ہے تو اپنے جسم و اعمال میں آزاد نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی پوزیشن
کا خیال بسا اوقات اس کو مناظر قدرت کے مطالعہ و مشاہدہ سے بھی محروم رکھتا ہے،

غرض میں یہ کہتا تھا کہ جب اس قدر مچھلیاں جال میں پھنس جاتی ہیں جنکی قیمت میری روزانہ ضروریات
کیلئے کافی ہوتی ہے، تو میں انکو لیکر دریا سے لوٹتا ہوں اور بازاروں یا لوگوں کے گھروں پر جاکر بیچ ڈالتا ہوں
جب دن ڈھل جاتا ہے تو اپنے گھر واپس آتا ہوں، میرا بچہ مجھے دیکھکر لپٹ جاتا ہے اور میری بیوی کا چہرہ خوشی
سے چمک اٹھتا ہے، غرض جب میں اس طرح روزی کماکر اپنے اہل و عیال کا اور نماز پڑھکر اپنے خدا کا حق
ادا کرچکتا ہوں تو چین سے پاؤں پھیلا کر سوتا ہوں، مجھے نہ قالین کی ضرورت ہے اور نہ نرم و گرم بستر کی، بس
ایسی حالت میں جبکہ اور لوگوں سے زیادہ مجھکو اطمینان قلب حاصل ہے، میں کیونکر اپنے کو بدنصیب خیال کروں
اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اور لوگوں کی برابر مال و دولت مجھکو میسر نہیں ہے،

مجھ میں اور ایک دولتمند شخص میں بس اس کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں کہ جب لوگ مجھے دیکھتے ہیں تو میری
تعظیم کیلئے نہیں کھڑے ہوتے، لیکن میری نگاہ میں اس تعظیم و تکریم کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے نہ مجھکو اسکی
کچھ پروا ہے، جب مجھکو لوگوں کے اعمال و معاملات سے کچھ تعلق نہیں تو مجکو اس سے کیا مطلب کہ لوگ بیٹھے
رہتے ہیں یا کھڑے ہو جاتے ہیں، ہوا میں اڑتے ہیں دریا میں گھس جاتے ہیں، میں ان لوگونکی حرکات کو اس
طرح دیکھتا ہوں جسطرح کہ ایک زندہ انسان کٹھ پتلیوں کی نقل و حرکت کو دیکھتا ہے، مجھکو اس دنیا میں
اپنے روزی دینے والے خدا کے سوا جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور جسکی توحید کا معترف ہوں اور کسی سے علاقہ
نہیں ہے، میں خدا کے سوا کسی اور شخص کی ربوبیت کا معتقد نہیں ہو سکتا۔ اور نہ مجھکو اس پر قدرت ہے
کہ خدا کی توحید کیساتھ کسی شخص کی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دوں، میرے اعتقاد کی یہ کیفیت یہاں تک
مضبوط و مستحکم ہو چکی ہے، کہ اگر ایک عظیم الشان بادشاہ مع اپنی شان و شوکت اور خیل و لشکر کے نمودار ہو،
تو میرا دل اس کے رعب و دبدبہ سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوگا۔ اور میری نگاہ میں اسکی وقعت ایک تھیٹر کے بادشاہ
سے زیادہ نہ ہوگی،

یہ یقین کامل جو مجھکو حاصل ہے، رنج و غم اور حزن و ملال کی حالت میں میری تسلی کا باعث ہوتا ہے

جب کوئی مصیبت مجھ پر نازل ہوتی ہے اور حوادث زمانہ مجھ پر ہجوم کرتے ہیں تو یہی یقین و اطمینان میرے مصائب کو ہلکا کر دیتا ہے، اور میں ان مصائب سے کیونکر اثر پذیر ہو سکتا ہوں۔ جبکہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ مقدر میں ہے اس سے گریز ممکن نہیں، اور یہ بھی جانتا ہوں، کہ جس قدر صبر و تحمل کیساتھ میں مصائب کو برداشت کرونگا۔ اسی قدر مجھکو اجر ملیگا،

میں قضا و قدر، خیر و شر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہوں، اور عذاب و ثواب کا قائل ہوں۔ اس لئے دنیا اور اسکی شان و شوکت میری نگاہوں میں حقیر ہے، لہٰذا نہ تو میں دنیا کی کسی نعمت پر مسرور ہوتا ہوں۔ نہ کسی مصیبت پر غم کرتا ہوں۔ نہ دنیا کی کسی حالت پر اعتماد رکھتا ہوں، یہاں تک کہ زندگی کو بھی ایک زوال پذیر سایہ سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ جب میں دریا کے ساحل پر جال لیکر جاتا ہوں تو یہ نہیں جانتا کہ میں اپنے اوپر مچھلیاں لادکر لاؤنگا۔ یا لوگ میرا جنازہ لادکر لائیں گے،

یہ دنیا ایک بحر زخار ہے اور لوگ تیرنے والے مچھلیوں کی مانند ہیں اور موت کی حالت ایک شکاری جیسی ہے، جو روزانہ جال اٹھائے ہوئے دریا پر پہرتا ہے، جس مچھلی کو چاہتا ہے پکڑ لیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے، لیکن جو بچگئی وہ بھی محفوظ نہیں۔ آج نہیں تو کل اس کی باری ہے۔ پس میں دنیا کی متاع چند روزہ اور فنا ہونیوالی دولت پر کیونکر رشک کروں، اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ میں چند روز کیلئے اس مہمانسرائے میں آیا ہوں، اور یہاں مجھے بہرحال جانا ہے،

میرا دوست کہتا ہے کہ شکاری کی یہ گفتگو سنکر اس کی عظمت میری نگاہ میں بڑھ گئی۔ اور مجھکو اس کی ذہانت و ذکاوت پر تعجب ہوا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ مجھکو اس کی خوش نصیبی پر رشک آیا۔ اور میں نے اس سے کہا۔ اے شیخ، میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ لوگ خوش نصیبی کے حاصل نہ ہونے پر روتے ہیں اور اسکی تلاش کرتے ہیں، لیکن نہیں پاتے، اس لئے انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ بدنصیبی بہرحال زندگی کے ساتھ ساتھ ہے،

شکاری نے کہا نہیں یہ غلط ہے، انسان فطرتاً خوش نصیب ہے۔ لیکن وہ اپنے ہاتھوں بدبختی کو مول لیتا ہے، بات یہ ہے کہ انسان پر مال کی طمع شدت کے ساتھ غالب آجاتی ہے، اسلئے اپنی موجودہ حالت اسکو ناگوار معلوم ہونے لگتی ہے، اور وہ ہمیشہ آہ و بکا کرتا رہتا ہے، وہ خیال کرتا ہے کہ یہ اس کا حق ہے کہ اس دنیا میں اس کی جو امیدیں ہیں وہ پوری ہوں، لیکن جب یہ امیدیں پوری پوری نہیں ہوتیں اور اس کی تدبیریں خطا کرتی ہیں تو وہ جھنجلاتا ہے اور ایک مظلوم کیطرح شکایت کرنے لگتا ہے، اسی طرح جب اس کا مال ضائع ہوجاتا ہے یا اولاد مرجاتی ہے تو وہ فریاد و زاری کرتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ اس کی امید کے برخلاف

ہوتا ہے، لیکن اگر اس کو پہلے سے اس کا کامل یقین ہو کہ انسان کے قبضہ میں جو کچھ ہے وہ مستعار ہے اور ایک معین وقت کیلئے ہے تو کسی چیز کے ضائع جانے پر اس کو ذرا بھی رنج و ملال نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کیلئے پہلے سے تیار پایا جائیگا۔ یہ تو انسان کی بڑی کمزوری ہے کہ وہ غلط توقعات قائم کر لیتا ہے، اور جب یہ توقعات پوری نہیں ہوتیں تو فریاد کرتا ہے،

انسان کی اکثر مصیبتیں اصلی و واقعی نہیں ہوتیں، بلکہ اس کی اندرونی بداخلاقی کیوجہ سے پیدا ہوتی ہیں، مثلاً ایک حاسد مزاج جب کسی خوش نصیب شخص کو دیکھتا ہے تو دل ہی دل میں کڑھتا ہے اور غمگین ہوتا ہے، اسی طرح ایک کینہ توز جب انتقام سے عاجز ہو جاتا ہے تو اس کو روحانی صدمہ ہوتا ہے۔ یہی حالت ایک حریص و طماع کی ہوتی ہے، کہ وہ اپنی امیدوں کے پامالی پر رنجیدہ ہوتا ہے، ایک شراب خوار کو فاقہ کے بعد تکلیف ہوتی ہے، ایک ظالم و جفاکار، مظلوم کی بددعائیں سنکر بیچین و مضطرب ہوتا ہے۔ یہی حالت کذاب، چغل خور، اور تمام گناہگاروں کی ہے، کہ وہ اپنے دل کی بدی اور گناہ کی بدولت اذیت اٹھاتے ہیں، پس جو شخص خوش نصیبی اور سچی مسرت کا طالب ہے، اس کو چاہیئے کہ وہ اس دولت کو اپنے نفس کے اندر تلاش کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو دنیا میں سب سے زیادہ بدنصیب ہے خواہ وہ آسمان و زمین کے تمام خزانوں کا مالک ہو،

میرا دوست کہتا ہے کہ تنکاری نے یہاں تک پہنچکر اپنی گفتگو ختم کردی، اور اپنا عصا لیکر اٹھ کھڑا ہوا اور چلتے ہوئے کہا، میرے محترم! میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اور جو دعا اپنے لئے کرتا ہوں۔ وہی آپ کے لئے، یعنی آپ کو اصلی سعادت و خوش نصیبی عطا فرمائے، خدا حافظ،

مترجمہ

(محمد اکرام اللہ خاں ندوی)

سودمند (دیوبند)

اس نام سے ایک ماہوار رسالہ افراد قوم کو سادہ و غریبانہ زندگی بسر کرنے، فضول و برباد کن رسوم و رواج سے بچنے کی ترغیب دینے کیلئے علیگڈھ سے مولانا سید جعفر حسین صاحب کی ادارت میں جون ۱۹۲۵ء سے نکلتا ہے، مضامین منثور و منظوم مقاصد مجوزہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی قابلیت سے لکھے جاتے ہیں، موقتۃ الشیوع رسائل کیلئے ابتدائی منازل نہایت کٹھن و دشوار گذار ہوتی ہیں۔ لیکن سودمند نے اپنی ابتدائی منازل میں قابل رشک ترقی کرکے اپنے بہترین مقاصد میں کامیاب ہونیکے لئے رستہ صاف کر لیا ہے، خدا مبارک کرے، جنوری ۱۹۲۶ء کا رسالہ یعنی "جوبلی نمبر" نہایت محنت و عرقریزی کے ساتھ ایڈٹ کیا گیا ہے، مضامین قابل دید اور سبق آموز ہیں، فروری کا رسالہ بھی اس وقت ہمارے سامنے ہے اور وہ جوبلی نمبر سے بھی زیادہ شاندار ہے، سرورق پر قارمن و مقروض کا ایک عبرت انگیز منظر دکھایا گیا ہے۔ کاغذ، کتابت، طباعت دیدہ زیب، قیمت سالانہ صرف دو روپے

سلطان ابراہیم ادھمؒ

آپکی نسب سے متعلق اختلاف ہے، اس بارہ میں القریش میں مضامین شائع ہو چکے ہیں، اب پیر امام علیشاہ صاحب پاک پتنی ایک تحقیق و تصدیق ارسال فرماتے ہیں، جس پر بڑے شمار علماء و فضلا کے دستخط ثبت ہیں جو بخوف طوالت نظر انداز کئے جاتے ہیں، باقی بغرض تفنن و اتفاقِ عامہ بجنسہ درج ذیل ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقل تحریر مولانا حاجی مولوی محمد نذیر صاحب،

الحمد للہ علی ما انعم و علم من البیان ما لم نعلم والصلوٰۃ والسلام علی خیر الخلائق والنعم سید المرسلین امام الاولین والاخرین محبوب رب العلمین مشتاق العاشقین زینۃ العابدین قدوۃ السالکین مولانا و مولی الثقلین جد الحسن والحسین امام القبلتین والمشرقین شافع المذنبین هادی المرشدین اللھم ارزقنا شفاعتہ ولقائہ ولوائہ الی یوم الدین۔ اللھم ثبت اقدامنا باجراء شرایعہ ونور قلوبنا بصدق محبتہ واجر لساننا باداء مدحتہ مان مدحت محمداً بمقالتی، لکن مدحت مقالتی بمحمد، اللھم اخذل اعدائہ وانصر اصحابہ والتابعین وائمۃ المسلمین، خصوصاً فی زماننا سلطان الاسلام خلیفۃ المسلمین والخادمین الحرمین الشریفین، اللھم احفظ مملکت وحیومشتہ عن اثر الکفرۃ الفجرۃ وانصر عساکرہ وسائر المسلمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین برحمتک یا ارحم الراحمین، بعدہ معروض خاطر جناب کیمیا ماثر مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب مقام ذوی الاحترام بودہ باشد، کہ جناب شما از احوال جناب حضرت سلطان الاولیا سلطان ابراہیم ادہم از بندہ استفسار کردہ بودند، کہ جناب حضرت ابراہیم بلخی بکدام نسب مشہور و معروف ہستند، در مملکت بخارا مخفی نماند کہ جناب حضرت سلطان ابراہیم بلخی در ملک بخارائی شریف بہ سید مشہور معروف ہستند نہ بفاروقی، چنانچہ اکثر مشائخ ماوراء النہر کتب در علم تصوف نوشتہ اند، از حال جناب حضرت سلطان ابراہیم کہ ترک سلطنت کردہ، فقر اختیار کردہ بودند، در کتابہائے خود بیان میفرمائید و نام جناب را بلفظ سلطان سید ابراہیم ادہم بلخی در زبان می آرند، و نیز از اولاد جناب حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخی در بخارا موجود است و آنرا ما ہم میدانیم و نیز از اولاد فرخ شاہ کابلی کہ از

نسل حضرت سلطان ابراہیم ادہم است در بخارا موجود است، ہر یکے ازیں در طائفہ خود ہا را سید میگویند۔ و ایشاں را دیگراں ہم سید میخوانند۔ ایں قدر کیفیت جناب حضرت سلطان العارفین ابراہیم ادہم بلخی در بندہ معلوم است ازیں زیادہ معلوم در بندہ باشد نیست، العلم عند اللہ و ہو یقول الحق و یہدی السبیل واللہ اعلم بالصواب

۱۳۳۵ھ تاریخ ۵ جمادی الثانی، حاجی محمد نذیر بخاری،

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ تحریر مرقومہ بالا جناب مولانا مولوی حاجی محمد نذیر صاحب بخاری کی ہے۔ جو نہایت مقدس بزرگ فارغ التحصیل عالم باعمل ہیں اور ہمیں ان سے ذاتی واقفیت ہے، کہ بہت عرصہ سے یہاں بھوپال میں تشریف رکھتے ہیں۔ فقط (دستخط تصدیق کنندگان)

(۲) نقل تحریر جناب مولوی نور محمد صاحب بخاری،

الحمد للہ الذی ارسل الینا رسولاً ہادیاً مبشراً و نذیراً و جعلنا من امتہ وارزقنا شفاعتہ فی یوم الحساب، اللہم ثبت اقدامنا فی اجراء شریعتہ و نور قلوبنا باتکار سنتہ واجر لساننا بثنا خلقتہ افض علینا رحمتک بحرمتہ اللہم نجنا من الآفات والبلیات ومن شر حاسد و الحاسدات، اللہم اجعل قلوبنا باتباع سید المرسلین امام الاولین والآخرین و باتباع اصحابہ النجوم الاہتداء والاقتداء و ائمۃ المسلمین الذین ہم ہدینا الی الصراط المستقیم، بعدہ معروض خاطر جناب مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب بودہ میدارد کہ جناب شما نیز از حالات جناب سلطان العارفین امام الاولیاء اعنی جناب حضرت سلطان ابراہیم را استفسار نمودہ بودند۔ جناب حضرت سلطان ابراہیم در مملکت فقیر نیز منسوب بہ سیدی میباشند، چنانچہ در مملکت فقیر نیز یک اولیاء کامل گذشتہ است ایک کتاب در تصوف بزبان ترکی تصنیف کردہ است و در کتاب مذکور اکثر احوالات اولیائے کرام مذکور است و نیز سلطان العارفین و قدوۃ السالکین حضرت ابراہیم در آں کتاب مذکور ہست و نام جناب بہ الفاظ سید نوشتہ است و نیز از اولاد جناب حضرت سلطان ابراہیم ادہم در بخارا موجود ہست و نیز بندہ در ملک بلخ آدم از اکثر اشخاص نام جناب را بالفاظ سید شنیدم، اینقدر در بندہ معلوم است، دیگر حقیقت حال جناب فقیر را معلوم نمیباشد کہ جناب سید باشند و یا فاروقی، و ہو یقول الحق و یہدی السبیل دیگر السلام مع الاکرام الی یوم القیام۔ نور محمد بخاری عفی عنہ الباری تاریخ ۵ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ،

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ تحریر مرقومہ الصدر جناب مولوی نور محمد صاحب بخاری کی ہے جو نو یا دس ماہ سے بھوپال بغرض تحصیل تکمیل علوم عربیہ تشریف لائے ہیں اس وجہ سے ہم بھی ان سے واقف ہیں نہایت متشرع باوضع شخص ہیں، انکی تحریر قابل وثوق ہے، فقط (دستخط تصدیق کنندگان)

(۳) نقل تحریر سید جابر شاہ سیاح بدخشانی،

من کہ بندۂ درگاہ اللہ سید جابر شاہ ولد سید شاہ مراد کہ میباشم از ملک شغنان بدخشان چنین

قرار می نمودم، کہ سلطان ابراہیم ادہم بلخی ترک سلطنت کردہ بود، در ملک مشہور است کہ سید بود از نسل امام حسن پسر کلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سید ابراہیم ز اولاد علی است گلے از گلستان شاہ حسن است

دستخط سید جابر شاہ صحیح است، بدست خود نوشتہ است، نقل مطابق اصل، احمد حسن فریدی

خانصاحب، پنشنر انجنیر محکمہ کاغذات دیہی وزراعت ممالک متحدہ، وسابق اسسٹنٹ ڈائرکٹر لینڈ رکارڈس و ایگریکلچر و فارسٹ انجنیر گورنمنٹ بھوپال، نوٹ، یہ سیام صاحب پڑہے لکہے واجبی ہی تہے املا بھی انکا درست نہیں، سند میں شعر بھی لکہدیا ہے یکن ہے کہ یہ مصرع گلے از گلستان شاہ حسین است ہو کیونکہ حضرت ابراہیم ادہم کو اولاد حضرت امام حسین سے تو بعض نے کہا ہے۔ اولاد حضرت امام حسن سے کسی نے نہیں لکہا۔ (احمد حسن فریدی)

فتاوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایسا ملازم ہے۔ آگرہ اس کا ہیڈ کوارٹر ہے وہاں اس نے مکان کرایہ پرلے رکہا ہے اور اس کو اپنے منصبی فرائض کے باعث ہمیشہ دورہ میں رہنا پڑتا ہے، اس کا علاقہ جس اس کو دورہ کرنا پڑتا ہے ستر میل تک ہے، زید روزانہ چھ چھ میل سفر کرکے ایک دو روز قیام کرکے سفر کرتا ہے پس اس صورت میں زید کو سفر و آگرہ میں قصر نماز پڑہنی چاہئے یا نہیں؟

جواب، آگرہ میں قصر نہ پڑہے، دورہ میں قصر پڑہے،

سوال۔ زید نے قبل نماز ارادہ کیا۔ کہ فلاں فلاں سورت پڑہے گا اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

جواب، کچھ حرج نہیں، خواہ وہی سورتیں پڑہے یا دوسری،

سوال، استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو مکروہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب، مکروہ نہیں ہوتا ترک اولے ضرور ہے، قاضی ظہور الحسن ناظم صدیقی سیوہاروی

مفید خلائق جنتری سنہ ۱۹۲۶ عیسوی، فخر الاطبا حکیم محمود علی خانصاحب ماہر اکبرآبادی ثم الدہلوی نے اس نام ایک جنتری چھپوا کر رفاہ عام کی غرض سے مفت تقسیم کی ہے، جنتری بجائے خود ایک کارآمد چیز ہوتی ہے مگر اسکے فوائد کی وجہ سے اور چند خصوصیتوں کے باعث عام جنتریوں پر فوقیت حاصل ہے، کتابت طباعت دیدہ زیب، حکیم صاحب موصوف فرحت خانہ دہلی سے مفت منگائیے،

ایڈیٹر

دوست اور ہم نشیں

پند بر دیوار

بعض ناداں، "دوست" اور "ہم نشیں" میں تمیز نہ کرنے کی وجہ سے دوستی کا اعتماد ہم نشیں پر کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ وہ اس قابل نہیں ہوتا۔ میرا تجربہ ہے کہ اعتماد کا یہ غلط استعمال بالاکثر جانی و مالی، علمی و تمدنی اور اخلاقی و روحانی نقصان اور ایسے نقصان کا باعث ہوتا ہے کہ عمر بھر اس کا چارہ کار نہیں ملتا۔ پس اگر دوامی پریشانیوں سے بچکر امن و سکون، اور راحت و اطمینان کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو، تو "دوست" و "ہم نشیں" میں تمیز کر لیا کرو،

تجربہ شاہد ہے کہ بھروسہ، اعتماد اور توقع کا زمانہ نہیں رہا۔ نیکدل اور سادہ مزاج لوگ اکثر عیار و مکار دوستوں کی ابلہ فریبیوں سے ایسے حوادث کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کہ زندگی تلخ کر بیٹھتے ہیں، اللہٰذا میں سطور ذیل میں دوستی پسند احباب کو یہ مشورہ دینا سعادت سمجھتا ہوں، کہ وہ کسی پر بھروسہ و اعتماد اور خصوصاً دوستی کا خیال کرتے وقت اس کے حالات و کوائف کا موازنہ کر لیا کریں۔ اور اس کسوٹی پر پرکھ لیا کریں، جو دانا، سمجھدار اور تجربہ کار لوگوں نے اس کے لئے تجویز کر رکھی ہے، تاکہ بعد میں پریشانی کا موقع نہ آئے،

اگرچہ اعتماد و بھروسہ کے بغیر دنیا کے کاموں میں گونہ دقتیں اور رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں، اور بغیر دوست و مشیر کے حیاتِ انسانی ہمیشہ ناکام ثابت ہوئی لیکن یہ ضروری نہیں کہ عام بازاری لوگوں کو مشیر یا دوست کا درجہ دیدیا جائے اور نہ یہ ضروری ہے کہ دوستوں کی فہرست اس قدر طویل ہو کہ وبالِ جان ہو جائے،

میرا ذاتی تجربہ ان امور میں بہت زیادہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ چالاک اور دھوکہ بازوں نے دوستی کے رنگ میں شریفوں کو بدنام اور کوڑی کوڑی کا محتاج کر دیا۔ عادات قبیحہ کے پرتو سے نمازی و پرہیزگار فاسق و فاجر ہو گئے، اور پھر نہ پاسِ وفا اور نہ احساسِ مروت، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ،

اگر ان حالات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو جی چاہتا ہے کہ لاتعلق رہنے کی کوشش کیجائے، اور مقولہ غالب پر عمل ہو

یعنی ؎

رہیے اب ایسی جگہ چلکر جہاں کوئی نہ ہو	ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے	کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار	اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

لیکن دنیا اور لاتعلق دو متضاد صورتیں ہیں اور اجتماع ضدین محال، لہٰذا نتیجہ یہ ہے کہ تعلقات کی وابستگی اور دوستی حیاتِ انسانی کے ضروری جزو ہیں، رہا یہ کہ دوست کیسا ہو؟ اس کا آسان ترین حل اور بہترین جواب کہ کوئی کلیہ قائم نہ ہونے کی وجہ سے مشکل ہے۔ لیکن اتنا تو ہو سکتا ہے کہ دوستی کا رشتہ قائم کرتے وقت نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیا جائے، تم دیکھتے ہو کہ ایک شخص خوش پوش و خوش گفتار ہے، جھوٹے وعدے کر لینے میں اسے بلا کی مشق ہے وعدہ خلافیوں کی فی البدیہہ توجیہوں اور معذرتوں میں اس کو کمال حاصل ہے، سینما میں آج تک جتنے ڈرامے دکھائے گئے ہیں۔ ان کے نام اس کو یاد ہیں، چارلی چیپلن کی ظریفانہ نقلیں وہ ایسی اتارتا ہے کہ کوئی اردو کا بھانڈ تو بھلا کیا اتاریگا۔ تھیٹروں کے عمدہ کھیلوں کی فہرست اس کے حافظہ میں محفوظ ہے اور مشہور ایکٹروں کے اس کو اچھی طرح یاد ہیں۔ تماشوں کی تازہ ترین خبریں مع انکی ایجاد سرمن کے اس کو ازبر ہیں۔ اس کے اپ ٹو ڈیٹ کپڑے ہر طرح اسکی قابلیت کی سفارش کر رہے ہیں، اور ان تمام خصوصیتوں کیوجہ سے وہ جس سوسائٹی میں بیٹھتا ہے اس کو مصروف رکھ سکتا اور اپنی آتش بیانی سے محو کر سکتا ہے، اور دوسرا باتونی اور مغرور نہیں بلکہ پہلے کے بالکل برعکس ہے، مگر بظاہر تمہارا شفیق مشفق اور خیر خواہ و ہمدرد ہے اور بباطن سینہ سیاہ اور مطلب براری مدنظر رکھتا ہے اگر تمہیں دونوں کی عادات مرغوب ہیں، ایک کی رنگینئ طبع اور دوسرے کے خوشامدانہ وطیرہ سے خوش ہو، اور انکی دوستی کا دم بھرتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کیونکہ تم پر انکی صحبت کا نامعلوم اور مہلک اثر پڑتا ہے جس کے نتائج بہت جلد تمہیں پشیمان کر دیں گے، پس اس قسم کے ہم نشینوں سے بچنے میں عافیت ہے،

تا توانی حذر کن از یار بد   یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد زخم ار زند بر جان زند   یار بد بر جان و بر ایمان زند

دوستی دو نفوس میں پر اسرار اتحاد ہے، جو ایک کو دوسرے کے ساتھ عمر بھر کیلئے وابستہ کر دیتا ہے، دوستی دو دلوں کے درمیان ایک پر ایثار تعلق ہے۔ کہ جب محبت سے ایک کا دل گرم ہوتا ہے تو اس سے دوسرا بھی پگھلتا ہے اور جب غم سے ایک کڑھتا ہے تو دوسرا بھی بیچین ہو جاتا ہے، دوستی ایک نام نہاد اتحاد نہیں ہے بلکہ ایک مخلص اور مقدس معاہدہ ہے۔ لہٰذا انسان کو اس معاہدہ کے قائم کرتے وقت بکمال عقل و دانش کام لینا چاہیئے، اگرچہ اس کیمتعلق کوئی جامع اور کلیہ قاعدہ قائم کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے حالات جدا ہوتے ہیں۔ ہر شخص کا مذاق جدا ہوتا ہے۔ مثلاً نرم طبیعت دوست ایک شخص کیلئے مفید ہوگا، لیکن کسی دوسرے کے لئے مضر، تاہم ایک عام قاعدہ بنانے کیلئے صرف وہ شخص انتخاب کرنا چاہیئے، کہ ذہین ہونے کے علاوہ جسکی تربیت اپنے مذہب کے اصول پر ہوئی ہو، جس کے دامن پاکبازی پر کوئی بدنما دھبہ نہ ہو، جس کے دل میں اپنے ملک کے قانون کی عزت ہو، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسمیں خودداری موجود ہو، اگر قسمت کسی ایسے شخص سے ملا دے تو کامیاب ہیں مگر

نایاب نہیں، تو اس کو فوراً آغوشِ اعتماد میں لے لو، اور زندگی بھر کا عہد و پیمان باندھ لو، ورنہ خطرے میں نہ پڑو اور ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را، کی زندہ تصویر بن جاؤ، (یہ سب سے بہتر ہے ہم اسے پسند کرتے ہیں،
ایڈیٹر)

قریشی اعجاز نبی عفی عنہ

نوٹ، اس مضمون میں مولانا سید حسن جعفری صاحب کے خیالات و فقرات سے مدد لی گئی ہے،
احقر اعجاز

بر گندم نما جو فروش دشمنان منافق

(از جناب قاضی شاہ ولی صاحب وکیل نکودر)

من خوب می شناسم مردانِ با صفا را — در دل کہ کینہ مخفی جنبش بہ لب ثنا را
حاسد بہ علم پر در کاسد بہ دُرِّ خالص — لعنت بہ ہر دو عالم غمّاز بیحیا را،
بدتر ز کفر افزوں، بدتر منافقت داں — راحت ہیچگونہ نرسد مردودِ مصطفیٰ را
نامش ہمیشہ برلب راندہ ز ربّ یزداں — شیطان خبیث از وی راضی بہر خطا را
ہر کس کہ قصد دارد از ہتک کس بہ مخفی — اجنب [illegible] لقیمتاً یابد بہ ہر بلا را
رویش سیاہ بہ دنیا در آخرت بسوزاں — بدتر ز سگ بہ بلہت بینی تو ناسزا را
ہر چند گو کہ خواہی ہاں کندہ ناتراشا — پشیمے نہ کندہ گردد درویش بینوا را

قاضی مباش غمگیں از لومِ نا ملائم
لعنت مدام بادا مردودِ کبیر ما را

نوحۂ غم

(در وفات حسرت آیات حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ)

اشک آنکھوں سے ہے اور خون جگر ہے جاری — سلسلہ سی جو لگے دل پہ ہیں نشتر کاری
غم و اندوہ نے افسوس سنبھلنے نہ دیا — قوم کے درد سے سینہ تھا ہمارا بھاری
قوم و ملت کا جو خادم تھا وہ بھی نہ رہا — اب کہاں ڈھونڈنے جائیں ہمیں عبدالباری
لکھنؤ ہو گیا بے نور سراپا افسوس — بجھ گئی شمع ہدا چھا گئی گھر گھر تاری
عالم و فاضل و مرتاض و ادیب اکمل — جس کے اوصاف سے واقف تھی یہ دنیا ساری
جس کے اخلاق حمیدہ کا زمانہ مداح — سیرت پاک تھی جس فرد کی پیاری پیاری
کارواں کیا ہو رواں جب کہ نہ ہو راہنما — قوم کیوں کر نہ بھٹکتی پھرے ماری ماری
مظہر عقل و خرد مورد الطاف عمم — جس کے اعمال سے مخفی نہ تھی شان باری
ناخدا کشتیٔ امت کا سدھارا افسوس — جس سے اسلام کے دریا میں ہے طوفاں طاری
نیک دل نیک صفت نیک نہاد و مومن — جس کے کردار سے ظاہر رہی نیکوکاری
ہند میں جس کے مریدوں کی ہے اتنی کثرت — جس کی گنتی کے لئے چاہیئے دفتر بھاری
کیسی ہستی نے کیا ہم سے کنارہ ہے ہے — جس کے انداز تکلم میں تھا لطف باری
نوع آدم میں وہ بالکل تھے فرشتہ طینت — جن کے اطوار سے ظاہر تھی حقیقت ساری
سب سے بے لوث تھی چاہت اور محبت تھی ہمدرد و ہم — ہاں مگر ذات میں داخل تھی بہت خود داری
ہندستان ہی کیا بلکہ مقام ہو ہر — ایک وحشت سی دلوں پر لگی ہونے طاری
جس کو غمخوار سمجھتے تھے وہ ہمدم نہ رہا — آج خود اس سے لگے کرنے کو ہم غمخواری
موت ہر حال میں اک دن تو ہے سب کے پیچھے — آج ان کی ہوئی کل اپنی ہوگی باری
دست و پا سرد ہوئے دل پہ قابو نہ رہا — صدمۂ دل نے زور سے کی تیاری
ہوش کی مجھ سے نہ پوچھو کہ کہاں ہوش ہے — موج غم آ کے بہا لے گئی سب ہشیاری

رقت انگیز یہ نوحۂ غم اے نامی
عمر بھر کیجیے بیٹھے ہوئے آہ و زاری

نامی کوہ سوا

نوحۂ ماتم

(در انتقالِ پُر ملال مولانا محمد مرتضےٰ صاحب معتمد ایجوکیشنل کانفرنس)

کیا بھروسہ عالمِ ہستی میں ہست و بود کا
ایک دن سب کو بہا لیجائے گی موجِ فنا

اب کریں کس سے بیاں افسانۂ غم دلگداز
کس کو اب جاکر سنائیں حال اپنا برملا

حیطۂ تحریر میں آتا نہیں سوزِ دروِ دل
ذکر کے قابل نہیں ہے دردِ غم کا ماجرا

انتقالِ قوم ہے ہمدرد کا خود انتقال
بزمِ دنیا سے اُٹھے آخر محمد مرتضےٰ

خیر خواہ ملک و ملت تھی تری ذاتِ سعید
تیری ہستی تھی دکن کے حق میں بیشک بیبہا

کیسی کیسی خدمتیں کیں ملک و ملت کیلئے
سرفروشی کا کیا حق جس نے سو دل سے ادا

فردِ ملک دکن کا تھا حقیقی خیر خواہ
اپنے مالک کی رضا جوئی میں تہا دل سے فدا

جس کا تہا طرز عمل اصلاح قومی رات دن
جو کہ دل رکھتا تہا پہلو میں بہت درد آشنا

خدمتِ قومی میں خواب و خور کی تک پروا نہ تھی
اس طرح رہتے تھے وہ مصروف ہر صبح و مسا

اب کہاں سے لائیں گے ایسا فریدِ روزگار
جس کا اب نعم البدل مشکل سے ہی مل جائیگا

ہائے اے طاعون تو نے کرلیا اچھا شکار
ایک صدر قوم کے کہانے سے تجھکو کیا ملا

جانشیں اس کا ہمیں آتا ہے مشکل سے نظر
آسماں تو ہی بتا کس کو وہاں دیگا بٹھا

حبِ قومی جذبۂ اسلام میں تہا بے مثل
امتِ مرحوم کا دل سے تہا سچا پیشوا

مذہبی جلسوں میں رہتا تہا وہ اکثر پیش پیش
حق بیانی کے نیستاں میں مثل شیر تہا

یہ صفی الدین کا نور نظر تھا بے بدل
جس کا ہے مشہور اور معروف زہد و اتقا

گرچہ تیرے خانداں میں اور بھی افراد ہیں
ان میں تیری شان کا آنا اب مشکل فدا

[illegible] پاک سے اتنی دعائے مغفرت
جنت الفردوس میں تجھکو خدا دیوے جا

[illegible] رتبہ مفضل سے اپنے وہاں حق بخش دے
اور ملائک پڑھیں تیرے شانِ روز جزا

قبر کی سختی میں تیرے کام آئیں غیب سے
حضرت غوث الوریٰ رحم علی مشکلکشا

اب کہاں نامیؔ بیانِ درد و غم کی ہے مجال
خستگی سے آجکل ہے حال دل اپنا برا

نامی کوہ سوار

تذکرۂ برادری

ذرا غور سے پڑھیئے شاید کوئی مطلب کی بات ہو

چند نقطے ہیں جو نوٹ کر دئے جاتے ہیں۔ طویل علالت کی تکان ہنوز دماغ سے نہیں گئی
اس لئے صحت نہیں ہو سکی، آپ مطالب معانی سے مطلب رکھئے، ایڈیٹر

"زندہ قوموں کی جد وجہد" کے عنوان سے القریش میں بارہا اس حقیقت کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ "قومی حیات و ممات کا راز قومی اخبار و رسائل کی کامیابی پر موقوف ہے"، جو قومیں آج اوج ثریا پر کامیابی کا پرچم لہرا رہی ہیں سب اسی معیار کی رہین منت ہیں، لیکن ان تمثیلات سے ہمارے قریشی بھائی کیا سمجھے؟ ان نتیجہ خیز مضامین سے انہوں نے کیا پایا؟ سنئے ذرا سننے کے قابل ہے،

اقوام عالم کی روز افزوں ترقی اور اسباب عروج و اقبال کے مطالعہ و مشاہدہ سے وہ ایسے متاثر ہوئے کہ قومی حمیت کا طوفان اٹھا اور "قومی مرکز" (جو چند دردمندان نے خون جگر سینچ کر بنایا تھا) کو بہا لے گیا، جو اب ایک مدت سے بے نام و نشان ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ فضل کرے، یہ پہلا جوش اور پہلا ولولہ ہے، ہاں پھر اس حقیقت کو پاکر کہ قومی حیات و ممات کا راز قومی جرائد کی کامیابی و ناکامی میں مضمر ہے، وہ القریش کی امداد کیلئے بڑھے اور ایسے بڑھے کہ دنیا بھر کے قومی جرائد شرمندہ ہیں، القریش ہفتہ وار سے ماہوار ہو گیا۔ تعداد اشاعت میں کچھ حیرت انگیز معکوس اضافہ ہوا۔ قریشی برادری کا یہ استقلال ہے کہ ان انقلابات کا تو اثر لوٹنے نہیں پایا۔ اللّٰھم زد فزد، ایک پہلو اور بھی تھوڑا سا ملاحظہ کیجئے،

جنوری کا القریش ان پچاس احباب کی خدمت میں بصیغہ وی پی بھیجا گیا جنہیں ایک ماہ قبل اطلاع دیدی گئی تھی کہ آپ کا چندہ سالانہ ختم ہونیکی وجہ سے جنوری کا رسالہ بصیغہ ویلیو بھیجا جائیگا۔ خدانخواستہ کوئی امر مانع ہو جس سے آپ آئندہ جاری نہ رکھ سکتے ہوں تو دفتر کو مطلع فرما دیجئے تاکہ وی پی کے جرا کی تکلیف اور پھر اس کی واپسی نقصان اور رسوائی کا موجب نہ ہو۔ اس اطلاع کے جواب میں ایک سکوت رہا۔ جو اسبات کا بین ثبوت تھا کہ سب وصول ہونگے، مگر نتیجہ، ۱۳ وصول اور ۳۷ واپس، یہ ایثار ہے، کہ ۲ پائی کے خرچ کی توفیق نہ ہوئی اور ۳ر ضائع جائیگا دریغ نہ ہوا۔ ۳۷ واپسیوں کا نقصان ۲ر فی کے حساب سے لگائیے اور دیکھئے، کہ کچھ توقع باقی رہ جاتی ہے؟

واپس کنندگان میں تحصیلدار، اوورسیر، مجسٹریٹ، ای۔ اے۔ سی، تاجر، ڈاکٹر، بڑے بڑے رئیس

اور ایسے لوگ ہیں جنہیں مال و دولت اور عز و اقبال نے اندھا اور قوم کے نیک و بد سے بے نیاز کر رکھا ہے، وہ سر شفیع اور سر رحیم بخش ایسی بلند پایہ ہستیوں کی قومی خدمات مطالعہ کرنے کے لئے چشم بینا نہیں رکھتے، اور مشاغل ذاتی سے برادری کی عام حالت پر غور کرنیکی فرصت نہیں پاتے، لیکن بدقسمتی سے قوم ان پر بھروسہ رکھتی ہے، سچ ہے

سے کسی قوم کا جب الٹتا ہے دفتر، تو مسخ ان میں ہوتے ہیں پہلے تونگر

ہمنے ایک کرمفرما کے ارشاد کی تعمیل میں چند روز ہوئے دو بھائیوں کے وی پی بھیجے، جن میں سے ایک تو دوسرے ہی دن عدم پتہ ہو گئے اور ایک اقرار و مدار پس پشت ڈالکر صاف انکاری ہو گئے، کوئی ان نیک بندوں سے پوچھے کہ بھائی کونسی تلوار تھی کہ تم وعدہ کرنے پر مجبور ہوئے، قوم کے غریب رسالہ کے مالی نقصان میں تمہیں کیا مزہ آیا۔

ایک اور صاحب ہیں جو خیر سے پولیس کے سب انسپکٹر ہیں، بظاہر قومی درد میں بیتاب، لیکن جب ان کے ایک مہربان کی فرمائش پر نمونہ کا پرچہ پیش کیا گیا تو گردش ایام، خانگی تنازعات، بنک کے حصص کے جھگڑے سب سامنے آگئے اور اس وجہ سے آپ خریداری سے مجبور ہو گئے، اللہ میاں مشکلات آسان فرمائیں خصوصاً بنک کے حصص کی الجھن جلد از جلد سلجھ جائے، آمین،

گذشتہ دنوں دوران سفر میں ہم نے اپنے ایک محسن سے ایک مولوی صاحب کی تعریف و توصیف اور خصوصاً یہ کہ آپ قوم پر سو جان سے فدا و قربان ہیں۔ القریش دیکھیں گے تو درجنوں خریدار دیں گے، خود معاون ہونگے اور قلمی اعانت سے افراد قوم کو مستفیض کریں گے، وغیرہ سنکر میں سمجھا کہ قوم کی بہتری کے دن آگئے، وحشت دکو کافور ہونیوالی ہے اس لئے میری مسرت کی انتہا نہ رہی، مگر سونا جب کسوٹی پر آیا تو تانبا نکلا۔ یعنی جب آپکی خدمت میں قلمی اعانت کی استدعا کیگئی اور القریش ملاحظہ کیلئے پیش کیا گیا۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ

"وعلیکم السلام۔ آپ کا ارسال کردہ رسالہ ملا اور تحریر بھی، جواباً عرض ہے کہ ہمیں تعلیم و تعلم کے سلسلہ کیوجہ سے عموماً مشاغل کثیر ہیں۔ رسالہ اگرچہ بہت مفید ہے لیکن ہم مطالعہ سے قاصر ہیں جب تک ہماری جانب سے استدعا نہ پہنچے، رسالہ نہ بھیجیں"

حسب الحکم حضرت شاہ صاحب قبلہ، راقم احقر غلام مصطفٰی

اس مکتوب پر ہم کوئی ریمارک نہیں کرنا چاہتے اور نہ تعلیم و تعلم کے مشاغل کثیرہ کے مدعی مولانا کے "ایک بہت مفید رسالہ کو ٹھکرا دینے کی صنعت پر کوئی حاشیہ آرائی مقصود ہے، بلکہ خط کے اندراج سے غرض یہ ہے کہ وہ ناظرین کرام

دردمندانِ قوم سے خطاب

جنہیں مطالعہ کی کچھ فرصت ملتی ہے یا قومی درد سے اپنا قیمتی وقت اس کی مطالعہ پر ضائع کرتے ہیں، اسباب کا اندازہ لگائیں کہ قوم کی عام حالت کیا ہے۔ اور ایک جاہل سے فاضل، او متوسط الحال سے عالی مرتبت مجسٹریٹ اور غریب سے رئیس تک تمام کے حالات مطالعہ کرکے جائزہ لیں کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے قومی ترقی کی کوئی امید ہو سکتی ہے؟ اور کیا القریش زندہ رہ سکتا ہے؟ دقیقہ رس اور معاملہ فہم دردمندانِ قوم فرمائیں تو اکہ.. .. .. ..

سلجھی ہوئی قومیں روز افزوں ترقی کر رہی ہیں، ان کے بچے بچے کو احساس خودداری ہے وہ اپنی ضرورتوں کو سمجھنے کے علاوہ دوسروں کی مدد کرنا اپنا فرض اولیٰ سمجھتے ہیں، لیکن ہماری کیفیت معلوم!

چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب ایل بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لا، گوجرانوالہ کے نامور فرزندان اہل کے چشم و چراغ ہیں، علمی شغف اور اصلاحی امور سے آپکو گہری دلچسپی ہے، مسلمانوں کے درد کی آپ کے دل میں حقیقی تڑپ ہے، آپ القریش سال بھر کے لئے خرید فرماتے ہیں اور اپنی گرہ سے چندہ ادا کرکے ایک فاروقی النسل قریشی بھائی کے نام ایک سال کے لئے جاری کراتے ہیں، کیا حقیقت میں یہ اُن کا فرض تھا یا آپ کا؟ کیا آپ اس عدیم المثال ایثار سے اپنا فرض محسوس کریں گے؟ چوہدری صاحب کی توجہ فرمائی کے ہم بدل مشکور ہیں،

شکریہ

سخت فروگذاشت ہوگی اگر اس موقع پر القریش کے ان معاونین کرام کی امداد و اعانت کا شکریہ نہ کیا جائے جنہیں ہر حالت میں اس قومی ارگن کی بہتری منظور ہے اور اسکی عملی امداد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے،

(۱) مکرم بھائی عطاء اللہ صاحب کلرک دالبندین (بلوچستان) سے بیس روپیہ کی گرانقدر رقم اس لئے ارسال کرتے ہیں کہ اس میں غیر مستطیع قریشی برادران کے نام رسالہ جاری کر دیا جائے، آپ نے اپنے ایثار کا عملی ثبوت دیتے ہوئے بر بنیاد ڈالی ہے وہ قوم اور قومی ارگن دونوں کے لئے مفید ہے، مالی تکالیف رفع ہو سکتی ہیں، غیر مستطیع برادران کو موقع مل سکتا ہے، بہرکیف ہم آپ کی اس تحریک کو قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں، اگر دیگر احباب بھی آپ کی تقلید کریں تو بہت سی تکالیف کا فوری سدِّ باب ہو سکتا ہے، ہم آپکی توجہ فرمائی کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں،

(۲) مولوی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی القریش کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ فردی میں رسالہ کی اشاعت کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ لیکن آپ کی علمی و مالی امداد کا سلسلہ برابر جاری رہا جس کیلئے ہم دلی مشکور ہیں، تفصیل آئندہ اشاعت کے لئے چھوڑ دیگئی،

(۳) مفتی محمد حسین صاحب انصاری مالک بازار کلکتہ کے ایک خاص گرامی نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قوم کو بیدار کرنے کیلئے خاص ذرائع و وسائل کو عمل میں لا رہے ہیں، تفصیل کا انتظار رہے۔ خدا آپکے عزم و استقلال

اور ثبات قدمی عطا کرے، آمین،

ندوہ

قومی حالات کے مطالعہ سے میری حالت بالکل مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ کے مصداق ہے، اگرچہ القریش ابتدائً دو دو ہزار کی تعداد میں مختلف فہرستوں کے مطابق پوسٹ کیا جاتا رہا ہے اور نواح ہند سے باہر غیر ممالک تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ اخبارات میں اعلانات، ریویوز، اشتہارات کثرت سے نکلوائے گئے تھے، اور یہ سلسلہ برابر ۶ ماہ جاری رکھا گیا تھا۔ اس پر بھی اگر بقول مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی یہ سمجھ لیا جائے، "کہ قوم کو القریش کے اجرا کا ہنوز پتہ نہیں"۔ تو تعجب ہوتا ہے کہ مولانا موصوف کی کتاب حقیقۃ السیادۃ" کی اشاعت و تقسیم سے وہ قلوب کیوں متاثر نہ ہوئے جو القریش کی لاعلمی کا بہانہ لئے ہوئے تھے، اور ان کو کیا ہو گیا، جو ندوہ کے رکن اعظم سمجھے گئے۔ اور جن سے مولانا تبادلہ خیالات فرما چکے تھے اور نیز جن کی اہم وار فہرست کسی گذشتہ اشاعت میں شائع بھی ہوئی تھی، ان کی زبانیں خاموش اور قلمیں کیوں ساکن ہیں، جن سے مشورہ کی خواہش کی گئی تھی؟ مولانا نے دماغ، زر اور وقت صرف کیا۔ کیا برادری کا یہی فرض تھا جو اس نے انجام دیا؟ افسوس!

ایک مشورہ کا اعلان القریش مطبوعہ جنوری میں بدیں الفاظ شائع کیا گیا تھا۔ کہ "ندوۃ القریش کی مجلس شوریٰ کی فہرست کی ترتیب ناظرین القریش پر چھوڑ دی جائے، تاکہ معلوم ہو کہ کون کون احباب قومی درد رکھتے ہوئے شرکت مجلس شوریٰ کے لئے اپنا نام پیش کرتے ہیں"۔ تجویز معقول تھی ہر ایک کو موقع تھا۔ لیکن تمام ناظرین میں سے اس امتحان میں پیر علی احمد صاحب فریدی (موگہ) کامیاب ہوئے، اور بس! یہ ہے قوم کا احساس بیداری، حقیقۃ السیادۃ کے ایک ہزار ناظرین میں سے ایک کا دل بھی تو "ندوۃ القریش" کی سکیم سے محظوظ نہیں ہوا۔ قومی حمیت کی لہر کسی ایک کے جی سے بھی تو نہیں اٹھی، اور جب سکوت و سکون، اور خاموشی و غفلت کا یہ عالم ہو۔ تو سوچنے کی بات ہے کہ تذبذب نہ ہو تو کیا ہو، بہرکیف دردمندانِ قوم کا فرض ہے کہ وہ چارہ کار تلاش کریں، اور ہمیں اپنے اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں۔ تاکہ شاہراہِ عمل پر انکی تدابیر عمل میں لائی جائیں،

انتقالِ پُر ملال

انجمن قریش کے سرگرم رکن اور ہمارے کرمفرما جناب منشی فتح محمد صاحب بٹالوی کا جوان اور ہونہار پوتا مظفر علی پندرہ روز بیمار رہکر فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم نویں جماعت کا ایک ہوشیار و لائق طالب علم تھا۔ سکول کے طلباء اور مدرسین کو اسکی وفات کا کمال صدمہ ہے، منشی فتح محمد صاحب کی پریشانی حالی دیکھی نہیں جاتی، ہمیں عزیز کی وفات کا دلی رنج ہے، دعا ہے کہ اللہ میاں مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے،

نصابِ و طریقۂ تعلیمِ نسواں

پر

چند خیالات کا اظہار اور دلچسپ ریمارکس

دہلی سے حضرت اکبر حیدری کی ادارت میں "اُردوئے معلّٰی" نامی ادب اردو کا ایک ماہوار رسالہ شائع ہوتا ہے جو اپنی رنگینیٔ مضامین کی وجہ سے مقبولِ عام اور معاصرین میں امتیازِ خاص رکھتا ہے،

اس رسالہ میں جناب غمّاز کا سبق آموز مضمون "ارتقائے تمدّن" کے عنوان سے نکل رہا ہے جس میں مستورات کی ضرورت سے زیادہ آزادی، بیباکی، شوخی اور آوارگی سے متاثر ہو کر سچاس سال بعد کی دنیا کا نقشہ نہایت قابلیت و خوبی سے ترتیب دیکر پیش کیا گیا ہے۔ روزمرّہ کے مشاہدات حضرت غمّاز کے ان خیالات کا مسلم ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ۱۹۷۵ء میں عورتوں کی یہ آزادی سرکشی سے بدل جائیگی اور مرد امورِ خانہ داری کے علاوہ دھوبی، درزی اور باورچی وغیرہ کی خدمات انجام دینے پر مجبور ہوگا۔ عورتیں خودسری اور خودرائی سے خاوندوں سے ادنیٰ نوکروں کا کام لیں گی، گویا دنیا کایا پلٹ ہو جائے گی،

لوگ ان باتوں کو فسانہ کیطرح پڑھتے اور ہنستے ہیں، مگر حقائق پر غور کر کے اصلاح کیجانب متوجہ ہونے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے،

نونہالانِ قوم جو مغربی تہذیب کے اثر سے کالج ہی سے اچھے خاصے انگریز بنکر نکلتے ہیں اور قوم و مذہب کی پابندیوں سے آزاد رہکر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں یہ سب انہی کے عادات و اطوار کا پرتو ہے جو مستورات پر پڑ رہا ہے لیکن زیادہ اور بہت زیادہ برا اثر اس "نصاب و طریقہ تعلیم" کا ہے جو فی زمانہ رائج ہے، لہٰذا مصلحانِ قوم کا فرض ہے کہ وہ نصاب و طریقہ تعلیم کی اصلاح کی طرف فوری توجہ دیں، ورنہ یہ آزادی و بےباکی مذہب و ملت اور دین و ایمان کا کام تمام کردیگی، شرافت و نجابت ذاتی نام کو نہ رہیگی، اور اخلاق و آداب کا وہی حشر ہوگا جس کا خاکہ حضرت غمّاز ارتقائے تمدّن میں پیش کرتے ہیں،

رسالہ "نوجوان" میں علامہ عبداللہ یوسف علی ایم۔ اے، پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے نصابِ

وطریقہ تعلیم نسواں پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جو اصلاحات پیش کی ہیں بلاشبہ وہ قابل اور لائق عمل ہیں، انتخاب ملاحظہ کیجیے اور مفصل کا انتظار،

آپ فرماتے ہیں، کہ

"طالبات کو ایسے مضامین پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے، جن سے اُن کی مواسنت نہو، دماغی و ذہنی استعداد و قابلیت مدنظر رکھتے ہوئے عام تعلیم دینی چاہیئے، ان کیلئے کسی خاص مدرسہ، کالج یا یونیورسٹی امتحان کی ضرورت نہیں، مذہبی و اخلاقی تعلیم کے ساتھ ساتھ حساب کتاب، جغرافیہ اور تاریخ سے واقفیت دلانا ضروری ہے زیادہ زور "امور خانہ داری" پر دیا جائے، غذا کے اوصاف و خواص، کفائت شعاری، اسینا پرونا، کشیدہ کاڑھنا رنگ سازی، کمروں کی صفائی، روشنی اور ہوا کی درآمد برآمد کا سلیقہ سکھایا جائے"۔

ہم آپکے قیمتی خیالات کی قدر و عزت کرتے ہوئے بزور تائید کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ موجودہ نصاب وطریقہ تعلیم آپ کی تجویز کے مطابق فوراً بدل دیا جائے،

امید ہے کہ علامہ موصوف نوجوانان قوم کیلئے بھی کوئی لائحہ عمل تجویز کرنیکی تکلیف کریں گے تاکہ مغربی تہذیب کے اثر و پرتو سے محفوظ رہکر وہ بھی قوم کے کسی کام آسکیں،

مُرقّع

ادبِ اردو کا یہ ماہوار رسالہ جنوری ۱۹۲۶ء سے سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کی ادارت میں لکھنؤ سے دیدہ زیب صورت میں نکلنا شروع ہوا ہے، تین نمبر جو اب تک نکل چکے ہیں اور اسوقت ہمارے سامنے ہیں، اپنا شاندار مستقبل پیش کرتے ہوئے اس بات کی معتبر ضمانت ہیں، کہ مرقع مولانا وصل کے ہاتھوں میں حسب دلخواہ ترقی کرتا ہوا اپنے بہترین مقاصد میں کامیاب ہوگا۔ ادبی، علمی، تاریخی اور تنقیدی منظوم و منثور مضامین کے مفید سلسلہ کے علاوہ دلچسپ اور سبق آموز فسانہ کی اشاعت کا بھی اہتمام ہے، فارسی زبان اور اس کا علم ادب، مثنوی معنوی کا ایک نسخہ جدید، تاریخ جرمنی، گلستان جلی کی تحریر و تنقید ایسے مضامین کی اشاعت ایک بہترین علمی خدمت ہے اور اہل معنی پر ایک احسان، لبعض مضامین تو اتر ٹوٹ جانے سے بے اثر و بے لطف ہو جایا کرتے ہیں، امید ہے کہ حضرت وصل یہ تقسیم پیدا ہونے دینگے، "مرقع" میں مشاہیر و بزرگان سلف کے خطوں کے عکس بھی شائع کئے جاتے ہیں جو رسالہ کی شان کو دوبالا کر دیتے ہیں مارچ کے مرقع میں غالب مرحوم کے دو خطوں کا عکس شائع کیا گیا ہے، فروری میں شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ کی تحریر کا عکس شائع ہوا تھا جس کے مطالعہ سے ایک خاص لطف حاصل ہوتا ہے، کاغذ، طباعت، کتابت عمدہ، سائز ۲۰×۳۰/۸ حجم ۴۸ صفحات، قیمت سالانہ پانچ روپے (صہ)

پتہ ذیل سے طلب کیجیے

منیجر رسالہ "مرقع"، لکھنؤ

ایڈیٹر

متفرقات

نظام عالیمقام اور طب اسلامی

اعلیحضرت حضور نظام عالی مقام شہر یار دکن امام اللہ اقبالہ کی ذات ستودہ صفات نہ صرف اپنی رعایا کیلئے بلکہ تمام ہندوستانیوں کیلئے اسلامی علوم و فنون کے زندہ رکھنے کیلئے ایک آیۂ رحمت ہے،

بے شمار سابقہ فیاضیوں کے علاوہ حال میں اعلیحضرت نے بذریعہ فرمان مبارک یونانی طریق علاج کے شفاخانہ کے لئے پانچ لاکھ روپیہ کا گرانقدر اور شاہانہ عطیہ منظور فرماکر عوام الناس پر ایک بھاری احسان فرمایا ہے،

یونانی طریق علاج نہایت موثر و مفید ہے۔ اس کی ضرورت کا اہل ملک بڑا احساس تھا۔ اعلیحضرت کی توجہ فرمائی پر ہند و مسلم نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے ہیں اور آپ کی سلامتی کیلئے دست بدعا،

جو مفسد و متعصب ہستیاں ہر مہر کو عیب کی نظر سے دیکھنے کی عادی ہیں وہ اعلحضرت کی ذات والا صفات سے بھی بے بنیاد الزامات منسوب کر رہی ہیں۔ اگرچہ ان کی یہ گستاخانہ روش کوئی حقیقت نہیں رکھتی تاہم ہم آئندہ اشاعت میں اس پر خامہ فرسائی کریں گے، تاکہ غلط فہمی نہ رہے،

تعطیلات رمضان

ممالک محروسہ سرکار عالی میں صرف عدالت ہائے دیوانی اور مدارس کو موسم گرما میں تعطیلات دی جاتی ہیں مگر متواتر تین سال سے سال ماہ رمضان المبارک کی تعطیلات اس وجہ سے دیجارہی ہیں کہ رمضان شریف موسم گرما میں آرہا ہے، اور ملازمین سرکار کو روزہ کیحالت میں کاروبار کی زحمت گوارا کرنا پڑتی ہے، اطلاع ملی ہے کہ امسال بھی سالہائے گذشتہ کیطرح پورے ماہ صیام کی عام تعطیل منظور فرمائی گئی ہے، ایک ایک مہینہ کی پیشگی ماہوار کی تقسیم کا حکم بھی بارگاہ جہاں پناہی سے شرف صدور لایا ہے، تمام ممالک محروسہ کے دفاتر وغیرہ اس تعطیل سے مستفید ہونگے اور روزہ دار اطمینان کیساتھ اپنے مالک و ملک کیلئے دعا کرینگے، ان مراعات خسروی سے ہندو مسلمان دونوں فرقے مستفید ہوتے ہیں، یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یوں بھی ممالک محروسہ میں عام تعطیلات کی مجموعی تعداد بہی زیادہ ہے جو ہندوؤں کے تہواروں اور رسوم و جاترا کیلئے دیجاتی ہے، اگر ان مراعات اور نوازشات پر بھی دشمنان انصاف الزام دیں تو پھر انکی سیاہ دلی و کور چشمی نہیں تو کیا ہے؟

ایک اور "کانفرنس"

قریشی برادری دیدۂ عبرت وا کر کے دیکھئے کہ "زمانہ میں کیا ہو رہا ہے"۔ اگر اتنی بھی فرصت نہیں، تو ... ...

اقوام عالم میں ایک راجہ دھجام قوم بھی ذرا پیچھے بیدار ہوئی ہے لیکن پھر بھی قریشیوں سے پہلے، اسپر رحم کرے،

ماسٹر بدرالدین اور مہنت خزان سنگھ نے اپنی قوم برادری کے نام ایک مشترکہ اعلان شائع کیا ہے جس میں تعطیلات دسہرہ میں امرتسر کے مقام پر جمع ہونے کی دعوت دیگئی ہے، تمام ہندو، مسلم اور سکھ عوام اس معاملہ گہری دلچسپی لے رہے ہیں علاقہ میں سفیر جمع ہو رہے ہیں سرمایہ جمع ہو رہا ہے، خوب! خدا ہمیں بھی خواب غفلت سے بیدار ہونیکی توفیق دے،

مسلم راجپوتوں کے تعلیمی وظائف

انجمن مسلم راجپوتان کے جلسہ شیخوپورہ میں مولانا ظفر علی خاں کی تحریک اور راجہ طالب مہدی خانصاحب ڈپٹی کمشنر کی تائید سے ۲½ ہزار کے قریب چندہ جمع ہونے پر مسلم راجپوتوں کے وظائف کا اعلان کیا گیا۔

بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیداست

خیال تھا کہ ہندوستان کے مسلمان ہی اخلاقی و اقتصادی لحاظ سے زوال پذیر ہیں، اخبارات کو پڑھیے اور مسلمانان عالم کے حالات پر ایک نظر ڈالیے، فلاکت و ادبار کا ایک بادل ہے کہ سارے آسمان پر چھایا ہوا ہے۔ یورپ کی چھوٹی سی سلطنت بوسینیا۔ ہرزی۔ گوبینا کا نام سنا ہوگا۔ جو کسی زمانہ میں ترکی کے ماتحت تھیں۔ یہاں کے مسلمانوں کی اخلاقی و اقتصادی حالت ہندوستانی مسلمانوں سے بھی گئی گذری ہے۔ ان ممالک میں مالکان اراضی ہرچند مسلمان ہیں مگر انکی تنگدستی کا یہ حال ہے، کہ وہ اپنی اولاد کو اچھی طرح تعلیم بھی نہیں دلا سکتے لیکن فاقہ مستی کی رنگینیاں ملاحظہ ہوں۔ کہ کافی شاپوں میں گپیں ہانکتے اور ہوٹلوں میں شراب خوری کرتے ہیں۔ ان ممالک میں شراب خواری کی بڑی کثرت ہے اس ظلمت خانہ میں صرف ایک امید کی جھلک ہے کہ وہاں کی ایک مختصر سی جماعت کو دینی و دنیوی تعلیم کا خیال پیدا ہو گیا ہے دو طلبا مذہبی تعلیم کیلئے قاہرہ (مصر) میں بھیجے گئے ہیں۔ ایک کو علوم مشرقیہ کے لئے پیرس بھیجا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کی اخلاقی و اقتصادی فلاح و بہبود کیلئے خاص جد و جہد ہو رہی ہے، اللہ فضل کرے،

ہفتہ صحت کا میلہ

لیڈی ہارڈنگ بالقابہ نے ہندوستان میں "ہفتہ صحت" کی بنیاد جس غرض و ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈالی تھی افسوس ہے کہ اس سے متمتع ہونیکی کوشش نہیں کیجاتی۔ بلکہ سالانہ میلہ کے طور پر ہفتہ صحت کا میلہ بھی لگا لیا جاتا ہے تفصیل کی تو گنجائش نہیں مختصراً یہ بات ضرور قابل ذکر ہے کہ اراکین بلدیہ

پڑھی لکھی بہنوں کے نام ایک خط

، مکرمہ تسلیم، امرتسر کے زنانہ رسالہ **"نورجہاں"** (جو عورتوں کی ادبی روحانی علمی و اخلاقی ترقی کے لئے جاری ہے) کا نمونہ اگر آپنے ابھی تک نہ دیکھا ہو تو ہماری دفتر سے طلب فرمائیں، اس رسالہ میں متعدد انعامی مقابلے طالب علم لڑکیوں، استانیوں اور جملہ خواتین میں علمی مباحث اور مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کیلئے وقتاً فوقتاً جاری کئے جاتے ہیں کیونکہ عورتوں میں بیداری پیدا کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ ایک انعام مکرم محترم دوست سید حفیظ الدین صاحب سب جج نکودر نے **دستکاری کی ضرورت** کے عنوان پر بہترین مضمون لکھنے والی بہن کو دینا تجویز کیا ہے، اس مقابلہ کے لئے مضامین ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء تک صاف اور خوشخط لکھ کر میرے پاس پہنچ جانی چاہیئے، مقابلہ میں شامل ہونیوالی بہنوں کو ایک ایک کاپی اس پرچہ کی مفت بھیجی جائیگی جسمیں انعام پانیوالا مضمون شائع ہوگا۔

امید ہے آپ خود بھی اور کسی عزیز مستحق سے بھی اس مقابلہ کے لئے مضمون بھجوائیں گی، زنانہ مدارس کی استانیوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی شاگرد لڑکیوں کو ان انعامی مقابلوں کیطرف متوجہ کر کے انکی ذہنی و علمی ترقی کا باعث ہونگی۔

خاکسار، امیر عزیز الرحمن مالک مینجر رسالہ "نورجہاں" امرتسر

اللّٰہ اکبر

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ——— فی پرچہ چار آنہ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس پرنٹر قریشی محمد علی رونق پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا ؎

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی، کا سبق دینے اور رسومات قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ "القریش" کی آواز بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

(۱) **قلمی اعانت** (اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل سے جو مجوزہ مقاصد کے موافق ہوں)

(۲) **ترقی اشاعت** (حلقۂ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار دیکر) سے

(۳) **القریش** کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر، کہ یہی امر پر فی الحال قوم کی شیرازہ بندی کا راز مضمر ہے،

نیازمند

مینیجر

فہرستِ مضامین

جلد ۱۲	القریش امرتسر اپریل سنہ ۱۹۲۶ء	نمبر ۴

فرمودۂ حالیؒ

پیغامِ عمل

کچھ کر لو نوجوانو، اُٹھتی جوانیاں ہیں

گلشن میں فصلِ گل کے سب مٹ چکے نشاں ہیں ‏— پر چین سے عنادل گلشن میں نغمہ خواں ہیں

طاؤس و کبک خوش خوش گلشن میں ہیں خراماں ‏— اور بیٹھے ہاتھ ملتے گلچین و باغباں ہیں

غفلت کی چھا رہی ہے کچھ قوم پر گھٹا سی، ‏— بےفکر، و بےخبر ہیں بوڑھے ہیں یا جواں ہیں

اتراتے ہیں سلف پر اور آپ ناخلف ہیں ‏— رستہ کدھر ہے انکا اور جا رہے کہاں ہیں

فضل و کمال اُن کے کچھ تم میں ہوں تو جانیں ‏— گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا ‏— کچھ کر لو نوجوانو، اٹھتی جوانیاں ہیں

تم سے سمجھے تو سمجھا ہو، عزت کو قوم کی کچھ ‏— اپنے تو قافلے سب پا در رکاب یاں ہیں

اک خضر رہ نے رستہ سیدھا بتا دیا ہے ‏— رستہ پہ دیکھیں چلتے اب کتنے کارواں ہیں

دنیا میں گر ہے رہنا تو آپ کو سنبھالو ‏— ورنہ بگڑنے کے یاں آثار سب عیاں ہیں

عرصہ ہوا کہ ہم کو آنکھیں دکھا رہی ہیں ‏— قدرت کے قاعدے سے جو دنیا پہ حکمراں ہیں

جو اپنے ضعف کا کچھ کرتیں نہیں تدارک ‏— قومیں وہ چند روزہ دنیا میں میہماں ہیں

گھڑیال اور مگرمچھ ہیں ان کو نگلے جاتے ‏— دریا میں مچھلیاں جو کمزور و ناتواں ہیں

سنبھلو، وگرنہ رہنا یاں اس طرح پڑیگا ‏— بھیل اور گونڈ جیسے گمنام و بےنشاں ہیں

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں !!

ڈھونڈے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفریش امرتسر

حضور نظام اور ہندو اخبارات

ناپاک مذہبی رقابت کی جلوہ فروشی

لغو اور بیہودہ الزامات

کی

تردید

حضور نظام عالیمقام فرمانفرمائے دکن ایسی بے لوث، کریم النفس، حق پژوہ اور نصفت شعار ہستیوں سے اتہامات کا منسوب کرنا گویا آفتاب عالمتاب کے نور سے انکار کرنا ہے، گروہ جنہیں سیاہ دلی و کور باطنی کی وجہ سے عدل و انصاف اور راستبازی سے پیدائشی عداوت اور جبلی کدورت

ہو، واقعات پر غور کرنے کیلئے دماغ سلیم اور حقائق کو دیکھنے کیلئے دیدۂ بینا نہ رکھتے ہوں، بیہودگی و لغوگوئی کیلئے مجبور ہیں اور بقول ؎

شر انگیز مردم سوئے شر رود

کے پورا کرنے کے لئے ہمیشہ شرارت کا موقع ڈھونڈنے میں بیقرار رہتے ہیں،

کون نہیں جانتا کہ اعلیحضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس نظام الملک آصف جاہ "یار وفادار گورنمنٹ برطانیہ" استرداد برار کے مطالبہ میں حق بجانب تھے اور ہر انصاف پسند انسان آپ کے اس مطالبہ کو وجہی سمجھتا ہوا حق رسی کا خواہاں تھا۔ لیکن حق و صداقت کے دشمن جو آج اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی ذات ستودہ صفات سے اتہامات منسوب کر رہے ہیں اسوقت بھی سیخ پا تھے سچ ہے ؎

نیشِ عقرب کہ از پے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

ہندوستان بھر میں گنتی کی چند ہستیاں ایسی ہیں جو جلبِ منفعتِ ذاتی میں اندھی ہوکر ہر وقت مردم آزار اختراعات کی جانب جھکی رہتی ہیں، اگرچہ انکی ناپاک کوششیں کبھی بر سر کار نہیں ہوئیں تاہم انکی تازہ ہرزہ درائی جو اخبارات کی حاشیہ آرائی سے شہرت پذیر ہو رہی ہے جواب کیلئے لب کشائی کی محتاج ہے،

مفسد و منفعتی لوگوں کو اپنی آنکھہ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ لیکن اوروں کا تنکا دیکھنے کی د "ملاپ" اور "ریاست" کشمیر وغیرہ ہندو ریاستوں کے مظالم دیکھنے کے لئے آنکھیں نہیں رکھتے، مگر مذہبی رقابت سے ایک مسلمان والیٔ ریاست کی سلامت روی و رعایا نوازی انکی چشم حق ناشناس میں معیوب دکھائی دیتی ہے

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبیست

چشم عداوت کا علاج نہیں وہ کج بینی کیلئے مجبور ہے، لہذا عوام کی واقفیت کے لئے ذیل میں ہم اعلیحضرت کے عدل و انصاف احسن انتظام شہریاری، آپ کی بذل و سخاوت پر محققانہ نظر ڈالتے ہوئے معتبر و مستند حوالوں سے بتائیں گے۔ کہ وہاں سکھوں، ہندوؤں اور دیگر مذاہب سے کیا سلوک روا رکھا جاتا ہے،

اصل مضمون شروع کرنے سے قبل ہم یقین و وثوق کے ساتھہ عوام

پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی ذات پر حضور والی سرای ہند کو وہی اعتماد و بھروسہ جو پہلے تھا۔ گورنمنٹ انگریزی اور حضور نظام کے تعلقات میں وہی وابستگی ہے جو پہلے تھی، کسی قسم کی شکائت و بدگمانی وقوع پذیر نہیں ہوئی، دہلی طلب کرنا اور الزامات کے جوابات کا مطالبہ، یہ سب غلط سرتاسر غلط اور اور بالکل غلط ہے، سچائی و صداقت کا اس میں ذرہ برابر شائبہ نہیں، ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ "ملاپ" اور "ریاست" اپنے ان بیانات کی صداقت میں کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتے،

آمدم برسر مطلب

شاہانِ اسلام اور مذہبی رواداری

دولتِ عالیہ آصفیہ ان اسلامی ریاستوں میں سے ہے، جو ہندوستان میں کھوئی ہوئی عظمت و شان کا نشان بنا رہی ہیں، چونکہ خدا کے فضل و کرم سے اس گئے گذرے زمانے میں بھی اس حکومت ابد مدت کو تمام دیسی ریاستوں میں شرفِ اولیّت حاصل ہے۔ اس لئے یہی سلطنت مسلمانوں کی حکومت کے تمام محاسن کی سرمایہ دار ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اس صحبت میں دہلی اور اس کے نواح پر نظر ڈالیں اور یہ دیکھیں کہ اسلامی حکومت کے قدیم مرکز ہند کے ارد گرد مسلمان بادشاہوں کی رواداری کے کون کون سے زندہ ثبوت موجود ہیں،

مدرسہ کا ہر ایک بچہ جس نے کیسی ہی غیر معتبر اور غیر ذمہ دار تاریخ پڑھی ہو یہ کہدینے کے لئے تیار ہوگا۔ کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے قیام کے بعد دہلی کو پایۂ تخت بنایا گیا۔ اور کچھ مدت کیلئے دہلی کے بجائے آگرہ کو دارالسلطنت حکومت مغلیہ قرار دیا گیا۔ لیکن ان دونوں مقامات کے نواح میں اسوقت جو اضلاع آباد ہیں انکی آبادی اس آبادی کے اوضاع و اطوار، انکی رسوم اور ان تمام باتوں کے علاوہ معابد کی موجودگی اور انکی قدامت زبان حال ہی بتا رہی ہیں، کہ مسلمان بادشاہوں نے اس زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں ان کا سکّہ چلتا تھا۔ ان کا لوہا مانا جاتا تھا کسی کو سرتابی کی مجال نہ تھی، اپنے دارالسلطنت کے نواح تک میں اسلام کی اشاعت اور غیر مذاہب کے معتقدین پر کسی قسم کا اثر اور دباؤ ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ بعض متعصب دوست ہندوؤں کا یہ دعوٰی بالکل بے دلیل ہے کہ قدیم تہذیب کے نام لیوا ہندوؤں نے اسلامی تہذیب کا زبردست مقابلہ کیا اور اسے اختیار نہیں کیا۔ انسانی فطرت صرف ہندوستان ہی پر نہیں بلکہ دنیا بھر کے ممالک میں ایک آدھ دفعہ نہیں متعدد بار اس امر کا ثبوت پیش کر چکی ہے کہ حکمران قوم کی عادات اس کے لباس اس کے اوضاع و اطوار کا محکوم قوم پر اثر پڑا کرتا ہے اور اسی اثر کے راسخ ہو جانے پر حکومت کے قیام کا انحصار ہوتا ہے۔ یورپ کی موجودہ قومیں مختلف طریقوں سے

جن میں وہ ظاہر نہیں ہونے دیا کرتی ہیں محکوم قوموں پر اسی قسم کے اثرات ڈالنے کی کوشش کرتی ہیں اور ان کوششوں میں کامیاب ہو کر محکوم قوم کی عادات بگاڑ کر ان کے لباس اور انکی زندگی پر اثر و اقتدار حاصل کر لیتی ہیں، یہ اثر و اقتدار محسوس نہیں ہوا کرتا ہے لیکن روز مرّہ کی زندگی میں اس کے زندہ ثبوت ملا کرتے ہیں، اب ذرا حصار، دہلی، کرنال، گوڑگانوں، رہتک، انبالہ، شملہ، متھرا، علیگڈھ، آگرہ اور آگرہ کے گرد و نواح کے اضلاع کے باشندوں کے لباس پر نظر ڈالئے، ان کے لباس ہندوانہ، ان کے مراسم ہندوانہ، غرضیکہ ان کی زندگی اس درجہ ہندوانہ ہے کہ سوامی شردہانند اور ان کے چیلوں کو یہ کہنے کا موقع ملا ہے کہ ان اضلاع میں بسنے والے مسلمان بھی ہندو ہیں۔ اگر مسلمان حکمران یورپ کے موجودہ طریق عمل پر کاربند ہوتے، علانیہ نہیں خفیہ کوششیں کرتے اور نہیں اس وقت تمام سہولتیں حاصل تھیں، دولت و زر، اثر و اقتدار کسی بات کی کمی نہ تھی، تو کیا ان اضلاع کی زندگی ہندوانہ ہوتی؟ سچ تو یہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے اپنی رعایا کے مذہب، اس کے رسم و رواج، اس کے لباس، غرضیکہ اس کی زندگی کے کسی شعبہ میں کسی قسم کی مداخلت کا خیال تک نہیں کیا،

یہ سچ ہے کہ ہندوستان پر مسلمان بزور شمشیر قابض ہوئے، انہوں نے خفیہ چالوں اور عیارانہ اور سفیہانہ حرکات سے ملک پر قبضہ نہیں کیا۔ میدان میں مردانہ وار لڑ کر ملک کو فتح کیا۔ ہندؤں کے حکمران خاندانوں اور ان خاندانوں کے حاشیہ نشینوں کو سلطنت چھن جانے اور حکومت جاتے رہنے کا غم اور سخت غم ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں نے کوئی قانون اسلحہ نافذ نہیں کیا تھا۔ اور ہر ایک ہندو کے پاس ہتھیار تھے۔ لیکن انہیں یقین تھا کہ مسلح بغاوت ناکام ثابت ہوگی، اور میدان جنگ میں مسلمانوں سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے اس لئے انہوں نے مذہب کی پناہ لی۔ برہمنوں کا اثر اور رسوخ بہت کچھ زائل ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کے غلبہ نے انکا رہا سہا اثر زائل کر دیا۔ انہیں ہندو راجاؤں اور حکمرانوں پر اثر و اقتدار حاصل کرنے کا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ مذہبی کتب کی تلاش کے بعد مسلمانوں سے اسی قسم کے سلوک کا فتویٰ صادر کیا گیا۔ جو ہندوستان کے قدیم باشندوں کے خلاف صادر کیا گیا تھا۔ یہ چھوت چھات کی لعنت مسلمانوں سے مقاطعہ اور پر امن مقاطعہ کی ایک صورت ہے جو محکوم ہندوؤں کے رہنماؤں اور برہمنوں نے مسلمان حکمرانوں کو تنگ کرنے کے لئے اختیار کی تھی،

جب شورش پسندوں اور اس تحریک کے حامیوں کو ناکامی نصیب ہوئی۔ تو انہوں نے مسلمان

بادشاہوں کے خلاف علی العموم اور اسلام کے خلاف علی الخصوص گل تراشنے شروع کئے، فرضی قصے اور کہانیاں گھڑی گئیں۔ پرچارکوں نے مختلف ذرائع استعمال کئے اور ان قصے کہانیوں افسانوں داستانوں اور اس قسم کے زہر آلود مخالفانہ خیالات کی اس درجہ اشاعت کی کہ وہ ہندوؤں کے دلوں میں جاگزیں ہو گئے، چنانچہ اس وقت آپ لاکھ تاریخی شواہد پیش کریں، ہزار دستاویز دکھائیں جن سے مسلمان بادشاہوں کے حسن سلوک اور مذہبی رواداری کے مکمل ثبوت ملتے ہوں، ہمارے اکثر ہندو بھائی وہی پرانے قصے اور کہانیاں دہراتے جائینگے۔ کیونکہ یہ باتیں انہیں ورثتاً پہنچی ہیں اور ان کی خاندانی زندگی اور خاندانی روایات کا جزو لاینفک بن چکی ہیں۔

اگر شاہانِ اسلام مذہبی رواداری کو شانِ حکومت کے خلاف سمجھتے اور مذہبی آزادی کے حامی نہ ہوتے تو ان کے دارالسلطنت کے قرب و جوار میں تو کم از کم غیر مسلم آبادی کا عنصر غالب موجود نہ ہوتا اور دور و نزدیک کے مقامات پر قدیم زمانہ میں تعمیر شدہ معابد نظر نہ آتے لیکن غیر مسلم آبادی کی کثرت اور قدیم زمانہ میں تعمیر شدہ معابد علی رؤس الاشہاد بتا رہے ہیں کہ یہ اس لئے محفوظ رہے ہیں کہ شاہانِ اسلام کے دورِ حکومت میں رعیت کو مذہبی آزادی حاصل تھی کیونکہ اسلام دنیا کیلئے آیۂ رحمت ہے اور اس کے پیچھے معتقد تبدیلی مذہب کیلئے جبر و اکراہ کو خلافِ احکام الٰہی جانتے ہیں اور غیر مسلم رعایا کو ہر قسم کا آرام پہنچانا فرض اولین سمجھتے ہیں۔

اس مقام پر یہ عرض کر دینا دور از کار نہ ہوگا۔ کہ متذکرہ بالا امور کے متعلق تاریخ خاموش ہے اور جب تاریخ کے صفحات ساکت ہوں اور نقلی شواہد و دلائل موجود نہ ہوں تو قیاسات کو عقل سلیم اور دلائل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے اور جب قیاسات اس معیار پر پورے اترتے ہیں تو انہیں تاریخی شواہد کی سی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

چنانچہ متذکرہ بالا قیاسات کو بھی یہ اہمیت نصیب ہو چکی ہے، ابھی پچھلے دنوں مسٹر ڈی ٹی شرما نے جو ایک مشہور ماہر آثارِ عتیقہ ہیں، سلطان ٹیپو کے متعلق ایک بیان شائع فرمایا ہے اور آثار عتیقہ کی بنا پر ان فرضی قصوں اور کہانیوں کی تردید کی ہے جو اس بادشاہِ اسلام کے متعلق محض اس کی حکومت کو بدنام کرنے کیلئے پھیلائی گئی ہیں۔

پھر شاہانِ اسلام کے درباروں میں ہندوؤں کو ممتاز اور مقتدر منصب حاصل تھے نظم و نسق حکومت میں انہیں شریک کیا جاتا تھا۔

دولت عالیہ آصفیہ اور مذہبی رواداری

دولتِ عالیہ آصفیہ اس عظیم الشان سلطنت مغلیہ کی نشانی ہے۔ تاجدارانِ دکن اپنی غیر مسلم رعایا سے وہی سلوک کرتے رہے ہیں، جو شاہانِ مغلیہ کیا کرتے تھے،

دکن میں اسلامی سلطنت مدتوں سے قائم ہے لیکن دکن کی آبادی میں اسلامی عنصر بہت کم ہے گولکنڈہ کے قلعہ کے نزدیک میدان میں رات کے وقت کھڑے ہو کر چاندنی کی روشنی میں ذرا تاریخ کے صفحات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ اس سرزمین میں کیسی کیسی سلطنتیں قائم ہوئیں اور کب سے اس حصہ ملک پر پرچم اسلام لہرا رہا ہے، اگر ایک ایک مسلمان ایک ایک دن میں ایک ایک ہندو یا اچھوت کو دائرہ اسلام میں لانے کی کوشش کرتا تو حکومت کے بل پر اب تک دکن کی آبادی کا یہ حال نہ ہوتا کہ وہاں صرف ۱۲ فیصدی مسلمان نظر آتے،

کیا اسلامی آبادی کی یہ حالت اس حقیقت اس صداقت کا زندہ ثبوت نہیں ہے کہ دولت عالیہ آصفیہ نے ہمیشہ اپنی غیر مسلم رعایا کو مذہبی آزادی عطا فرمائی ہے،

وہاں معابد اور ان مقامات کو جا کر دیکھئے جو دیول اور مٹھ کہلاتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سرکار ابد قرار حیدرآباد کی طرف سے تمام غیر اسلامی معابد اور خانقاہوں سے زیادہ امداد ملتی ہے۔ ان کے لئے جاگیریں وقف ہیں سرکاری خزانہ سے پجاریوں اور دیگر حضرات متعلقہ کو مناسب رقم عطا کیجاتی ہیں تاجداران دکن غیر اسلامی معابد کے احترام سے اپنی رعایا میں جو مقبولیت حاصل کر چکے ہیں وہ اس حقیقت سے سے واضح ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں اعلحضرت میر محبوب علیخان مرحوم مغفور کی قبریں بنائی گئی ہیں جن پر غیر مسلم افراد پھول چڑھاتے ہیں۔ اعلحضرت میر عثمان علیخان ادام اللہ اقبالہ کی غیر مسلم رعایا ان پر جان نثار کرتی ہے،

امرا اور جاگیرداروں کے حالات سے بادشاہ کی طبیعت کا اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ امرا اور جاگیردار بادشاہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کیا کرتے ہیں،

یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد اور دیگر ہندو امرا مسلمانوں کے ہر ایک کام میں حصہ لیتے ہیں مسلمانوں کی مذہبی کتب کی اشاعت مذہبی ادارت میں امداد اور غریب مسلمانوں کی اعانت سے ان حضرات نے ہندوستان بھر میں شہرت حاصل کر لی ہے، اسی طرح مسلمان امرا کے متعلق اس قدر واقعات مشہور اور زبان زد عوام ہیں کہ انہیں محض چند واقعات کا مجمل سا ذکر کرنا صوالت مضمون کا موجب ہو جائیگا۔ مسلمان امرا نے غیر مسلم افراد کی ہر ممکن موقعہ پر دستگیری کی ہے اور اپنے خصائل حمیدہ اور اوصاف ستودہ کی وجہ سے انہوں نے نہ صرف ممالک محروسہ سرکار عالی اور اپنی رعایا کے دلوں

موہ لیا ہے، بلکہ ہندوستان کے مختلف حصص کے غیر مسلم باشندے حیدرآباد جاتے رہتے ہیں اور اپنی الم انگیز داستان مصائب کو پیش کر کے مطمئن واپس آتے ہیں، لیکن تاجداران دکن اور دکن کے ہندو اور مسلمان امرا اپنی رواداری اور ان احسانات کا ذکر تک کرنا پسند نہیں کرتے کیونکہ مذہب اور اخلاق کا تقاضا یہی ہے"

(باقی آئندہ)

انصافِ حقیقی

واقعۂ عہدِ خلیفہ "منصور" عباسی

(از جناب مولانا نامیؔ کوہ سوار نظامی)

عہدِ منصورؔ کا یہ واقعہ کرتا ہوں بیاں — قاضی بصرہ پہ فرمان ہوا جب صادر
تم کو لازم ہے کہ دو فیصلہ افسر کی طرف — لڑتے ہیں جس کے لئے افسرِ فوج و تاجر
اس اماضی کا حقیقت میں ہے حقدار وہی — کہیں ایسا نہ ہو تاجر کا کرو حق ظاہر

بس خلیفہ کو یہ قاضی نے دیا صاف جواب — وہ تو روداد سے ثابت ہے کہ حق تاجر
آپ کے حکم سے حق ہو نہیں سکتا باطل — اپنے احکام کی تعمیل پہ جھکتا نہیں سر
پھر دوبارہ یہ ہوا حکم کہ تعمیل کرو — جلد سے فیصلہ تم دیدو بجانب افسر
اسپہ قاضی نے لکھا میں نہیں مانوں گا کبھی — حق تاجر نہیں کر سکتا میں غیر کی نذر

جب پڑھا غور سے "منصور" جواب قاضی — عدل کے سامنے سر جھک گیا بے شبہ و خطر
پھر خلیفہ نے بصد فخر کہا حق کی قسم — میں اسنے انصاف سے دنیا کو بھرا سر تا سر
تیرے قاضی تیرے احکام کی تعمیل کبھی — حق کے سامنے کرتے نہیں بخوف و خطر

میر عدل اب نہیں ایسے تو کہیں اے نامیؔ
آج مقصود کسی کو نہیں جز نفع، مگر

تہذیب اخلاق

مشرقی تہذیب اور مغربی اخلاق

موازنہ

(از جناب مولانا مولوی غلام غوث صاحب صدیقی)

اخلاق کا نتیجہ اور فائدہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ تعلق ہو اس سے برتاؤ بخیر و خوبی رہے، اس مضمون کے بیان کرنے میں میرا روئے سخن ان اصحاب کی طرف ہے جو مہذب ہیں، عوام کالانعام کو مستثنیٰ کرتا ہوں

دنیا میں انسان کا تعلق یا خالق یا خلق کے ساتھ ہے، ان میں خالق کے تعلق کی رعایت اہم ترین مقاصد ہے، وہ احکم الحاکمین ہے اس کا فرمودہ ہے افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لاترجعون "کیا تم سمجھے ہو کہ ہم نے تمکو عبث پیدا کیا اور تم ہماری جانب پھر کر نہ آؤ گے" یعنی دنیا میں جو عمل کرتے ہو اس کا حساب دیکر ثواب و عذاب نہ بھگتو گے؟

اس وقت ہندوستان میں دو قسم کے اخلاق ہیں "مشرقی" اور "مغربی"، تھوڑا تھوڑا دونوں کا حال لکھ کر "موازنہ" اور "نتائج" اہل بصیرت پر چھوڑتا ہوں،

مغربی اخلاق، حکومت موجودہ سے نظر بند کر کے صرف مغربی اقوام کی روش یہ ہے۔ کہ انکا تمام عمل قولاً و فعلاً راستی پر ہے، ان میں سے کسیکو جھوٹ کیساتھ نسبت کرنا سخت عار دیا ہے تجارت کا تعلق کسی دوست کے ساتھ ہو خواہ اجنبی سے کیا مجال اس میں ذرہ برابر بھی خیانت اور ناراستی کو دخل ہو جائے، یہی سبب ہے کہ دور و دراز ممالک میں ان کے تجارت کو رونق ہے اور کبھی کارخانے صدیوں سے کمپنیوں کے زیر اہتمام ہیں اور کبھی ان میں خیانت نہیں ہوتی، میرا عزیز جو کچھ عرصہ وہاں رہ آیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ وہاں بازاروں میں دن رات عام لوگوں کی آمد و رفت لگی رہتی ہے کیا مجال کہ کسی کو کسی کی ٹکر لگ جائے اور طرفہ یہ ہے کہ کسی آدمی کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ انکی راستی کا نمونہ یہ ہے کہ کسی کے ارادہ یا کام میں خواہ وہ کیسا ہی برا ہو کوئی دوسرا آدمی روک نہ ہو جائے، لین دین کے حساب جو باہمی ہوں یا حکومت کے ساتھ ہوں، ان کے نفاذ میں کوئی قانون یا تحریر روک نہیں ہوتی۔ انکا رواج صرف ایمانداری اور

راستی پر ہے۔ کام سب آزادی اور سہولیت سے طے ہو جاتے ہیں، مزدور جس کام پر لگائے جائیں فرصت
نہیں کہ مالک اُن کی نگرانی کرے۔ جب مزدوری مقرر کرکے کام ان کے سپرد کر دیا جائے تو اس کا پورا کر دینا
فرض سمجھتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ جس کام کا ہم عوض لے چکے ہیں اس میں خیانت اور سستی
حرام کھانا ہے۔ خیراتیں بھی اکثر کرتے ہیں، اس طرح پر کہ کوئی سکول یا ہسپتال یا کوئی اور مد تجویز
کر دیتے جس میں عوام کو مزدوری کرنے کا موقع مل جائے۔ یہاں تک جو ان کے حالات لکھے گئے۔ انہیں
اخلاقی عالم کے لحاظ سے اہل ایشیا ان سے متفق ہیں۔ ان کے علاوہ انہیں یہ بھی ہیں۔ کہ والدین اور
فرزندوں اور بھائیوں کا ارتباط اور معاملات تاجرانہ ہے، اس میں کسی کا حق یا ادب ملحوظ نہیں ہوتا۔ بلکہ
میاں بیوی کا تعلق بھی ایسا ہی ہے، وہ ملکی قانون کے پابند ہیں اشوہروں کو اپنی بیویوں پر کسی طرح
کی حکومت اور اختیار نہیں، وہاں کے اہالی خدا کا کوئی گناہ نہیں سمجھتے۔ گناہ وہی ہے جو کسی دوسرے
کے ستم میں دکھ بن جائے، اسی طرح جو چیز ظاہر میں صاف دکھائی دے وہ پاک سمجھی جاتی
خواہ وہ کیسی ہی پلید ہو۔ زنان و مردوں میں شراب کا پینا برا نہیں سمجھا گیا، شراب کی وہاں افراط ہے
حتیٰ کہ ادویہ کے تیار کرنے اور دیگر کاموں میں بھی شراب استعمال ہوتی ہے، زنا کوئی عیب نہیں
سمجھا گیا ہاں یہ عیب ہے کہ گندگی میں ہو اگر کوئی عورت خواہ خاوند والی ہو یا کنواری اس کو دوسرا
مرد سامنے محفل میں دبا کر چوماں چاہے لیجائے برا نہیں مانا گیا۔ بلکہ خاوند اپنی عورتوں کے ذکر میں یہ
کہتے ہیں کہ میری بیوی کا فلاں فلاں دوست ہے، یہ حرکت اور روش ہمارے ملک میں نہایت بے
غیرتی پر محمول ہوتی ہے، اور ہماری نظر میں یہ بھی ہے کہ چارپائے اور بے سمجھ جانور بھی اپنی مادینہ کے پاس
دوسرے نر کو آنا ناگوار سمجھ کر لڑ مرتے ہیں، یورپ میں شائد آب و ہوا کے اثر سے یا صدیوں کی روش
سے یہ حالت شائع ہو چکی ہے اور اس کو عیب نہیں سمجھا گیا۔ یورپ میں بیوفائی بھی بڑی ہے کوئی نوکر
یا متعلقین میں سے کتنا ہی ان پر احسان کرے، جب بگڑ جاتے ہیں تو اس کی تمام نیکیوں پر خط نسخ
کھینچ کر دشمن بن جاتے ہیں، ہر ایک کا مقصد اعلیٰ دولت جمع کرنا ہے اور اس کی فراہم آوری میں
رذیل اور جمیل پیشوں کا لحاظ نہیں ہوتا۔ البتہ یہ بڑی خوبی ہے کہ پیشوں کے علوم میں ہر وقت ترقی کرتے
رہتے ہیں اور نئی نئی ایجادیں ہوتی رہتی ہیں، (ایشیا اس قوم میں مطلق نہیں، پہلے اپنے نفس
محفوظ کر کے سپرد و منتظر ہیں یا عنایات کا ہاتھ کھولتے ہیں،

تنبیہ: یہ اخلاق کے بارہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ صرف عیسائی قوم کی روش ہے، وہاں ہی ترکی روم
کے ترک چونکہ آزاد قوم مذہبِ دین کے پابند ہیں، وہ اخلاق حسنہ میں ایک ایک کس نمونہ ہے اور پسندیدہ

لوگ ویرینہ محکومی اور یورپی اخلاق کے شیوع ہو جانے کے باعث اخلاق حسنہ سے سست بلکہ بےحس ہو چکے ہیں،

ایشیائی تہذیب (خدا سے تعلق) دنیا میں بعض لوگ خدا کی ہستی کے منکر ہیں، اہل اسلام یہ کہنے کے بھی مجاز نہیں کہ خدا کا وجود اظہر من الشمس ہے، یہ بھی بے ادبی کے لحاظ سے شرک ہے،

اسلام کا سنگ بنیاد توحید ہی، سورۂ اخلاص کی تفسیر دیکھ لیجائے، خدا سے تعلق اس طرح پر نہیں کہ وہ آخرت میں ہمیں وہ درجات دے جنمیں نفوس کا حظ ہو، بلکہ خدا کی پرستش محض اس بنا پر ہے کہ اس کی معبودیت اور اپنی عبودیت کے حقوق کی حفاظت کیجائے اور جسمیں اس کی رضا ہو وہ قبلہ ہمت بنایا جائے کیسی شوریدہ حالے نشست، کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت ؛ بگفتا مپرس از من این ماجرا، پسندم ہر آنچہ اد پسند د مرا اور نیز عبادت الٰہی محض اخلاص سے ہو جسمیں ریا کی آمیزش ذرہ بھر نہو اچو روی پرسیدنت در خدا است اگر جبرائیلت نہ بیند رواست، مردائی کہ چندیں ورع مینمود، چو دیدند ہیچش در انبان نبود،

خلق خدا سے ایسا برتاو چاہیئے کہ معاملات میں کسی کو نقصان یا ایذا نہ پہنچے، اگر ہو سکے تو مالی اور بدنی مدد سے دریغ نہ کرے، ادنیٰ مدد یہ ہے کہ کسی راستہ سے کانٹا یا روڑا جو چلنے والے کو تکلیف دہ ہو دور کرنا بھی اجر کا باعث ہی اخویش و اقارب سے ارتباط، ہمسایوں سے برادرانہ سلوک، عوام سے کشادہ پیشانی اور حسن معاملات کیساتھ پیش آنا، تواضع اور حسن معاشرت اپنا وتیرہ بنانا انسان کے نیک برتاو کرنیمیں خدا کے فرائض سے زیادہ تاکید ہے، او سبحانہ تعالیٰ غنی اور غفور ہے اور انسان محض محتاج، نخرد از عبادت برآں بیخرد، کہ با حق نکو بود با خلق بد، زکوٰۃ و خیرات میں محتاجوں کی امداد ترکہ کی تقسیم میں اقارب کے حصص کے فرائض، عورتوں کے حقوق کی نگہداشت، عورت بیوہ ہو جائے۔ بے اولاد رہے، مطلقہ کیجائے، غرضکہ کیسی اتفاقی مجبوریاں اس کے پیش آجائیں، پھر وہ زندگی گذار سکیگی، راستی اور صلح کل ہونے اور ہر کسی سے با تواضع پیش آنے کی سخت تاکید ہو، شقاق اور نفاق سے بچنے۔ اور الفت اور اخلاص کو اختیار کرنے اور ہر ایک سے نفع رسانی کی بہت تاکید ہے، شارع علیہ السلام فرماتے ہیں "خیر الناس من ینفع الناس" آدمیوں سے بہتر وہ شخص ہے جو آدمیوں کو نفع پہنچائے، یہ وہ نفع نہیں جو باہمی تجارت میں ہوتا ہے بلکہ فیاضی اور احسان ہے، اس کے مقابل میں جو شخص کسی کے حقوق میں خیانت کرے یا عمل پامال سے کسی کی ایذا کا باعث ہو، وہ شر الناس کہا گیا ہی، اقارب میں ماں باپ، استاد کا ادب اور انکی ہر طرح سے خدمت گذاری فرائض میں سے ہے، اس سے اتر کر امام اور بڑے بھائی اور باپ کو احباب کی رعایت اور ادب سے اسی کی تالی ہے اولاد اور چھوٹوں پر شفقت اور

یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری اور پرورش ضروری سمجھی گئی ہے ، غرض کہ اخلاق نے یہ اثر دکھایا ہے کہ اقارب و احباب کی گویا متفرق قوالب میں ایک ہی جان ہے ، اسی کا نام تمدن ہے ، اگر ہر ایک کی تفصیل لکھی جائے ، تو کئی دفتر بن جاتے ہیں ، مگر مجمل بیان کرکے اسی پر کفایت کی جاتی ہے ،

شراب ، جوا ، زنا ، رشوت ، جھوٹ ، کبیرہ گناہوں میں ہیں ، عورتوں کو بیگانہ مردوں کے اختلاط سے ممانعت ہے بلکہ پردہ میں رہتی ہیں اور جس مرد سے خاص تعلق نہ ہو اس سے بات چیت ہی نہیں کرتیں وفاداری بھی اخلاق کا ایک بڑا رکن ہے ۔ اکثر ہے کہ شرفا نے اس عمدہ روش کے پاس میں اموال اور جانوں تک دریغ نہیں کیا ۔ اسیطرح فیاضی بھی انسانیت کا لازمہ ہے ، بہت اصحاب نے اس شرط کے پورا کرنے میں خود محتاج رہکر دوسروں کو کامیاب کر دیا ہے ۔ فیاضی بھی برگزیدہ اوصاف میں شمار کی گئی ہے ۔ اس میں بیگانہ اور یگانہ کی تمیز نہیں ہونی چاہیئے ،

دوردستاں را باحسان یاد کردن ہمت است — ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر مے افگند

نتیجہ

جو لوگ نفس کے عاشق ہیں وہ یورپی تہذیب پر فدا ہوتے ہیں ، اور جن اصحاب نے نفس امارہ کو قابو میں رکھا ہوا ہے ، وہ ایشیائی تہذیب کے پابند ہیں ، واللہ ولی التوفیق

مندرجہ بالا مضمون معنوی لحاظ سے قابل قدر ہے ، ہم مولانا غلام غوث صاحب صدیقی جنھوں نے ضعف پیری کے باوجود "تہذیب اخلاق" ایسے مضمون پر نہ صرف قلم اٹھانے کی تکلیف گوارا کی ، بلکہ مشرقی و مغربی تہذیب اخلاق کے موازنہ کے تکلفات سے اس میں عجیب خوبیاں پیدا کردی ہیں ، کی محنت کی داد دیتے ہیں ۔ اور تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں ،

یہ مضمون انشا اور زبان کے لحاظ سے بھی اپنے اندر کچھ دلچسپیاں رکھتا ہے اور پرانی طرز تحریر کا ایک دلآویز نمونہ ، یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے اسی صورت میں درج کر دیا ہے جس میں وہ لکھا ہوا تھا ۔ ناظرین کرام دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں

ایڈیٹر ،

افغانستانِ جدید

امیر امان اللہ خان کے حیرت انگیز کارنامے

ولائیت کے مشہور جریدہ "کرسچین سائنس مانیٹر" کے ایک نامہ نگار خصوصی نے ماسکو سے دولت
خداداد افغانستان پر ایک مضمون لکھا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں، کہ ایک مشرقی فرمانروا نے جس میں شہنشاہ
روس زار پطرس اعظم کی سی جدت پسندی اور عملی سرگرمی نظر آتی ہے۔ اس نے گذشتہ ۶ سال کے اندر
ایشیائے وسطی کی ایک غیر معروف سلطنت افغانستان میں یکایک معنی خیز اور عظیم الشان تغیرات پیدا
کرکے ملک کی قطعی کایا پلٹ کر دی ہے۔ یہ فرمانروا ہز میجسٹی امیر امان اللہ خاں غازی ہیں جنہوں نے اپنے
دور افتادہ جنگی ملک میں جدید اور مغربی طرز کی اصلاحات جاری کرنیکی ساعی جمیلہ فرمائی ہیں جن کے انشا
اللہ چند سال کے اندر اس کوہستانی ملک میں اہم سیاسی ثمرات نظر آجائیں گے۔

افغانستان کا نام سنتے ہی دل میں ایک غیر معمولی پُر اسرار و قیانوسی ملک کی تصویر کھینچ جاتی ہے۔ یہ ملک
اپنے بلند اور دشوار گذار سلسلہ جات کوہستان اور صحرائی یعنی بے آب و علف ریگستانی چٹیل میدانوں
اور اپنے وحشی ناقابل تسخیر رام نہونے والے پُرتعصب مسلم قبائل کی وجہ سے ابتک لوگوں کو ہیبت زدہ کر دیتا تھا
اور کوئی ناواقف شخص اس کے اندر قدم رکھنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ اس ملک میں آجتک اجنبیوں
کی رسائی نہیں ہو سکی۔ الغرض موجودہ بادشاہ امیر امان اللہ خاں کے عہد معدلت مہد تک یہی حال رہا۔ کہ
غیر ملکی سیاح وہاں جاتے گھبراتے تھے بلکہ افغانستان کا نام سنکر انکا زہرہ آب ہوتا تھا اور اس وقت
بھی شہر کابل جو ملک کا دارالحکومت ہے اس قابل نہیں کہ اس کو سیر و سیاحت کا مرکز کہا جائے۔

مغربی تعلیم

الغرض امیر امان اللہ خاں نے بدرجہ غایت جد و جہد کرکے وہ رکاوٹیں بہت
کچھ دور کر دی ہیں جنکی وجہ سے ملک دور افتادہ حالت میں پڑا ہوا تھا اور دیگر
ممالک عالم سے اس کا سلسلہ مواصلات منقطع تھا۔ مغربی تعلیم اور مغربی صنعت و صنعت و حرفت کے
امیر موصوف بہت دلدادہ ہیں اور انہوں نے بلاد فرنگ خصوصاً جرمنی و فرانس روسیہ اور اطالیہ سے انجنیئر

اور اساتذہ اور ماہرین علوم وفنون طلب کئے ہیں۔ انہوں نے نوجوان افغانوں کی بڑی تعداد ممالک غیر میں بغرض تعلیم بھیجی ہے اور بہت سی یورپین سلطنتوں کے دارالحکومت میں سفارت خانے قائم کر دئے ہیں، اگرچہ افغانستان کی سیاسی ترقیوں اور جد وجہد کو بنظر غائر دیکھنے کا خیال صرف دول برطانیہ و روس کو ہی ہو سکتا ہے لیکن اس وقت بھی کابل میں دول یورپ کے نمائندے نظر آتے ہیں،

۱۹۱۹ء سے پہلے افغانستان کی حالت ایسی تھی جیسی کسی ہندوستانی ریاست کی ہوتی ہے یعنی اگرچہ اندرونی لحاظ سے وہ پوری طرح آزاد تھا۔ لیکن تعلقات خارجیہ کے لحاظ سے اس کی باگ ڈور یورپ کے ہاتھ میں تھی، امیر امان اللہ خاں کے سر پر آرائے دولت افغانستان کے درمیان موجودہ سرحد میں کوئی فرق نہ پڑا۔ لیکن بعد میں جو صلحنامہ ہوا۔ تھا۔ اس میں افغانستان کی کامل آزادی (خودمختاری تسلیم کرلیگئی اگر وہ مالی امداد روک دی گئی جو امیر صاحب کو انگریزوں کیطرف سے ملا کرتی تھی۔

اہم تغیرات ابتک ملک افغانستان میں شیوخی طرز معاشرت رائج تہا لیکن موجودہ جواں بخت و جواں سال امیر غازی چند سال سے جد وجہد کر رہے ہیں۔ تاکہ جدید سانچہ میں ڈھال کر ملک کو ایک مستند اور ترقی پذیر سلطنت بنا دیں، پہلے یہ قاعدہ تھا کہ ضرورت کیوقت رعایا میں سے فوج جمع کر لیجاتی تھی اور فوج کے علاوہ انتظامات داخلیہ کے لئے قبائلی ملیشیا بھی تھی، لیکن اب ایک باقاعدہ قومی سپاہ قائم کرلیگئی ہے اور فوجی نظام کو جبریہ فوجی خدمت پر قائم کر دیا گیا ہے۔ پہلے سرکاری مالگذاری بصورت جنس لیجاتی تھی، لیکن اب نقد لیجاتی ہے، قدامت پسند علما اور ملّاں کی آمدنیاں اور اختیارات محدود کر دئے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ ردعمل کیطرف مائل رہتے تھے، اور اب انکو وزیر معارف کے ماتحت مکاتب مدارس میں مدرسی کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے گورنمنٹ جدید سڑکیں تعمیر کرتی جاتی ہے اور مختلف بلاد و امصار کے درمیان ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کا سلسلہ قائم کر رہی ہے، پہلے ملک کا نظم ونسق جاگیردارانہ نظام پر قائم تہا۔ لیکن امیر غازی کی کوشش ہے کہ دقیانوسی طریقہ حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ آج کل وہ بیضابطہ طور پر ملازمان سرکاری کی ایک خاص جماعت تیار کر رہے ہیں، جو قبائلی شیوخ کے بجائے قائم ہوکر ملک کا انتظام کریں گے،

جدید باتیں، افغانستان جیسے دقیانوسی ملک میں جو صدیوں سے بیرونی دنیا کیلئے عجوبہ

بنا رہا ہے۔ دفعتہ جدید ادارت جاری کرنے سے دو اہم باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک تو یہ باشندگان ملک میں جدید باتوں کے قبول کرنے کی کس قدر صلاحیت ہے، دوسرے یہ کہ جدت پسند بادشاہ کی راہ میں دنیا نوسیت پسند عنصر روڑے اٹکائیگا یا نہیں،

درحقیقت بہت سی اصلاحات ہنوز صفحۂ قرطاس پر بھی وجود میں آئی ہیں اور واقعی یہ امر اگر معجزہ نہیں تو کرامات میں ضرور شمار کیا جائیگا۔ کہ کاہلی وسستی، نالائقی و بدعملی کی مزمن بیماریاں جو ملک کے رگ وریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں انکا دفعتہً علاج ہو جائے، امیر غازی کو اصلاحات جدید کے اجرا کی وجہ سے بعض مقامات میں مسلح بغاوتوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے ان میں سے زیادہ خطرناک بغاوت خوست تھی، جو سنہ ۲۴ء ۱۹ کے فصلِ بہار میں ہندوستان کی سرحد کے قریب واقع ہوئی تھی لیکن ابتک امیر جوان بخت تمام مخالفتوں پر غالب رہے،

سیاسی اہمیت جدید افغانستان کا عرصہ شہود میں جلوہ آراء ہونا اس قدر اہم ہے۔ کہ اس کی وجہ سے مشرق وسطےٰ کی ملکی تاریخ میں ایک جدید باب کا اضافہ ہو گیا ہے، دولت روس نے ہمیشہ افغانستان کیلئے دوستانہ رجحان طبع ظاہر کیا ہے، روسی ماہرین فن پرواز افغانوں کو طیارہ سکھا رہے ہیں، جو افغانستان میں روس و اطالیہ سے خریدے ہیں اور شمالی افغانستان میں روسی انجنیئر سلسلہ تاربرقی قائم کر رہے ہیں،

ایک روسی رسالہ میں جس کا نام "مشرق جدید" ہے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں یہہ خواہش ظاہر کیگئی ہے کہ قلمرو افغانستان میں ایک سلسلہ ریلوے ایسا بنایا جو مرد، کشک، ہرات وقندہار و کوئٹہ تک چلا جائے، مگر وہی ریلوے اس صورت میں نہایت زبردست جنگی اہمیت رکھیگی، اگر روس و برطانیہ میں چھڑ جائے، الغرض اگر افغانستان امیر غازی کے مرضی کے موافق ہو گیا۔ تو افغانستان کے ۷۰ لاکھ پہاڑی جنگجو یقیناً وسطےٰ کے توازن کو خراب کرنیکا ایک زبردست باعث ہو جائیں گے،

ناظرین القریش کو

عید مبارک ہو

منیجر القریش

لیلۃ القدر

(جناب شاکو کے قلم سے)

آج کی اے رات تو، کیسی مبارک رات ہے — تیرا ہر اک ثانیہ معمورۂ برکات ہے
مرتبہ تیرا نہ جب سمجھا ذرا ادراک نے — اس طرح کھولی گرہ خود خالق الافلاک نے
آیۂ خیر من الف شہر تیری شان ہے — کیا عجب یہ شان ہے جو آئینۂ قرآن ہے
گلشن اسلام تیری نور پاشی سے کھلا — تجھ میں ہے یعنی پیام آخریں ہم کو ملا
انتظام کار عالم کو بارشاد جلیل — آتے ہیں فوج ملائک تجھ میں لیکر جبرئیل
تجھ میں جس کی وا نہ ہے حق چشم خواب آلود ہے — دنیا و عقبیٰ میں شب بیدار وہ محمود ہے

تجھ میں ہے یوں آوازۂ حسن قبول
ہوتا رہتا فجر تک ہے خیر و برکت کا نزول

محفل کون و مکاں میں ہاں مگر ایسی قدر — گرچہ ہے انجام کار میں تیرا آغاز فجر
جب تلک محفوظ ہے، لیکن پیام آخریں — لوح عالم سے ترا بھی نقش مٹ سکتا نہیں
تیری تاریکی میں جو دولت ہمیں حاصل ہوئی — بزم ملت کی عمارت اس سے ہی کامل ہوئی
شام تیری تھی ہمیں انوار صبح زندگی — کردیا تو نے ہمیں سرشار صبح زندگی
مہر کی مانند تو، ہمکو، منور کر گئی، — دامن خالی ہمارا لطف حق سے بھر گئی،
تجھ میں جس ذات مقدس کو ملا حق سے خطاب — رحمۃ للعالمین شافع یوم الحساب،

دونو عالم میں وہ میری آرزو کی جان ہے
اس کے در کی خاک میرے درد کا درمان ہے،

رمضان المبارک کی الوداع

صد حیف کہ ماہ رمضان ختم ہوا آج — پھر رات کو عالم ہے وہی بیخبری کا
اٹھتے تھے سحر کھانیکو اور جلتی تھیں شمعیں — افسوس گیا نور چراغ سحری کا

اکبر الہ آبادی

قرآن اور مسلمان

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ط

وہی پروردگار تو ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے ہی لئے پیدا کیا ہو

زمین و آسمان اور طبائع کائینات کا قرآن پاک میں جہاں ذکر ہے، بعض جگہ صریح اور بعض جگہ بالکنایہ ان میں غور و تدبر کرنے کا شوق دلایا گیا ہے اور بعض جگہ اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ خواہ مخواہ طبیعت دریافت حال کیطرف مائل ہوتی ہے، مثلاً اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے ہمارے فائدے کے لئے کیا گیا ہے، یہاں خود بخود شوق پیدا ہوتا ہے کہ دریافت کیا جائے کہ زمین میں کیا کیا ہے، یہ بات ایسی ہے جس کیوجہ سے اسلام کو باقی ادیان کے مقابلہ میں ترقی انسان کی تعلیم میں خاص امتیاز حاصل ہے، اور طرفہ یہ کہ قرآن پاک نے ایسے وقت میں تفکر و تدبر اور غور و خوض کا حکم دیا۔ جبکہ اہل کتاب علماً و عملاً اس امر پر متفق تھے کہ عقل و دین دو متضاد چیزیں اور باہم دو دشمن ہیں جو کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، اور عقل جو کچھ واقعات دہر و طبیعت عالم سے نتیجہ نکالتی ہے، وہ خارج از کتاب ہیں وہ سب باطل ہیں، قرآن پاک کی تعلیم کو دیکھئے کہ بار بار واقعات کائنات کو سامنے لاتا ہے اور نظر کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ نتیجے نکالو، راز دریافت کرو، اور حکمتیں معلوم کرو، کہیں کہتا ہے قل انظروا ما فی السمٰوٰت والارض کہیں حکم دیا ہے قل سیروا فی الارض ثم انظروا کہیں اس سے بھی بڑھ کر صراحت کرتا ہے، کہ افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون، قرآن پاک میں اسی قسم کی آیتوں کا بکثرت آنا ظاہر کرتا ہے کہ خدا کے نزدیک واقعی یہ امر عظیم الشان اور قابل اہتمام ہے، کہ اس کے بندے کائنات کو اعتبار کی نگاہ سے دیکھیں اور سوچیں، غرض اس ترغیب و تشویق سے یہ ہے کہ انسان اپنی طاقت کے موافق عالم کی حقیقت معلوم کرے، اور گوناگوں علوم استخراج کر کے کمال حاصل کرے، اور بے بنیاد و فاسد تقلید کی اس کھوکھلی دیوار کو نئے نئے علوم کے زور سے گرادے، جس نے سابقہ اہل کتاب کو ہلاک و تباہ کیا اور ان چیزوں سے فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ جو خدائے تعالےٰ نے انسان کے فائدے کے لئے بنائی ہیں،

افسوس کہ باوجود ایسی پرحکمت ہدایات کے مسلمان سب قوموں سے علم میں پیچھے جا پڑے ہیں حتیٰ کہ انکی موجودہ جہالت سابقہ جاہلیت کے زمانہ سے بھی بڑھ گئی ہے، جس زمین پر رہتے ہیں اس کی بھی ان کو خبر نہیں اور نہیں جانتے۔ کہ کیونکر زمین سے وہ منافع حاصل کریں، جو خدا نے زمین میں ان کے لئے رکھی ہیں، اسی لئے تو غیر ان کے ہاتھوں سے جو چاہتے ہیں اچک لیتے ہیں۔ اور یہ دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ لیکن ان کی مذہبی کتاب اب بھی پہلے کیطرح صراط علم وحکمۃ پر قائم ہے، اور پکار کر کہتی ہے، زمین میں جو کچھ ہے تمہارے ہی لئے بنایا گیا ہے، ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے تمہارا مسخر کیا گیا ہے، وسخر لکم ما فی الارض جمیعا حلال رزق اور پاک زینت تمہارا حصہ ہے من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق ایسے صدہا احکام کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ لیکن مسلمان گونگے۔ بہرے۔ اندھے، بن رہے ہیں اور عقل و ہوش سے کام نہیں لیتے الا من رحمۃ اللہ اگر عقل و خرد سے کام لیں اور حقیقت حال کو سمجھیں تو فوراً فاسد خیالات سے باز آجائیں اور باز آجائیں تو یقیناً فائدہ اٹھائیں، اور مراد کو پہنچ جائیں، کاش وہ باز آئیں اور جلد باز آئیں اور اپنی بگڑی ہوئی کو بنائیں اور غیر مذہب والوں کے بے جا اعتراض اور تہمتوں کو اسلام اور مسلمانوں کے سر سے اٹھائیں، تفسیر القرآن۔

بڑے افسوس کے قابل مسلمانوں کی حالت ہے

(از سودمند)

بڑے افسوس کے قابل مسلمانوں کی حالت ہے
کسی کی کچھ نہیں سنتے یہ نادانوں کی حالت ہے

نہ انکے واسطے جامہ نہ انکے کیواسطے ساماں
یہ گھر والوں کی حالت ہے وہ کاشانوں کی حالت ہے

ترقی دوسروں کی دیکھ کر آنکھیں نہیں کھلتیں
انہیں کیا ہو گیا ہے کیا یہ دیوانوں کی حالت ہے

برائی سے نہیں بچتے گناہوں سے نہیں ڈرتے
خرابی میں ہیں فعلوں سے نادانوں کی حالت ہے

کہیں کپڑے ہیں افتادہ کہیں دالان ہیں افتادہ
مکانوں کی وہ حالت ہے جو ویرانوں کی حالت ہے

خدایا دست بستہ کیوں نہ ہم تجھ سے دعا مانگیں
تو ہی جن کو سنبھالے وہ مسلمانوں کی حالت ہے

جدا ہیں قوم سے اپنی، فدا ہیں غیر قوموں پر
یہ حالت کس کی ہے فیضی مسلمانوں کی حالت ہے

فیضی شاہجہانپوری

"بغداد" اور اس کی "عمارات"

(عہدِ عباسیہ کے بعد)

جناب شیخ [illegible] غلام محمد صاحب ایم اے کے قلم سے

زمانہ گذشتہ یا مسلمانوں کے کھوئے ہوئے عہد عروج میں بغداد کو اس سے کہیں زیادہ عزت و رونق حاصل تھی جو آج کل لندن و پیرس وغیرہ کو حاصل ہے۔ یہ خلفا کا بڑا بھاری سول و فوجی مرکز اور سلطنت کا دار الحکومت تھا، تجارت، علوم و فنون، صنعت و حرفت، اور خوبصورتی کے لحاظ سے وہ اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا بعض مصنفین نے اسے "عراق کی آنکھ" لکھا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو، کہ وہ اپنے زمانہ میں نہایت خوبصورت اور بارونق تھا۔ اور تمام لوگوں بلکہ بادشاہوں اور خلفا کی نگاہ ہمیشہ بغداد پر رہتی تھی۔

یاقوت (شہاب الدین ابو عبداللہ کا لقب تھا) "معجم البلدان" میں لکھتا ہے کہ منصور نے اس شہر کو مدور شکل میں تجویز کیا تھا جس کے ارد گرد ایک مضبوط دیوار اور ایک گہری کھائی تھی۔ شہر کے چار بڑے بھاری آہنی دروازے تھے اور ہر ایک دروازہ کو ایک ایک سنہری گنبد نے گھیر رکھا تھا۔ یہ دروازے اس قدر بلند اور کشادہ تھے کہ ایک سوار اپنا نیزہ کھڑا کر کے اس میں سے بخوبی گذر سکتا تھا۔ شہر کے اندر کچھ فاصلہ پر اندرونی دیواریں تھیں جنہیں شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ شاہی محل مع اپنے باب الذہب (سونے کا دروازہ) کے کھڑا تھا۔ خلیفہ کی جائے رہائش سے تھوڑی دور لیکن احاطہ کے اندر ہی مسجد، شہزادوں اور امیروں کے مکانات، میگزین، خزانہ اور دوسرے سرکاری دفاتر واقع تھے، اس احاطہ کو جو کہ بذات خود ایک شہر تھا۔ "مدینۃ المنصور" کہتے تھے، بغداد دریائے دجلہ کے دائیں اور بائیں کناروں پر آباد تھا۔ دریا نے اس کے گول دائرہ کے دو ٹکڑے کر دئے تھے، جو کہ قطر میں دو میل تھے، شہر کے گرد و نواح میں بے شمار باغ، باغیچے، اور خوبصورت سیرگاہیں تھیں اور ان کے آس پاس بہت سی نفیس مساجد، حمام اور نہایت بارونق

بازار واقع تھے، جو دریا کے دونوں کناروں پر دور تک چلے گئے تھے۔ اقبالمندی اور رونق کے زمانہ میں بغداد اور اس کے گرد و نواح کی آبادی ۲۰ لاکھ سے زیادہ تھی۔ خلیفہ کا محل (قصر الخلافت) ایک بڑے وسیع باغ میں تھا جس کے گرد پھرنے میں کئی گھنٹے صرف ہو جاتے تھے۔ اس باغ میں چڑیا خانہ کے علاوہ ایک احاطہ وحشی جانوروں کے شکار کے لئے بھی محفوظ تھا۔ محل کی زمین باغات اور نہایت ہی اعلےٰ پودوں، درختوں، تالابوں، اور حوضوں سے مزین تھی، جن کے گرد منقش تھا دیر گہڑی ہنہ سے باتیں کرتی تھیں۔ ایک طرف کو امرا اور شرفا کے محل تھے۔ بڑے بڑے بازار جن میں سے کوئی بھی ۴۰ ہاتھ سے کم چوڑا نہ تھا۔ دریا کے دونوں طرف ایک سرے سے دوسرے سرے تک شہر کے بیچ میں پھیلے ہوئے تھے، اور اس طرح سے شہر کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر ایک حصہ ایک ایک داروغہ یا سپرنٹنڈنٹ کے ماتحت تھا۔ جو باشندگان شہر کے آرام و آسائش، حفظان صحت اور صفائی کا پورا پورا خیال رکھتے تھے، بازار کے ہر ایک موڑ یا خاتمہ پر پہرہ دار سنتری (اصحاب الارباع) مقرر ہوتے تھے، بڑے اور مشہور بازاروں میں سے ایک بازار کا نام ماموینہ تھا۔ جو نہایت وسیع اور نہر (المعلیٰ) سے دروازہ مراسد الاطلاع تک چلا گیا تھا۔ بیشمار دروازوں میں سے جن سے کہ شہر کے مغربی حصہ میں داخل ہوتے تھے، مشہور دروازے یہ تھے،

(۱) باب الشمسیہ (۲) باب الکز یعنی ریشمی دروازہ (۳) باب البصرہ (۴) باب الدیر (۵) باب الشام (۶) باب البوستان (۷) باب الطاق (۸) باب الشیراز (۹) باب الصبیان (۱۰) باب التبن، دوسری جانب پانچ دروازے حسب ذیل تھے، (۱) باب الخراسانیہ (بدیکا دروازہ) (۲) باب سوق التمر (۳) باب النوبی (جس کی دہلیز کو ایلچی بوسہ دیا کرتے تھے) (۴) باب العامہ (۵) باب المراتب،

پانی کے مقام خروج پر دو (شمال و جنوب میں) شہر کے دروازوں کی طرح رات دن سوار سپاہیوں کے زیر نگرانی رہتے تھے۔ سپاہیوں کے رہنے کی جگہ دریا کے دونوں طرف محفوظ برجوں میں ہوتی تھی، اہل شہر کے واسطے ہر موسم میں بکثرت پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ بازار، باغات اور چمنستان وغیرہ ان بے شمار نالیوں سے ہر روز بلا ناغہ صاف کئے جاتے تھے۔ جو شہر کے بیچ سے ہو کر گذرتی تھیں۔ قصر الخلد کے ایوان کو ۸۰ ہاتھ اونچے سبز گنبد نے گھیر رکھا تھا۔ جو کہ بغداد کا تاج، شہر کی نشانی اور عباس کے گھر کی یادگار تھا۔ گنبد کے اوپر ہاتھ میں برچھی لئے ہوئے ایک سوار کی تصویر تھی۔

شاہی محل کے سامنے ایک بڑا بھاری چوک تھا جسے حرنبا کہتے تھے، اور یہ فوجی معائنہ، پریڈ اور دیگر جنگی کھیلوں اور دوڑوں کے واسطے استعمال کیا جاتا تھا۔ رات کو یہ چوک اور بازار خوبصورت

ریشمی شمعوں سے روشن کئے جاتے تھے، منصور اور اپنی نوجوں کا جبوترے پر کھڑے ہو کر یا تخت پر بیٹھ کر پورے ملٹری لباس میں معائنہ کیا کرتا تھا۔ برخلاف اس کے رشید مامون اور معتصم ہمیشہ ایسے موقعوں پر گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، اور اکثر بنفس نفیس جنگی کھیلوں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے، گھوڑ دوڑ ہمیشہ اہل عرب کا پرجوش کھیل رہا ہے اور دمشق کیطرح بغداد میں بھی اسے بہت پسند کیا جاتا تھا ایرانی کھیل چوگان (پولو) بھی جس کو رشید نے رواج دیا تھا مربعوں پر کھیلا جاتا تھا۔

دریا کے دوسری جانب بھی ایک بڑا وسیع میدان تھا۔ جہاں وہ فوج بر روز پریڈ کیا کرتی تھی جس کی بارکیں دریا کی بائیں طرف واقع تھیں، شہر کے مختلف دروازوں کے لمبے چوڑے راستے اہل شہر کے بات چیت کرنے اور انکی آسائش کے واسطے استعمال ہوتے تھے، اور یہیں سے مسافروں اور دیہات کے لوگوں کی بھیڑ کو دارالخلافہ میں داخل ہوتے دیکھا کرتے تھے۔ بغداد کی مختلف قوموں میں ہر ایک قوم کا ایک ایک افسر اعلیٰ ہوتا تھا۔ جو ان کی فریاد و اغراض کو گورنمنٹ کے پیش کرتا۔ یہ افسران اپنے اپنے ہموطنوں کی نیک چلنی کے بھی ذمہ دار ہوتے تھے،

بغداد دراصل شاہی محلوں کا شہر تھا۔ جو چونہ اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے، طرز تعمیر دمشق کی عمارتوں کے مشابہ تھی۔ اور عموماً محل کئی منزلوں والے ہوتے تھے۔ اور انکی آرائش میں ایرانی وضع کا اثر صاف طور پر نمایاں تھا۔ ملمع کی ہوئی دیواروں پر پھول بوٹے بنا کر اعلیٰ صناعی کا نمونہ دکھایا گیا تھا۔ جن پر ریشمی پردے خوبصورتی اور آرائش کو اور بھی دوبالا کرتے تھے، کمرے نہایت قیمتی میزوں، لاثانی چینی کے برتنوں اور سونے چاندی کے اشیائے آراستہ کئے ہوئے ہوتے تھے شاہی قصر اندر سے بیشمار جواہرات سے جگمگاتے تھے۔ دیوانخانے اپنی اپنی آراستگی کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ نام رکھتے تھے۔ ایک دیوانخانے کا خاص وصف سونے کا درخت تھا جس کی شاخوں پر سونے کے بنے ہوئے موتیوں سے مرصع پرندے بیٹھے تھے، دوسرا دیوانخانہ ایوان الفردوس تھا۔ جو عالیشان جھاڑوں کمال آراستہ دیواروں مرصع چھت اور اعلیٰ رنگ آمیزی کی وجہ سے مشہور تھا۔ دریا کی دو اطراف کے مقابل کئی میلوں تک امراو شرفا کے محل اور باغات تھے، سنگ مرمر کی سیڑھیاں پانی کی تہ تک پہنچتی تھیں، دریا نظارہ ہزاروں مورپنکھیوں کیوجہ سے (جنہیں زورق کہتے ہیں) اور بھی قابل دید تھا۔ یہ مورپنکھیاں چھوٹی چھوٹی جھنڈیوں سے۔ جو سورج کی کرنوں کیطرح پانی پر لہرایا کرتی تھیں۔ آراستہ تھیں اور تفریح پسند بغدادیوں کو شہر کے ہر ایک حصے سے دوسرے حصے تک لے آتی تھیں، تمام بندرگاہوں پر جو دریا کے کنارے کئی میلوں تک چلے گئے تھے، جہازی

بیڑے لنگر ڈالے پڑے رہتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کی خوبصورت سمندری اور دریائی کشتیاں اپنے اوالراتب سواروں کے انتظار میں ہمیشہ کھڑی رہتی تھیں۔ خاص خلیفہ کے جنگی جہاز اور شنراوٹ (یعنی پولیس کی کشتیاں) بھی قابل دید تھیں۔ مساجد نقشہ کی خوبصورتی۔ آراستگی اور عظمت کے لحاظ سے اگرچہ دمشق میں ولید کی مساجد سے سبقت نہ لیگئی تھیں، مگران سے کسی طرح کم بھی نہ تھیں جامع مسجد کے علاوہ شہر کے ہر ایک حصہ میں خاص خاص مساجد موجود تھیں، اور تمام سلطنت میں ہر ایک قصبہ اور شہر عمدہ عمدہ مسجدیں رکھتا تھا ؛

رباعیاتِ عید

(۱)

جہاں کرنے کو آئی شادماں عید منائیگا ہر اک پیر و جواں عید

مگر جیسی ہے اپنی عید شاکر نہ ہو ویسی کسی کی جانستاں عید

(۲)

ہے پیغام مسرت عید لائی تمنا اہل عالم کی بر آئی

ملیں گے سب سبی احباب و برادر جدا ہے آج بھی شاکر سے بھائی

(۳)

سنا بلبل سے ہے میں نے چمن میں مسافر عید پر آئے وطن میں

جوانا مرگ ای شاکر عدم سے نہ آیا آج اپنی انجمن میں

(۴)

تعلق کور کو خورشید سی کیا قتیل شرک کو توحید سی کیا

ہو جس کو ہر گھڑی صبح محرم اسے شاکر جہاں کی عید سی کیا

دلفگار شاکر صدیقی

تذکرۂ برادری

تاریخی جواہر ریزے

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے کی اخلاقی و دینی جرأت

عمر بن عبدالعزیز جس دن مسند خلافت پر بیٹھے ہیں، اس دن رات تک بیعت اور خلیفہ سلیمان کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہے، رات کو سونے کا اتفاق نہ ہوا۔ دوسرے روز صبح کو قیلولہ کا ارادہ کیا۔ تو آپ کے فرزند عبدالملک نے کہا۔ حقداروں کے حقوق دوسرے دل کے ہاتھ میں اور آپ آرام کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا چند لحظہ قیلولہ کر لوں۔ بعد نماز ظہر کے اسطرف توجہ کرونگا۔ لڑکے نے عرض کیا، کیا آپ کو اپنی زندگی پر اس وقت تک باقی رہنے کا وثوق ہے۔ یہ جواب سنکر لڑکے کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس کی دینی و اخلاقی جرأت کی تعریف کی اور قیلولہ سے ہاتھ اٹھا کر مقدمات کیطرف رجوع کیا۔

حضرت سعید بن مسیب کی صاف بیانی

۹۱ھ خلیفہ ولید حج سے ہو کر مدینہ گئے، اس زمانہ میں عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر تھے، خلیفہ نے مسجد میں جانیکا ارادہ کیا حکم ہوا سب لوگ مسجد سے باہر نکالدئے جائیں۔ لیکن سعید بن مسیب ایک بزرگ باوجود اصرار کے بیٹھے رہے اور کہنے لگے، یہ عجیب خلیفہ آیا ہے، جو خانہ خدا میں بھی لوگوں کو نہیں بیٹھنے دیتا جب خلیفہ مسجد کے دروازے پر آگیا۔ تو پہرہ داروں نے کہا خلیفہ آتے ہیں سلام کو اٹھیئے، کہا خدا کے گھر میں دو کا سلام نہیں ہو سکتا اور نہ مسجد میں اس امتیاز کی ضرورت ہے، مسجد میں بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے آنا چاہیئے، خلیفہ کی نظر جب سعید پر پڑی، تو پوچھا کون ہے؟ عمر بن عبدالعزیز کو سعید کا ادب ملحوظ تھا اور ان کے زہد و ورع کے قائل تھے کہا سعید ہیں، بصارت میں فرق آگیا ہے، حضور کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے اور سلام کرتے۔ خلیفہ نے کہا میں خود ان کے پاس جاؤنگا۔ چنانچہ خلیفہ نے ان کا مزاج پوچھا تو کہا۔ الحمدللہ خیریت ہے،

ایام قحط میں حضرت عمر کی بے قراری

۱۸ھ میں قحط نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔ حضرت عمر بادشاہ وقت تھے بلکہ شہنشاہ عرب و عجم تھے۔ ان کو کس بات کی کمی تھی۔ لیکن رعایا کی بے حالی سے خود بھی بے حال تھا۔ انسداد قحط کی تدابیر میں رات دن بیقرار رہتے تھے، آخر

جب ظاہری تدبیروں سے کام نہ چلا۔ تو حضرت عباس عم رسول اللہ کی خدمت میں گئے۔ اور کہا قحط کی وجہ سے مخلوق خدا پریشان ہے آپ ہمارے ساتھ چلئے کہ ہم آپ کے وسیلہ سے پانی کی دعا مانگیں۔ حضرت عباس ان کے ساتھ روانہ ہوئے، نماز کی جگہ پر حضرت عمر اور حضرت عباس نے بھی گڑگڑا کر خدا کی جناب میں مخلوقات عالم کو بلائے قحط سے نجات دلانے کی دعا مانگی۔ حضرت عباس جو بہت مسن ہو گئے تھے روتے جاتے تھے اور آپ کی ریش مبارک پر آنسو بہ رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے رحمدل بادشاہ اور بزرگترین انسان کی دعاؤں تاثیر بخشی۔ آسمان پر گھٹا ئی ابر پیدا ہوئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں۔ اور اس قدر پانی برسا کہ جل تھل ایک ہو گئے"۔

ثمرۂ تقویٰ

"اصلاح الاخلاق والاعمال" کا ایک سبق آموز فسانہ، جو راستم ہی کے الفاظ میں درج کر دیا گیا ہے، ناظرین زبان و انشا کا لحاظ نہ کریں بلکہ مطلب سے مستفیض ہوں، ایڈیٹر

(از جناب مولانا حکیم سید احمد حسین صاحب)

گلشن بھی ہے بہار بھی ہے ابر بھی ہے

دے ساقیا شراب کہ پھر یہ سماں کہاں

پھولوں کی مہک اور اس کی بھینی بھینی خوشبو کا لطف بلبلوں کے دل سے پوچھو، مہوشانِ بزم قدرت کا حسن جہاں فریب وہ مقناطیسی قوت رکھتا ہے کہ عابد اور زاہد جیسے فولاد منش دلوں کو ایک نگاہ تبسم میں کھینچ لے، بغداد کا وہ خوشنما منظر جو تماشاہ عالم میں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے، اور رات کا وقت نازک نازک پھول جو تمام دن آفتاب غضب آلود اور گرم نگاہوں سے بچ بچ کر نکل آئے ہیں۔ اب شبنم کے غسل خانہ سے نکھر نکھر کے بزم قدرت میں جان ڈالنے کو موجود ہو گئے ہیں۔ نو عروسانِ چمن بھی پھولوں کا بوقلمونی لباس پہنکر اس شب ماہ کی سیر کو آ گئے ہیں۔ چاندنی اپنے جوبن پر اترائے جاتی ہے، ایک نازک بدن حسین لیڈی جو اپنے حسن خداداد پر مسکراتی ہوئی خرام ناز کرتی چلی آتی ہے، ایک نوعمر گرد جوان جو کبھی اس کی تیر مژہ کا نشانہ بن چکا تھا۔ پاؤں کی آہٹ پاتے ہی جوانی کی نیند سے مخمور انگڑائی لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اور اپنی خوبصورت و دلاویز تصویر کو سامنے پاکر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

لیڈی ، (جھجک کر) دولی ، تو کون ہے ؟

جوان ، آپ کے تیر مژہ کا گھائل ، آپ کا عاشق و شیدا ،

لیڈی نے پہچان لیا کہ یہ وہی جانباز ہے جو مدت سے میری آرزو میں صحرانوردی اور بادیہ پیمائی کرتا پھر رہا ہے دلربایانہ انداز سے شرمیلی آنکھیں نیچی کر کے دوسری سمت چلدی۔ اب کیا تھا۔ شمع حسن کی روشنی میں اس کی گوری اور چمکتی ہوئی پیشانی پر نظر پھسلی جاتی تھی۔ اسکی سیاہ زلفیں گورے گورے رخساروں کیساتھ شوخیاں کر رہی تھیں۔ اس سے دور رہنے والی بھویں اس کی ان آنکھوں پر سایہ کئے ہوئے تھیں جس نے اپنے جادو اثر کرشمہ سے اس کا دل چھین لیا تھا اس وا پر آتش عشق اور بھڑک گئی ، جوان نے بیتاب ہوکر پروانہ وار اس شمع رو پر گر کر اپنی آرزومند باہیں اس کے پیارے اور نازک گلے میں حمائل کر دیں اور بولا ،

جوان ، میری جان کہاں جاتی ہو ؟

لیڈی ، (حنائی ہاتھ سے اس گستاخ ہاتھ کو جھٹک کر) دولی مردے ، دور ہو !

جوان ، خدا کیواسطے رحم کھاؤ۔ میں آپ کے حسن دلاویز کا بیمار ہوں مسیحائی کرو ، میری جان بچاؤ ،

لیڈی ، تم خدا کو کیا جانو ؟

جوان ، کیا خوب ، کیا میں مسلمان نہیں ہوں ؟

لیڈی ، اگر تم مسلمان ہوتے ، اور خدا کو پہچانتے ، تو اس کے خوف سے ڈرتے ، آج کی شب شب برات ہے ، تمام مسلمان عبادتگاہوں میں اس کی عبادت کر رہے ہیں ، اور تم پر شیطان سوار ہے ،

لیڈی کا تیر سخن نشانہ پر بیٹھا۔ اور وہ جوان جو ابھی ابھی جوانی کے ولولے دل کے حوصلے نکالنے پر بیتاب تھا۔ خدا کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ چہرہ کملائے ہوئے پھول کیطرح بے آب ہو گیا۔ اور بولا ،

جوان ، ظالم ! غضب کر دیا۔ آہ ، یہ کیا کہا۔ سچ ہے مجھے خدا کو منہ دکھانا ہے۔ یہ عشق خانہ خراب بھی شیطانی وسوسہ سے کم نہیں۔ میں اس کی زلف گیر میں پھنس گیا تھا۔ توبہ کرتا ہوں ، نازنین آپ بھی میری خطا معاف کریں ،

لیڈی ، (ناز و ادا کے ساتھ) جاؤ ہٹو ، مجھے یہ چوچلا اچھا نہیں لگتا۔ لیڈی تو یہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ یہ بانکا جوان دل مسوس کر بیٹھ گیا اور بارگاہ ایزدی میں سر نیاز جھکا دیا۔

لیڈی کے دل پر بھی اس نوعمر حسین جوان کا عشق کام کر چکا تھا۔ خرام ناز کرتی ہوئی چند قدم آگے بڑھی اور پھر کر دزدیدہ نظر سے اس کیطرف دیکھا۔ وہ جوان عشق مجازی کے کوچے سے نکل کر عشق حقیقی کے پر فضا میدان میں پہنچ چکا تھا۔ اس کو سرگرم عبادت اور محو یاد الٰہی پایا۔ یہ بزم حسن کی دلربا لیڈی جو اپنے حسن و جمال پر ناز کر رہی تھی قدرت کے جذبہ سے بیچین ہو کر از خود رفتہ ہو گئی اور اللہ اللہ کہتی ہوئی ایسی یاد الٰہی میں ڈوبی کہ آپے کی خبر نہ رہی پچھلی رات ہے دنیا کی دلفریب مخلوقات کو کل کی دلچسپیاں کرنے کیلئے رعب نے اپنے پردہ میں چھپا لیا تھا سناٹے کا عالم ہے۔ اگر کچھ جاگتے ہیں تو آسمان کے تارے، جو کھلی ہوئی چاندنی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان دونو پری تمثال صورتوں کو دیکھ لیتے ہیں۔

اس حور وش کا باپ اپنے مکان کے ایک کمرہ میں سہری بچھائے سو رہا ہے، دفعتہً عالم رؤیا میں پرتو نبوت سے روشن ہوا۔ اور جناب رسالت مآب نے ہدایت فرمائی۔ کہ ہشیار ہو جا۔

پیرمرد «آنکھیں ملتا ہوا» حضور! کیا ارشاد ہے،

سرور عالم، تیری پیاری بیٹی اور ایک جوان رات بھر عبادت الٰہی میں مصروف رہے ہیں، اور انہوں نے اپنی متوالی جوانی پر خوف خدا سے وہ کام کیا ہے جو دوسرے سے دشوار تھا۔ مشیت ایزدی یہی ہے کہ صبح ہوتے ہی تو اپنی نور نظر کا نکاح اس جوان سے کر دے،

پیرمرد (خوش ہو کر) زہے نصیب اور خوشا قسمت، میری بیٹی کی تقدیر یاور ہے جو حضور پیام دیتے ہیں۔ حضور کا پیام سر آنکھوں پر۔ یہی ہو گا۔ آنکھ کھل گئی، غور کرنے لگا اور مضطربانہ صبح کا انتظار کرنے لگا

خدا جانے! آج کس بخت آور کا نصیبا جاگا ہے کہ صبح صادق نے اپنے چہرہ پر شفق کا غازہ مل کر منہ دکھایا ہے۔ صبح کے وہ سارے آثار جس سے صبح کی سبزی مؤثر بن جاتی ہے ظاہر ہونے لگے۔ وہ سہانا وقت وہ نور کا تڑکا جو مردہ دلوں کو مژدۂ تازگی دے رہا ہے۔ وہ نسیم سحر کا مستانہ وار جوانان سحر خیز کو ٹھوکریں دے دے کر اٹھلاتے ہوئے چلے جانا وہ صحرائی درختوں کا کسی نوجوان امنگ بھرے محبوب کی طرح جاگ کر انگڑائی لینا وہ ہری ہری شاخوں کا جھوم جھوم کر باہم لپٹ جانا۔ وہ کنواری کلیوں کا ان بدتہذیبیوں سے شرما کر پتوں سے منہ چھپا لینا وہ افق مشرق سے سلطان خاور کے برآمد ہونے کی خبر پا کر ستاروں کی جھرمٹ کا سیاہ چادر میں چھپ جانا وہ افق مشرق خوشی اُمنڈ سرخی سے گل رخساروں کے نورانی چہروں کا اور بھی گلرنگ ہو جانا۔ ادھر موذن کا گلدستہ پر پرجوش

لہجہ میں اذاں کا دینا، نمازیوں کا آنکھیں مل مل کر وضو کو دوڑنا اور نماز کا ادا کرنا کچھ ایسا بھلا سماں تھا جس کے مزے کو کچھ دل ہی جانتا ہے، پیر مرد بھی فریضۂ صبح سے فارغ ہو چکا ہے اور اپنی پیاری بیٹی کو جو بادۂ حسن سے مخمور اور نشۂ امنگ اور شراب سے چور ہے ساتھ لیکر کسی نوعمر حسین جوان کی تلاش و جستجو میں چل دیا ہے، راستے میں ایک دروازہ پر تھا اور دستک دی،

جوان : اندر سے، کون ہے؟

پیر مرد : یہاں آئیے، ایک پیر مرد ہوں ایک ضروری کام کو آیا ہوں،

جوان : آنکھیں ملتا ہوا۔ دروازہ پر آیا۔ دیکھتا ہے۔ کہ وہی دلربا حسینہ جو اپنے حسن جہانسوز پر تکبر کرتی تھی اس شرمیلی آنکھیں نیچے کئے ایک پیر مرد کیساتھ خاموش تصویر بنی کھڑی ہے، قریب تھا کہ آتشِ حسن کے بھڑکیلے شعلوں سے بیتاب ہو کر از خود رفتہ ہو جاتا مگر سنبھلا اور خوب سنبھلا،

جوان : غریب خانہ پر کیوں کرم فرمایا ہے۔ میں آپکی اس عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں،

پیر مرد : اللہ سے جوڑتا ہے، اس کیلئے باب رحمت کھل جاتا ہے۔ تم نے آج کی رات اس کے خوف سے جوانی کے نشہ میں مخمور ہو کر اپنے دلی جذبات کو روکا اور سچے اور عشق میں ڈوبے، اس لئے مجھے سرورِ عالم کی ہدایت ہوئی ہے، کہ میں اپنی اس بیٹی کا جس کی خواست گاری میں اکابر قوم کی مشتاق آنکھیں لگی ہوئی ہیں تمہارے ساتھ نکاح کر دوں،

جوان : دل میں خوش ہو کر اور شکر خدا بجا لا کر، شرما کر گردن جھکا دی، پیر مرد خوش خوش گھر کو چلا گیا۔ حسینہ بھی دزدیدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی اپنی دلی کامیابی پر مسکرائی اور ناز نخرا کے ساتھ اس پیر مرد کے پیچھے پیچھے چل دی، گھر پہنچکر شادی کی تیاریاں ہونے لگیں،

شادی

صبح کا سہانا وقت رات کی سرد مہریوں سے گھبرائے ہوئے دلوں کو بہلانے کے ارادہ سے دلفریبی کا سامان لیکر آیا ہے اور جہاں خدا جانے کس عروس بہار آفریں کی آمد ہے کہ گل زر نقد ہاتھوں میں لئے رونمائی کو موجود ہے، دلفریب مہوشانِ بزمِ قدرت اس محبوب دنیا کی مصنوعی مشاطہ گری کو دیکھ کر جھرمٹ کئے ہوئے مسکرا رہے ہیں۔ پھول رات کی سیاہ پردہ سے بیساختہ باہر نکل کر چٹکیاں بجا بجا کر ہنس رہے ہیں۔ بزمِ حسن کے دلربا حسین اپنے حسن خداداد پر اتراتے جاتے ہیں۔ نکلتے ہوئے سرخ سرخ آفتاب کی گرم جوشیاں جسکو کرنیں لپک لپک کر لاتی ہیں اور کبھی خواب ناز کے سونیوالے گل رخسار پر چھینٹے سے ڈال جاتی ہیں، یہی سماں تھا۔ یہی سین تھا، کہ نوعمر حسین جوان کی برات نہایت شان وتجمل، تزک

واحتشام کے ساتھ چڑھتی نظر آئی۔ دنیا کا کوئی ساز و سامان ایسا نہ تھا جو اس کے حسن کو دوبالا نہ کر رہا ہو، دلہن کے مکان پر پہنچی۔ ناز و ادا کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ نفیس اور صاف ستھرے مکان میں ٹھہرا دی گئی چاروں طرف مبارکباد کے چرچے اور خوشی کی صدائیں بلند تھیں مگر وہ حسین جوان اپنی قوت متخیلہ کی دست درازیوں سے کچھ ایسا محو تھا۔ کہ اس کو کچھ خبر ہی نہیں، آپ جانتے ہیں،

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک

آتش شوق تیز تر گردد؛

جوں جوں دھوپ چڑھتی جاتی تھی۔ اس کے آرزو مند دل کی امنگیں نکلنے کے لئے اس کو اور بھی تڑپانے لگتی تھیں، جیب سے بار بار گھڑی کا نکال کر دیکھنا۔ کرہ کی چادروں کو ہٹا کر دھوپ کا احوال پوچھنا۔ گھڑیالی کی آواز پر کان لگائے لگائے اکتا جانا ستارہ شناسوں سے شب و روز کی کوتاہی اور درازی کا استفسار کرنا یہ سب وہ باتیں تھیں جو اس کے زخم کھائے ہوئے دل کی بے تابیوں کا فوٹو کھینچ رہی تھیں۔ اس بے تابی میں ہاں اتنا ضرور تھا۔ کہ اس کی پیاری امیدیں جنہوں نے خدا خدا کر کے اور گھڑیاں گن گن کر اس کا دن کٹایا تھا، ہار دے رہی تھیں۔ کیونکہ یہ تو ہر کوئی جانتا ہے، کہ دنیا کی تمام مشکل آویزیوں میں دکھ ہٹا لینے والی کوئی چیز ہے تو وہی امید ہی جو اپنا خوشنما چہرہ دکھا کر بے چین دلوں کو بہلا دے دے کر ٹھہرا لیتی ہے،

خدا خدا کر کے ارمان دل والے ستم رسیدہ کا پہاڑ سا دن گذرا۔ شب گھڑی آئی، مجمع ہونے لگا۔ جلسہ ایسا شاندار بنا کہ سلطان شب مع اپنے جملہ خدم و حشم کے اس کی نظارہ بازی آموجود ہوا تھا۔ غیرت کے مارے سرخ تارے آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے بھی اور نظر چرا بھی لیتے تھے، اتنے میں قاضی صاحب زرق البرق جبہ و دستار پہنے آ گئے، جس کے انتظار میں مشتاق نگاہیں پھرا رہی جاتی تھیں، نہایت خوش الحانی کیساتھ خطبہ پڑھا گیا ایجاب و قبول کے خوشگوار الفاظ نے گل و بلبل کو ہمیشہ کے لئے ملا دیا۔ مبارکبادی کی صداؤں نے گونج پیدا کر دی،

سچ ہے اللہ تعالٰی سے جو ڈرتا ہے اس کے لئے باب رحمت کھل جاتا ہے، دیکھو، نوجوان اور حسینہ کس انداز سے دنیا میں کامیاب اور عذاب آخرت سے محفوظ رہے،

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا

متفرقات

جمیعۃ العلماء کی اصلاحی کوششیں

جمیعۃ علماء اسلامیان ہند کی سب سے بڑی مذہبی جماعت ہے، اس نے اپنے اجلاس کلکتہ میں چند نہایت مفید اصلاحی تجاویز پاس کی ہیں جنہیں مسلمانوں کیلئے قابل اور روشن خیال اماموں کے تقرر، طلاق، وراثت، اور اوقاف کے جھگڑوں کے لئے قاضیوں کے انتظام پر زور دیا گیا ہے۔ اگر مسلمان اس قسم کا کوئی نظام قائم کر سکیں تو انکو ہزاروں برائیوں سے نجات مل سکتی ہے، اور انکے سینکڑوں بگڑے ہوئے کام سنور سکتے ہیں، جمیعۃ العلماء نے ان نقائص کا احساس کیا ہے تو اسکو چاہئے کہ وہ معاملہ کو یہیں نہ ختم ہو جانے دے، بلکہ اپنا پورا سال اسکی تکمیل میں صرف کرے،

جمیعۃ العلماء نے اسی سلسلہ میں شادی غمی کی تقریبات تیوہاروں میں فضول خرچی اور عورتوں کے حق وراثت سے محروم رکھنے کے متعلق بھی پر زور قرار دادیں منظور کی ہیں اور بمبئی اور پنجاب میں جہاں لڑکیوں کے شرعی حقوق کو والدین نے نہایت بے رحمی سے پامال کر رکھا ہے، وہ مذہب کر لوگوں میں تبادلہ خیالات کرنیکا فیصلہ کیا ہے،

ہندو سبھائی کس فکر میں ہیں؟

ان فدایان وطن میں کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ہم مسلمانوں کو ہندوستان سے یک بینی و دو گوش باہر نکالدینے کی طاقت رکھتے ہیں، لیکن دوسری جماعت کہتی ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پہلی جماعت میں بھائی پرمانند اور سوامی ستیہ دیو ایسے شامل ہیں، اور دوسری میں لالہ لاجپت رائے وغیرہ،

بھارتیہ شدھی سبھا میں سوامی ستیہ دیو نے کہا کہ "مسلمان شہر سے باہر جاکر مسجدیں بنائیں، عربی، فارسی بھارت ورش سے باہر نکالدی جائیگی۔ مسلمانوں سے مقابلہ کرو، تم میں گاندھی تلک پیدا ہوئے، مسلمان بیچارے کیا کر سکتے ہیں ہندو! تم سمجھو کہ ہم ہندوستان کے مالک ہیں" لیکن لالہ لاجپت رائے نے کہا۔ کہ یاد رکھو، کہ ہزاروں ستیہ دیو اور پرمانند بھی مسلمانوں کو یہاں سے نہیں نکال سکتے، نہ ان کے حقوق غصب کر سکتے ہیں، آپ نے یہ بھی کہا کہ مت حملہ کرو، کسی مذہب پر یا کسی بھی سوسائٹی پر، یہ لن ترانیاں ہیں جس سے ہندو بڑے نہیں ہو سکتے،

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ادبی مہاجرت

مولانا ساغر سیمابی مدیر رسالہ "پیمانہ" آگرہ سے اپنا دفتر مستقلاً لاہور لے آئے ہیں پیمانہ اب یہیں سے نکلیگا۔ خدا کرے ساغر و پیمانہ سرزمین پنجاب میں خوب پھلیں پھولیں اور مقصد مہاجرت میں کامیاب ہوں، خط وکتابت کیلئے قصر الادب ایکی دروازہ لاہور کافی ہے،

خط وکتابت

گذشتہ چند روز میں کچھ خطوط جو گذشتہ اشاعت کے "تذکرہ برادری" کی مطالعہ کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں موصول ہوئے ہیں، آئندہ اشاعت تک ہم دیگر احباب کے احساسات کا مطالعہ کرکے ناظرین کے سامنے پیش کرینگے، انشاء اللہ تعالے آئندہ اشاعت سے "خط وکتابت" ایک علیحدہ عنوان قائم کریں گے، تاکہ ناظرین کے ضروری خطوط کا ملخص درج ہو سکے،

ہندوں کی قوم نوازی

مارواڑی اگروال مہاسبھا ہندوں کی ایک فرقہ کی انجمن ہے جس کی گذشتہ سالانہ جلسہ میں اتفاق سنگٹھن اور اصلاح رسوم پر پرزور تقریریں ہوئیں، ایک مارواڑی سیٹھ موتی لال جھنجھن والا نے مارواڑیوں کی تعلیم کیلئے ایک لاکھ روپیہ کا گرانقدر عطیہ دیا۔

جدید وائسرائے ہند

لارڈ ریڈنگ تشریف لے گئے، آپ کے جانشین لارڈ اروِن بحیثیت وائسرائے ہند تشریف لے آئے ہیں۔ آپ نے اپنی مختلف تقاریر میں فرمایا کہ ہندوستانی مخصوص معاملات میں میں لارڈ ریڈنگ موصوف کے نقش قدم پر چلونگا۔ آپ کے حالات زندگی دلچسپ ہیں، ترتیب دینے کے باوجود افسوس ہے کہ قلت گنجائش سے اس اشاعت میں ہم درج نہیں کرسکے، موقعہ ہوا تو آئندہ،

ایک ضروری اطلاع

چند احباب کے اصرار پر مخصوص مقاصد کو لے کر میں عنقریب سفر کا ارادہ رکھتا ہے، حالات کی موافقت کے مطابق پروگرام تجویز ہوگا اور جن جن احباب کے پاس جہاں جہاں ٹھہرنا ہوگا انہیں بذریعہ خاص مراسلت اطلاع دی جائے گی، امید ہے کہ برادران قریش تکمیل مقاصد میں میرا ساتھ دیکر شکر گذاری کا موقع دیں گے،

نیازمند رونق

جن معاونین کرام کا سالانہ چندہ اس نمبر کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ مہربانی کرکے سال آئندہ کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر مشکور کریں، خاموش رہنا اور واپسی سے نقصان پہنچانا یہ درست نہیں، جن برادران کی خدمت میں تین ماہ سے برابر نمونۃ الفین بھیجا جارہا ہے، درخواست ہے کہ خریداری منظور فرمائیں گے؟

پیامِ امین

یہ لاجواب کتاب صدہا انگریزی۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے، جو مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم کے متعلق علمائے مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ دماغ کیا رائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی مجلدات دنیا میں کن ذرائع سے اور کیونکر پھیلیں۔ ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیامِ امین کے اوراق دے سکتے ہیں، انیس سو کے قریب دنیا کے غیر مسلم نامور مورخوں، مصنفوں اور صاحب نظر لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان و معنی خیز و بصیرت افزا کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اگر آپ نے اب تک کتاب اللہ کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپ کو نعوذ باللہ قرآن کی صداقت میں کچھ شبہ ہے تو پیامِ امین کا مطالعہ فرمائیے، یقیناً آپ کا دل قرآنی عظمتوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتاب مبین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلام الٰہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب نے لامذہبیت کے فتنے کو رد کر دیا ہے، ملحدین اور علمائے ادب منطقی طبع کے خضر راہ، جدید تعلیم پذیرفتہ نوجوان لڑکوں۔ لڑکیوں اور مستورات کے لئے پیامِ امین کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ یہ کتاب کفر و الحاد لامذہبی و بے راہ روی کے خیالات دور کر کے دل و دماغ میں الٰہی نور اور قرآن و اسلام کی عظمت کا ایک پائیدار احساس پیدا کرتی ہے اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ اعلیٰحضرت حضور نظام نے اسے اپنی ممالک محروسہ کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی۔ پشتو۔ ملیالم زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ کاغذ کتابت طباعت نہایت اعلیٰ۔ قیمت علاوہ محصول ایک روپیہ (عہ)

حقیقۃ السیادۃ الہاشمیۃ

مصنفہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی۔ یہ ایک نامہ نگار اخبار اثنا عشری کے مضمون "تسید" کی تنقید کرتے ہوئے سادات بنی ہاشم کی سیادت کا ثبوت دیا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ آل عباس آل علی آل جعفر آل عقیل یہ سب سادات ہیں اور شریف و سید کے لقب سے حضور سرور عالم کے زمانہ سے اب تک ملقب رہے ہیں، کتاب نہایت دلچسپ، کتابت و طباعت دیدہ زیب، قیمت علاوہ محصول آٹھ آنہ (۸ر) **مینجر القریش امرتسر** سے طلب کیجئے،

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۰۴

القریش رسول نمبر

القریش کا یہ خاص نمبر خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا تھا

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی شرح و بسط سے نظم و نثر میں دیئے گئے ہیں، مضامین ملک کے مشہور ادیب اور انشاپردازوں کے لکھے ہوئے ہیں، جو نہایت دلچسپ ہیں، آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تو دیگر جگہوں سے ملتے ہیں، لیکن رسول نمبر کا انداز تحریر جداگانہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنے ، ۴ر ،

القریش صدیق نمبر

سیدنا عبداللہ حضرت ابوبکر صدیق رض کے فضائل، اخلاق و ایثار، و لطف کا وہ جامع الاوصاف مجموعہ، جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل، زہد و تقوےٰ، عصمت و عفاف، احسان و کرم، حلم و عفو، عزم و ثبات، ایثار و لطف، اور غیرت و استغنا کا سبق حاصل ہوتا ہے،

منثور و منظوم مضامین ان چوٹی کے انشاپردازوں کے ہیں، جو عہد حاضر میں مسلمہ اہل قلم و مورخ مانے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنہ،

المشتہر

مینیجر رسالہ القریش امرتسر پنجاب،

اللہ اکبر

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ——— فی پرچہ چار آنہ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس پرنٹر قریشی محمد علی رونق پبلشر کے چھپا

مقاصد

افراد قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں، تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ "القریش" کی آواز بلند کرنے اور افراد قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازان القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

(۱) **قلمی اعانت** (اصلاحی اور ایسے مضامین جو مقاصد مجوزہ کے موافق ہوں کی ترسیل)

(۲) **ترقی اشاعت** (حلقۂ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار دیکر)

(۳) **القریش** کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر کہ اسی میں پس افتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز مضمر ہے،

نیازمند

مینیجر

القریش امرتسر

جلد ۱۲ | فہرست مضامین بابت ماہ مئی ۱۹۲۶ء | نمبر ۵

تعلیم

مولانا امیر احمدی اجمیری کے قلم سے

جسے تعلیم کا شیدا نہ پایا — کبھی اس قوم کو زندہ نہ پایا
جو پایا علم سے پایا بشر نے — فرشتوں نے بھی وہ پایا نہ پایا
حکومت پائی، دولت پائی، ہم نے — بدولت علم کی کیا کیا نہ پایا
مثال اس کی کہیں پائی نہ دیکھی — جواب اس کا کہیں دیکھا نہ پایا
انیس اس سے کوئی بہتر نہ نکلا — رفیق اس سے کوئی اچھا نہ پایا
زمانہ بھر سے وہ ہشیار نکلا — جسے تعلیم کا دیوانہ، پایا
نظر آئی ہیں وہ بزم سونی — جہاں تعلیم کا چرچا نہ پایا
رہا اپنے لئے تعلیم کا محتاط، — کبھی ہم نے اسے سستا نہ پایا

وہ چمکا شمع محفل بن کے اے امیر
جسے تعلیم کا پروانہ پایا،

ایک

صاحب کی طرف سے چھ ایسے قریشی برادران کے نام ایک سال کیلئے بلاقیمت القریش جاری کرنا مقصود ہے، جو فی الحقیقت اس کے مستحق ہوں، یعنے قیمت ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، مگر علمی ذوق اور قومی حمیت سے ان کا دل مالا مال ہو، اور قومی خدمات میں عملی حصہ لے سکتے ہوں، درخواستیں مصدقہ لی جائینگی، القریش کے کسی معاون کی تصدیق کافی ہے، مینجر القریش،

ایک خط

بنام یارانِ قریش

مکرمی قاضی شاہ ولی صاحب وکیل نکودر نے مارچ کے "تذکرۂ برادری"
سے متاثر ہو کر یارانِ قریش کے نام ایک خط ارسال فرمایا ہے، جو آپ کی
خواہش کے مطابق درج ذیل کیا جاتا ہے۔ کاش احباب اس سے متاثر ہوں
اور اپنی قومی حالت پر غور کرنے کی کچھ فرصت پائیں،

آپ لکھتے ہیں،

مکرمی حضرت رونق سلمہ، سلام علیکم، اللہ میاں آپکو آئے دن کی آشوبِ چشم سے محفوظ و مامون رکھے، القریش جلد ۱۲ نمبر ۲ و ۳ صفحہ ۳۴ تذکرہ برادری پڑھ کر دل خوب کڑھا۔ بجز دعا اور کیا چارہ ہے، خداوند کریم ہمارے بھائیوں کو تعلیم اولین اسلام عطا فرمائے اور پکا مسلمان بنائے، کاش وہ اتنا ہی کرتے رہیں کہ فائدہ نہ پہنچائیں تو نقصان ہی سے اور دل کو بچائیں، ۱۴۰ وصول اور ۷۳ واپس، اللہ رحم کرے، ابھی ان بھائیوں سے ہی قیام ندوہ کی امید لگ رہی تھی کہ ایک روپیہ فی سر والی تجویز غالباً از بس شیرازۂ قوم کے لئے مفید ہو گی، مگر ایں خیال است و محال است و جنوں، ایں قلمی خط میں ایک نظم بھیجتا ہوں، امید کہ درج رسالہ فرما کر مشکور فرمائیں گے، شاہ ولی از نکودر

ے برادر پنبہ بیروں کن ز گوش — تا درونِ دل بگردد حق نیوش
ما صفا از ہر کہ یابی خوش بگیر — ما کدر بگذار از دل گیر ہوش
تا بکے ایں خوابِ نوشیں سرگراں — ہوش کن از نومِ غفلت گیر ہوش
فخرِ حسب و نسب داری از چگوں — پدرم سلطاں چہ معنی خود بکوش
چشمِ دل بکشادہ بنگر گرد و پیش — از حیاں ہر قوم گویاں پوش پوش
زرگر و حداد باشد یا کہ تیر، — رسن گر ہم پنبہ افشاں گرم جوش

در حصولِ ارتقا ہر گام زن، گاذر وحجام ہم سبزی فروش
واشئے حسرت خونِ تو تیغ بستہ شد تو قریشی نسب و مخدوم ہوش
حاملِ اسلام بودی مایہ ناز پیشوائے ملک و دولت جانفروش
"انتم الاعلون" بالا تر نشین خیز ہمت کن چو اول خیر کوش
"القریش" از مدتے در احتجاج می صدائے حضرتِ رونق نیوش
یک جریدہ القریشت نیم جان از حوادث بیقرار و خون نوش
شد اشاعت ہفتہ واریش مدتے ماہ بہ ماہ شد بیں ترقی روش روش
ہمتے کن اتفاقے پیش گیر با زمانہ روش دار ای اہل ہوش
کارنامہ ہائے سلف و خلف بیں پس نباید ناخلف ای تیرہ ہوش
قاصحیا بیدار باشی ندوہ ساز
از قیامِ ندوہ باشی حق نیوش

اطلاع

قوم کی عملی خدمات کیلئے ان شدت کی گرمیوں میں سفر کی تیاریاں کر رہا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب باہر جانیوالا ہوں، اس سفر سے میرا مقصد محض افراد قوم کو اتحاد و یگانگت کی سٹیج پر جمع کرنا ہے اور بس، چونکہ ایسے اہم کام قومی ارگن کی وسعت و ترقی کے بغیر یقیناً ادھورے رہا کرتے ہیں۔ اس لئے اس اثنا میں "القریش" کی توسیع اشاعت بھی مدنظر ہوگی، ایک خاص مراسلت جو آئندہ اشاعت میں عام ناظرین کی واقفیت کے لئے درج رسالہ کیجائیگی، ان احباب کی خدمت میں علیحدہ ارسال کی جارہی ہے جن سے اس سفر میں مجھے مدد لینا مقصود ہے امید ہے کہ احباب اس کارِ خیر میں میری مدد فرمائی کیلئے تیار ہونگے،

ممکن ہے کہ سفر میں زیادہ دن صرف ہو جائیں اور جون کا رسالہ شائع نہو سکے، اسلئے اس رسالہ کا حجم خلاف معمول بڑھا دیا گیا ہے۔ کوشش احباب کی ضرور ہوگی کہ رسالہ شائع ہو، مگر چونکہ واقعات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا اس لئے ناظرین کرام کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ آئندہ اشاعت کا التوا اگر ہوا تو معذوری پر محمول کریں گے۔ چونکہ مقصود بالذات قومی خدمت ہے اور میں عملی خدمتیں مصروف ہونگا۔ اس لئے امید ہے کہ احباب اس التوا کی پرواہ نہ کریں گے، ردنق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

جریدہ

حضور نظام اور ہندو اخبارات

ناپاک مذہبی رقابت کی جلوہ فروشی

لغو اور بیہودہ الزامات کی تردید

(نمبر ۲)

دکن کی آبادی میں غیر مسلم عنصر کا غلبہ اس امر کی شہادت ہے کہ تاجداران دکن نے اس زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت تھی اور کوئی قوت مسلمانوں سے ٹکر نہ کھا سکتی تھی، اپنی سلطنت میں سے غیر مسلم آبادی کو نکال دینے یا جبر و اکراہ سے تبدیل مذہب پر آمادہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور اب تو معاملہ ہی اور ہے۔ ایک آدھ ایسے واقعہ کو جو بعض افراد کے غلط طریق عمل

سے تعلق رکھتا ہو، حکومت کے سر تھوپ دینا خلافت و دیانت اور غایت درجہ کی سفیہانہ حرکت ہے،

دولت عالیہ آصفیہ کے حسن وسلوک اور تاجداران دکن اور وہاں کے امراء اور روٗسا کی فیاضانہ داد و دہش کا شہرہ تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے، آج کل بھی مختلف شہروں کے صناع اور کاریگر اپنی صنعت کاری کے نمونے لیکر حوصلہ افزائی اور قدردانی کی امید پر سید ہے پہنچتے ہیں اور شاد کام آتے ہیں، حیدرآباد میں ان سے یہ کبھی نہیں پوچھا جاتا۔ کہ تم ہندو ہو یا مسلمان

کیا یہ واقعات اور حالات اس حقیقت کی تصدیق نہیں کرتے ہیں کہ مملکت آصفیہ میں ہندو یا مسلمان کا سوال کبھی کسی کے وہم تک میں نہیں گذرا،

کیا مندروں اور معابد کو گرانقدر جاگیریں، پوجاریوں اور افراد متعلقہ کو تنخواہیں اس سلطنت کیطرف سے ملا کرتی ہیں جو متعصب ہو ؟ کیا یہ حقائق تاجداران دکن کے تعصب کی شہادت دے رہے ہیں ؟ اگر آفتاب حقائق کی موجودگی میں کور چشم مخالفین دیکھ نہ سکتے ہوں تو انکی کوری کا کیا علاج ؟ اور اگر ان کے کان اس رواداری کا شہرہ نہ سن سکتے ہوں۔ تو اس بہرے پن پر ماتم کرنے کے سوائے اور کیا کیا جا سکتا ہے، ایسے افراد جو حقائق سے آنکھیں بند کرلیں، سچی بات سننے کے اہل نہوں، واقعات اور تاریخی شواہد پر غور کرنے کا دماغ نہ رکھتے ہوں، اور پھر اپنی رٹ قائم رکھیں وہ اس قابل ہیں کہ انکی عمریں اسی ضلالت میں بسر ہو جائیں، اور وہ دنیا میں ناکام اور عاقبت میں خوار ہوں،

سکھوں سے سلوک

پچھلے دنوں ایک سکھ صاحب کا مراسلہ شائع ہوا تھا جنہوں نے حکومت اور ملت حیدرآباد کے اس حسن سلوک کا ذکر کیا تھا جو سکھوں سے روا رکھا جاتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اسی ضمن میں یہ بھی عرض کردیں کہ حکومت حیدرآباد مختلف ادوار میں مختلف نمک حراموں کی عیاری اور غداری کا شکار ہوتی رہی ہے، ان نمک حراموں کی غداریوں کی تفصیل ایک جداگانہ مستقل موضوع ہے جو اس وقت خارج از مبحث ہے لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان نمک حراموں نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے مختلف طریقوں سے حکومت حیدرآباد کو نقصان پہنچایا ہے، عربوں، پٹھانوں، اور سکھوں کو مختلف اوقات میں انہی نمک حراموں نے اپنے حاشیہ نشینوں کی وساطت یا اپنے اثر و اقتدار کے بل پر حیدرآباد آنے کی دعوت دی، اور انہیں فوجوں میں ملازم رکھا، تاکہ یہ

لوگ وقت پڑنے پر کام آئیں ، تاجداران دکن ان عیارانہ حرکات سے آگاہ رہتے رہے ہیں، لیکن انکی مروّت اور ان کا اخلاق عالی ملاحظہ ہو ، کہ انہوں نے ان نمکحراموں کو ان کی غداریوں کی کبھی سزا نہیں دی ، بلکہ انکی اولاد سے وہی سلوک روا رکھا ، جو کسی وفادار سلطنت کی اولاد سے روا رکھا جاتا ہے ،

یہ ہی نہیں ، تاجداران دکن نے ان کے اور وگان کو بھی کبھی ملک بدر نہیں کیا۔ آج بھی حیدرآباد پٹھانوں اور سکھوں کی کافی آبادی ہے ،

تاجداران دکن نے سکھوں سے جو سلوک روا رکھا ہے ۔ اس کی نظیر کسی سکھ ریاست تک میں نہیں ملتی ہے ، سکھوں کے بچوں کی تعلیم کیلئے خاص انتظام ہے ، انکی تنخواہیں مقرر ہیں ، اگر کوئی سکھ لاولد مر جاتا ہے تو پنجاب میں اس کے اعزہ و اقارب میں سے اس کا جائز وارث اور قریب ترین رشتہ دار تلاش کیا جاتا ہے اور متوفی سکھ کی جگہ اسے مقرر کیا جاتا ہے اگر وہ وارث یا رشتہ دار نابالغ ہوتا ہے تو سن بلوغت تک متوفی کی نصف تنخواہ بطور وظیفہ اسے ملتی رہتی ہے ۔ بالغ ہونے پر اسے متوفی کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے ، کیا معترضین بد میں اس سلوک کی نظیر پیش کرسکتے ہیں؟

پھر نانڈیر کا گوردوارہ ہے جس کیلئے جاگیر وقف ہے جس کا اہتمام سکھوں کے ہاتھ میں ہے اور جس کا اس قدر احترام کیا جاتا ہے کہ اعلحضرت تاجدار دکن گوردوارہ تک برہنہ پا پیادہ تشریف لے جاتے ہیں ،

سکھوں سے یہ سلوک اور ان کے گوردوارہ کی خدمت اور احترام کیا اس امر کا ثبوت ہیں کہ تاجداران دکن متعصب ہیں ؟ کیا تاجداران دکن کا یہ لطف و کرم اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ مسلمانوں اور مسلمانوں کے معابد کے سوا کسی مذہب کا احترام نہیں کرتے ؟ انصاف ان سوالات کا جواب ببانگ دہل نفی میں دیتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ جو افراد یا جماعتیں ان حقائق کی موجودگی میں دولت عالیہ آصفیہ کی رواداری اور ممالک محروسہ سرکار عالی میں مذہبی آزادی کی مداح نہیں ہیں وہ قابل نفرت ہیں ۔ وہ انسانیت کیلئے لعنت ہیں وہ صداقت کا منہ چڑاتی ہیں اور انہیں جسقدر جلد جلد قعر مذلت و گمنامی میں دھکیل دیا جائے ۔ اسی قدر بہتر ہے ،

اعلحضرت میر عثمان علیخان بہادر نے اپنی سکھ رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے جو سامان مہیا فرمائے ہیں ، انہیں دیکھ کر ہر انصاف دوست کہہ یگا کہ سکھوں کو سکھوں کی ریاستوں میں یہ چیزیں میسر نہیں ہیں ، ذرا غور فرمائے کہ سکھ پنجاب کے باشندے ہیں ۔ ان کی آبادی

کا بیشتر حصہ پنجاب میں آباد ہے، دیگر حصص ہندوستان میں سے صرف ممالک محروسہ سرکار عالی ہی میں سکھوں کی تعداد کثیر آباد ہے، شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی اور سکھوں کی دیگر متعدد انجمنیں بتادینگی کہ سکھوں کو ممالک محروسہ سرکار عالی میں کبھی کسی قسم کی تکلیف کا سامنا کرنا نہیں پڑا۔ اور سکھ وہاں بہت آرام سے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، انہیں ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے،

کیا شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی اس حقیقت کا اعتراف کرکے اہل ملک کو بتادیگی۔ کہ جو افراد اور جماعتیں تاجداران دکن کو متعصب کہہ رہی ہیں، وہ دروغ بافوں اور بدباطنوں کا اجتماع ناپاک اور ملک کے لئے موجب رسوائی اور باعث لعنت ہیں ۔ (باقی آئندہ)

بدطینتی

جارہی تھی ایک دن اک لومڑی
اس کی زد میں مرغ بھی اک آگیا

لومڑی بولی کہ اے مرغ آ اِدھر
باتیں کرکے دل تو بہلائیں ذرا

ان میاں یہ تو کہو تم صبح کو
چیختے چلاتے کیوں ہو بارہا

سارے انسانوں کو حیوانوں کو تم
دیتے ہو تکلیف باعث اس کا کیا؟

مرغ بولا میں جگاتا ہوں انہیں
نور کے تڑکے سبب سونا ناروا

صبح ہوتے لوگ میری بانگ سے
اٹھتے ہیں اور کام کرتے ہیں سدا

لومڑی بولی بڑے بچے ہو تم
آؤ میں کرلوں تمہارا ناشتا

کہہ کے یہ جھپٹی وہ فوراً مرغ پر
چیر ڈالا، پھاڑ ڈالا، کھا لیا

ہوتا ہے جو شخص بدطینت ذہین
کب کسی حجت کو ہے وہ مانتا

ذہین۔ از حیدرآباد

فلاح المؤمنین فی القرآن

(از جناب مونس اشفاق رضوی)

مسلمانوں نے صلاح و فلاح قوم کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کیں، انجمنیں، کانفرنسیں قائم ہوئیں، ریفارمروں کی تعداد میں بادصف کی اضافہ ہوتا رہا، سیکڑوں اسپیچوں سے تجاویز پاس کرائیں، اچھے خاصے سرمائے لگائے، مگر ایک قرآن پاک کو دستور العمل نہ بنانے کی بدولت جو کچھ ہوا وہ سب پر روشن ہے،

چلنے والے چلے اور چلتے ہیں مگر یہ خبر نہیں کہ منزل مقصود تک پہنچنے والی سیدھی سڑک کونسی ہے "اسوۂ حسنہ" کس کا نام ہے؟ صراط مستقیم کس کو کہتے ہیں؟ ہم اپنی جگہ پر ہیں یا مرکز سے دور جا پڑے ہیں؛

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

کاش وہ رہنما جو صدیوں کے بھولے بھٹکے قافلے کو ایک بے آب و دانہ ریگستان سے منزل مقصود پر لے آیا تھا، پھر ہمیں راست روی کی توفیق دے۔ اس کے نقش قدم ابھی مٹے نہیں ہیں، اس ہادی برحق کی دکھائی ہوئی راہ ہمارے خس و خاشاک اعمال سے کیسی ہی چھپ گئی ہے، اگر غفلت کے پردے آنکھوں سے اٹھ جائیں تو دیکھ سکتے ہیں جو دیکھا تھا جس صدائے پیکار نے برسوں کی سوئی بستی جگا دی کہ قیصر و کسریٰ کی عمارتیں ہلا دی تھیں اسے کان لگا کر سنیں تو سن سکتے ہیں جو سنا تھا۔ افسوس! کہاں وہ چشم بینا، کہاں وہ گوش شنوا،

ہم نے اس وحی آسمانی کو سنا تو یوں سنا جیسے نہ سنا۔ اور پڑھا تو اور پڑھا کہ گویا نہ پڑھا، ممکن نہیں کہ کوئی اس سیدھی راہ پر چلے اور منزل فلاح و بہبود تک نہ پہنچے،

راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

وہ شاہراہ شریعت جس کی تعریف میں ارشاد ہوا تھا کہ لیلہا و نہارہا سواء کہاں ہے؟ اب تو ہمیں نئے نئے رستے نئی نئی سڑکیں نکالی ہیں جس طرح قانون فطرت نہیں بدل سکتا؟

اس دین کے احکام کبھی نہیں بدل سکتے، جو عین مطابق فطرت ہے، مذہب کا قانون بتا چکا ہے کہ صلاح وفلاح تمہاری اسی میں ہے جیسی پہلے تھی، زمانہ بدلنے سے وہ خدائی احکام بدلے نہیں جا سکتے، بدلنا ہے تو تم اپنی اس حالت کو بدلو، جسے تم نے نئی روشنی سمجھ کر اپنی رفتار سے قائم کر لیا ہے، جب تک تم ویسے ہی مسلم ویسے ہی مومن نہ ہو گے جیسے قرون اولیٰ میں تھے تو صدیوں قرنوں وہاں نہ پہنچو گے جہاں پہنچنا چاہتے ہو، تمہاری ناؤ بھنور میں آپڑی ہے تو ناخدائے کشتی امت کا سہارا ڈھونڈو، تم بگڑے ہو تو اسی کے سنوارے سنور سکتے ہو اور ڈوبے ہو تو اسی کے سہارے ابھر سکتے ہو،

سامان ترقیوں کے کرہی نہ سکے　　پستی کے بھنور سے پار اتر ہی نہ سکے

افسوس جو ناؤ کھینے والے نہ رہے　　ایسے ڈوبے کہ ہم ابھر ہی نہ سکے

ایسے تلاطم دہریت طوفان لامذہبیت میں اپنے چشمہ ہدایت کو چھوڑ کر دوسرے کے پیاسے نہ ہو، قعر دریائے ضلالت میں نہ گرو،

ہر درد کی دوا، ہر مرض کی شفاء اس مسیحا کے شفاخانہ رحمت میں موجود ہے جو غار حرا سے ایک نسخہ کیمیا ساتھ لیکر آیا اور صدیوں کے مردہ دلوں کو جلایا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ،

مسلم مومن بن جائیں تو آن کی آن میں صلاح و فلاح تک پہنچ سکتے ہیں، قرآن مجید پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ رحمت ہے تو مومنوں کے لئے، جنت ہے تو مومنوں کیلئے، فلاح ہے تو مومنوں کیلئے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ، قوم کی ترقی و فلاح سوچنے والے کتنے ایسے ہیں جو پانچوں وقت اس خداوند کے آگے سر نیاز جھکاتے ہیں، فیصدی دس کیا پانچ بھی ایسے نہ نکلیں گے جو مقید پنجگانہ ہو کر ایک بڑے رکن اسلام کے پابند ہوں، زیادہ تعداد ان کی ہے جو عید کا تہوار منانے کو فقط عید گاہوں میں نظر آتے ہیں ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد
وائے گر در پس امروز بود فردائے

خط و کتابت خصوصاً جواب طلب امور میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں، ورنہ تعمیل نہ ہو گی، منیجر

نجاتِ نامی

(از جناب مولانا نامی کوہ سوار نظامی دکنی)

روزِ حساب کی نہ تھی مطلق مجھے خبر
زیرِ لحد تھا "یا محمد" میں چشمِ تر
مجھ کو پکڑ کے داورِ محشر کے روبرو
بس پیش کر دیا جو فرشتوں نے بےخطر

پوچھا گیا، کہ کس لئے روتا تھا قبر میں
خوفِ گناہ یا کہ جہنم کا تھا یہ ڈر
کیا تیرا حال ہے تو بتاتا نہیں ہے کیوں
کس واسطے تو آج ہے دل خستہ نوحہ گر

میں نے دیا ادب سے جواب اس سوال کا
اے خالقِ دو عالم و بندوں کے چارہ گر
جرم و خطا کا ہو نہیں سکتا میری شمار
بارِ گناہ سے نہیں اٹھتا ہے میرا سر
خوف و ہراس کا تو مطلق نہیں مجھے
لیکن ہے چشم "یا محمد" میں میری تر

سنتے ہی نام پاک زباں سے میرے وہیں
حکم خدا ہوا یہ فرشتوں پہ زود تر
لے جاؤ جلد حضرت نامی کو خلد میں
نزدِ جنابِ شافعِ کل شاہِ بحر و بر

جن

برادران کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ مہربانی کرکے سال آئندہ کا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجواکر مشکور کریں، ورنہ وی پی کیا جائیگا۔ اگر کوئی امر مانع ہو تو مطلع کر دیں،

"مینیجر"

سیف اللہ

حضرت خالد بن ولید کے حالات

(پیوستہ بگذشتہ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے عرب میں ایک ہل چل پڑ گئی۔ طائف الملوکی کی شان پیدا ہو گئی۔ مسیلمہ کذاب طلیحہ بن خویلد اسدی تو حضور کی حیات ہی میں دعویٰ نبوت کر چکے تھے، اب اور بھی کئی کھڑے ہو گئے، بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا بعض تخفیف نماز کے خواہشمند ہوئے بعض کہنے لگے موت سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب کسی کی اطاعت واجب نہیں، بعض نے کہا کہ رسول مقبول نبی ہوتے تو ہمیشہ زندہ رہتے، غرض مخالفوں باغیوں کا ایک انبوہ کثیر ہو گیا اور مرتدین کی ایک جماعت نے مدینہ منورہ کی طرف رخ کیا یہ ایسا سخت موقع تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل نے حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ ان لوگوں سے نرمی کیجئے، مگر حضرت صدیق اکبر نے جو شجاعت و تدبر مجسم تھے فرمایا کہ اگر وہ ایک اونٹ باندھنے کی رسی بھی نہ دیں گے، تو میں ان سے جنگ کرونگا۔ اور جناب صدیق نے بنفس نفیس اس بڑھتے ہوئے سیلاب کی مزاحمت کا عزم کیا لیکن جلیل القدر اصحاب نے خلاف مصلحت سمجھ کر آپ کو روکا۔ اس لئے آپ نے آٹھ ہزار لشکر مرتب کر کے گیارہ سرداروں کے زیر کمان باغیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ خالد بن ولید کو طلیحہ بن خویلد اسدی اور مالک بن نویرہ پر مامور کیا طلیحہ کے پاس فوج کثیر جمع تھی، قبائل اسد غطفان فزارہ اس کے طرفدار تھے، عیینہ بن حصین رئیس اس کا شریک حال تھا حضرت خالد کی قلیل جماعت کو دیکھ کر ان کے حوصلے بڑھ گئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت خالد جس طرف لڑائی کا زور دیکھتے بجلی کی طرح اسی طرف پہنچ کر مجاہدین کی امداد و حوصلہ افزائی فرماتے۔ اس دن حضرت خالد کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، آخر دشمن کے پیر اکھڑ گئے۔ طلیحہ شام کو بھاگ گیا۔ اس کے ہمراہی کچھ قتل ہوئے کچھ اسیر ہوئے۔

سلمیٰ بنت مالک ایک حسین و چالاک عورت تھی اس نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کے بہت سے عاشق اس کے لشکر میں موجود تھے۔ اب طلیحہ کی مفرور ہزیمت خوردہ سپاہ بھی اس کے پاس پہنچ گئی اور یہ انبوہ کثیر جو عرب میں خیمہ زن ہوا۔ حضرت خالد اس اجتماع کی خبر سنکر ادھر متوجہ ہوئے اور ایک ہولناک جنگ کے بعد فتح پائی۔ اب حضرت خالد نے مرتدین بنی تمیم کیطرف عزم کیا

یہ لوگ بطاح میں رہتے تھے اور سجاح بن حارث مدعیہ نبوت کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کا سردار مالک بن نویرہ تھا۔ جو رسول کریم کی طرف سے بنی تمیم کا عامل تھا لیکن حضور کی وفات کے بعد اس نے اعلان کرا دیا تھا۔ کہ اب اسلام کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ غرض خالد نے اس باغی گروہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر ان کے سردار گرفتار ہو کر خالد کے سامنے پیش ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں مالک بن نویرہ نے بار بار حضور علیہ السلام کی نسبت کہا، بقول رسول کم یعنی تمہارے آدمی نے کہا تھا۔ اس پر خالد کو اور بھی غصہ آیا اور انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ بعض کتابوں میں یہ روایت لکھی ہے کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا اور اس کے قتل پر ایک جماعت صحابہ خالد سے ناخوش ہو کر مدینہ لوٹ گئی تھی۔ یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ جلیل القدر آئمہ اسلام کی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے، کہ مالک بن نویرہ مرتد ہو گیا تھا۔ اور ابن اثیر ابن خلدون جیسے محقق موٗرخوں نے بھی اس قصہ کو نقل نہیں کیا۔ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ پر عکرمہ بن ابی جہل بھیجے گئے تھے۔ لیکن ان کو ہزیمت ہوئی، اور مسیلمہ کا دل بہت بڑھ گیا۔ آخر حضرت خلیفہ نے خالد کو مامور فرمایا۔ خالد نے سرحد یمامہ میں ڈیرے جا ڈالے، صبح کو صف بندی ہوئی، خالد نے اول پر جوش تقریر کی، پھر دعا مانگی۔ مسیلمہ کے لشکر نے حملہ کیا اور پہلے ہی وار میں تین سو مسلمان شہید کر دئیے، مسلمانوں نے محکم بن طفیل مسیلمہ کے وزیر کو واصل جہنم کیا۔ اس پر پھر دشمن نے جھلا کر حملہ کیا اور اسی مسلمان شہید ہوئے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور کئی مورچے ہاتھ سے نکل گئے۔ خالد یہ حال دیکھ کر فوج قلب سے حملہ آور ہوئے اور اپنے دلیرانہ حملوں سے دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ مسیلمہ جان بچا کر بھاگا اور ایک باغ میں مع فوج جسکی فصیل مثل قلعہ کے تھی محصور ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ نے خالد سے کہا کہ آپ مجھ کو کسی طرح دروازہ کی طرف باغ کے اندر پھینک دیجیے، میں تو مارا ہی جاؤنگا۔ مگر باغ کا دروازہ کھولدونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ باغ کا دروازہ کھل گیا۔ شیران اسلام باغ میں داخل ہوئے، مسیلمہ تبدیل لباس بھاگا۔ مگر وحشی (قاتل حضرت حمزہ) نے ایسا حربہ مارا۔ کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اور اس کی فوج منتشر ہو گئی۔ اس لڑائی میں سات سو مسلمان شہید ہوئے، اور دشمن کے ستر ہزار قتل ہوئے، اس فتح کے بعد خالد عراق کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے اور چند خفیف خفیف لڑائیوں کے بعد کوفہ وحیرہ پہلے سے فتح ہوئے اور ایک گرانقدر رقم اور باج وغیرہ خراج میں وصول ہوئے۔ یہ پہلا خراج جزیہ تھا۔ تو خلافت صدیقی میں مدینہ پہنچا۔ مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اب خالد نے ایلہ کی طرف قدم بڑھایا۔ اس وقت ان کے زیر کمان آٹھ ہزار

فوج تھی، اس لشکر کو خالد نے تین حصوں میں منقسم کیا اور یہ حکم دیا کہ ہر حصہ ایک دن بعد لشکرگاہ میں پہونچے تاکہ غنیم کو صحیح تعداد لشکر کی نہ معلوم ہوسکے اور وہ سمجھے کہ روزانہ کمک کی آمد جاری ہے، ابلہ میں کسریٰ کے گورنر ہرمز حکمران تھا۔ وہ ایک لشکر عظیم لیکر مقابل ہوا۔ طرفین میں جب صف بندی ہو چکی۔ خالد میدان میں آئے اور کہا ہرمز اگر مرد ہے تو آ ہم تم لڑکر فیصلہ کرلیں۔ ہرمز بھی میدان میں آگیا اور اس نے کہا کہ گھوڑے سے اتر کر لڑو، خالد گھوڑے سے اتر گئے اور ہرمز پر وار کیا اس نے ذرا پیچھے ہٹ کر وار بچا دیا۔ اور خالد پر وار کیا۔ خالد نے اس کا وار ڈھال پر روکا اور لپک کر اس کی تلوار چھین لی۔ کمربند پکڑ کر زمین پر ٹپک دیا۔ یہ حال دیکھکر اس کے لشکر کے آدمی دوڑے ادھر سے بھی کچھ آدمی بڑھے۔ لیکن ادھر قعقاع بن عمر نے ایسی چالاکی کی کہ کوئی حامیٔ ہرمز تک نہ پونچ سکا اور فریقین آپس میں گتھ گئے۔ اتنے میں خالد نے ہرمز کا سر کاٹکر نیزہ پر چڑھا دیا پس پھر کیا تھا۔ ایرانیوں میں بھاگڑ پڑگئی۔ اس جنگ میں علاوہ زر و مال و اسباب و مویشی کے ایک تاج مرصع تھا جسکو ہرمز اوڑھے ہوئے تھا۔ جو حسب قاعدۂ جنگ خالد کا حق تھا۔ ایک ہاتھی ہرمز کی سواری کا تھا یہ بھی خالد ہی حق تھا لیکن انہوں نے نہیں لیا اور سب بعنفائی خمس مدینہ بھیجدیا تاج کا تخمینہ ایک لاکھ ہوا۔ شاہ فارس نے ایک لشکر زیرکمان مشہور جنگ آزما قارن ہرمز کی کمک کو روانہ کیا تھا۔ جو بھگوڑوں کو راستہ میں ملا۔ اس نے پھر سب کو مجتمع کرکے نہر پر ڈیرے ڈالے، خالد کو جب یہ خبر پونچی فوراً روانہ ہوئے اور جاتے ہی حملہ کردیا۔ قارن وغیرہ سرداران لشکر مارے گئے ان دونوں لڑائیوں میں ایران کے چالیس ہزار قتل ہوئے اور مسلمان بہت قلیل تعداد میں شہید ہوئے کثرت سے ایرانی اسیر ہوئے۔ جب مال غنیمت معہ اسیران جنگ و مژدہ نصرت مدینہ پونچا۔ حضرت خلیفہ و اصحاب رسول اور تمام مومنین نہائت مسرور ہوئے۔ (باقی دارد)

قاضی ظہور الحسن ناظم سیوہاروی

رباعی

وسعت دوست است دراز اگر — وسعت رحمت ست فراز مگر

نعت رز ین ہیمیٔ ست اگر بیم فزا — لا تقنطوا جواب ست ساز دگر

ہل من مزید — قمی شاہ ولی

ترانۂ مساوات

(از مولنا شاکر صدیقی)

نہ سید ہوں نہ قریشی ہوں نہ مرزا ہوں نہ افغاں ہوں
جسے باور نہ ہو پوچھے خدا سے میں مسلماں ہوں

گراں مجھ پر تمیز رنگ و بو کا ہے تصور بھی
چمن والو، وہ مدہوش تماشائے گلستاں ہوں

مرض محفل میں فرقہ پروری کا ہے بایں شدت
کہ میں مثل مریض نیم جاں مایوس درماں ہوں

ہر اک فرقہ میں کھچڑی پک رہی ہے ڈیڑھ چاول کی
میں اس دعوت کے سامان قضا آور پہ حیراں ہوں

طراوت دلکو یہ بخشی نبوت کی محبت نے
کہ اس دور خزاں آثار میں بھی گل بداماں ہوں

میری وسعت نگاہی کا نہ کیوں چرچا ہو محفل میں
زمین و آسماں دلمیں ہیں گو میں تنگ داماں ہوں

مجھے ہے زندۂ جاوید کر سکتی میری ہمت
میں اپنے پیکر خاکی میں گویا آب حیواں ہوں

میرے پہلو میں مر کر آپ مجھکو کر گئیں زندہ
الٰہی! کن تمناؤں کا میں ممنون احساں ہوں

وہ جمعیت کی تھی شیرازہ بند دفتر ملت
پریشانی سے اس کی میں غبار آسا پریشاں ہوں

جنون فرقہ پردازی سے چاک دامن ملت
یہاں تک ہے کہ میں اپنی نگاہ میں آپ عریاں ہوں

ایاز و غزنوی پہلو بہ پہلو ہیں مری دل میں
میں وہ جاں دادۂ ہمدردی مور و سلیماں ہوں

لگی ہے آگ وہ اقبال کی آتش نوائی سے
کسی دن دیکھنا شاکر کہ میں یکسر فروزاں ہوں

تاریخ کا ایک دریدہ صفحہ

ذیل کا قیمتی اور پُر از معلومات مضمون مخدومی قاضی نظیر حسین صاحب
فاروقی علی التسلسل بھیجنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین القریش کی
دلچسپی و دلبستگی کے ان کے معلومات میں بیش از بیش اضافہ کرے گا۔

دعویٰ کیا جاتا ہے تو یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ معمورۂ عالم میں کتنی قومیں بنیں اور بگڑیں، پیدا ہوئیں اور مر گئیں، کتنی قوموں نے عروج اقبال پایا اور کتنی ناکامی و نامرادی ہی حالت میں صفحۂ ہستی سے معدوم ہو گئیں، تاہم دنیائے انسانی کی گذشتہ چھ سات ہزار سالہ تاریخ اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے جس سے ان سب کا عروج و زوال اور ارتقا و انحطاط کی داستان کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سب میں مشترک نظر آئیگی،

کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک
وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ کا مدعا و مفہوم بھی یہی ہے،

تاریخ اسلامیات کی مظہر ہے کہ زمانہ قدیم میں سرزمین پنجاب پر مختلف اوقات میں متعدد غیر مسلم اقوام مسلط و متصرف رہیں اور ہندو کے عہد حکومت میں صوبہ پنجاب راجگان دہلی کے زیر تصرف رہا۔ مگر بتکدۂ ہند میں جب کفر و ضلالت اپنی انتہائی منزل پر پہنچ چکے تو بروائت صاحب جواہر مجددیہ مسلم فرمانرواؤں میں سے سب سے پہلے جس نے نورِ اسلام کو پھیلانے کے لئے ہندوستان پر حملہ کیا، بت خانے منہدم کئے مسجدیں تعمیر کرائیں، بت پرستوں کو ذلیل، کفار و مشرکین کو تہ تیغ کیا اور سرکش جوگیوں رکھیوں کو قتل کیا وہ ہمارے جد امجد حضرت فرخ شاہ کابلی ہی تھے،

تاریخ یہ بھی شہادت دیتی ہے کہ خیبر کی راہ سے سبکتگین اور اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی نے بالترتیب پنجاب اور ہندوستان پر مختلف وقتوں میں اشاعت اسلام اور قیام امن کی غرض سے متعدد حملے کئے، پنجاب کلیۃً محمود کے زیر تسلط ہوا جس کے نتیجے میں راجہ جے پال ثانی والئے لاہور کا خاندان ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گیا اور اس روز سے لیکر اخیر سلطنت چغتائی کے زمانے

تک آٹھ سو برس برابر پرچم اسلام سرزمین پنجاب پر لہراتا رہا۔

صدیوں کے لمبے عرصے کے بعد جب بالآخر ملکداری کے انتظام کی کمزوری کی وجہ سے سلطنت مغلیہ روز بروز کمزور ہوتی گئی اور صوبۂ پنجاب بار بار کی یورشوں کی مزاحمت سے خستہ حال ہوتا گیا۔ تو اس وقت سکھ قوم نے سر اٹھایا جو اسلام سے دشمنی کے لئے پیدا اور تیار ہو چکی تھی۔

اوراقِ تاریخ اسبات پر شاہد ہیں کہ ہندوستان کے باشندے قدیم زمانے سے مذہبی آب وہوا میں تعلیم اور پرورش پاتے چلے آئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے کارناموں میں سے سب سے زیادہ آمادۂ عمل کرنیوالی قوت مذہب ہی کے ہاتھ میں رہی۔ یہ ایک جداگانہ امر ہے کہ ان کے مذہب کی نوعیت کیا تھی، مگر یہ ایک ظاہر بات ہے کہ دنیا کی ہر تحریک کا ظہور ابتداءً سادہ اور غیر اہم صورت میں ہوا۔ مگر اس سادگی اور غیر اہمیت کی جھلک کے باوجود اس میں وہ تمام حیرت انگیز قوتیں مخفی رہیں، جو نشوو ارتقا کیلئے محتاجِ مساعد ہوا کرتی ہیں۔

بڑ یا پیپل کا بیج گو ایک چھوٹا اور مختصر سا دانہ ہے مگر اس میں جڑ، تنہ، شاخیں، پتے وغیرہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں جنہیں مشہود صورت میں لانے کے لئے "مدت معین" "آبیاری" اور حرارت آفتاب کی حیات پروری ضرورت ہوتی ہے۔

یہی کیفیت مذاہب عالم کے متعلق بھی پائی جاتی ہے۔ گوتم بدھ کے مذہب نے رحم اور حلم کی تعلیم کے باوجود ہندوستان میں وسیع الحدود سلطنت کی بنیادیں استوار کیں۔

مسیح جیسے مرنجاں مرنج اور منکسر المزاج انسان کی اس تعلیم کے باوجود کہ "اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر دھپڑ مارے تو دوسری گال بھی اس کے سامنے کر دو" اس کے پیروؤں میں جنگی سپرٹ حلول کر گئی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت قریباً تمام دنیا براہ راست یا بالواسطہ عیسائیت کے زیر اقتدار ہے۔

اسلام کی ابتدا اور اس کے عروج و اقبال کی داستان کا مطالعہ کیجئے کہ کس طرح جاہل عربوں نے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات سے منور ہو کر صدیوں تک مغربی دنیا کو تہذیب ن کا سبق دیا اور خلیج بنگال کے ساحل سے لیکر ہسپانیہ کے انتہائی شمالی مغربی گوشے تک زمین ایک ایک چپہ پر فتح و کامرانی کا نقش بٹھا دیا۔

سکھ مذہب کے بانی کی عملی زندگی کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے ہمیں چار سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ پیچھے ہٹ آنا چاہئے جبکہ باوا نانک نے جنم لیا۔ آپ کے واقعاتِ حیات اسباب کے مظہر ہیں

کہ ہوش سنبھالتے ہی آپ صوفیائے اسلام کیطرف رجوع لائے، اور پندرہ سال کی عمر میں ہمارے جد اعلیٰ حضرت فرید الملتہ والدین گنج شکر رحہ کے روضہ پر بموقعہ عرس پاکپتن شریف میں پہنچے، جہاں ایسے موقع پر صدہا خاصان خدا کا مجمع ہوا کرتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے، آپ نے عارف باسرشیخ ابراہیم سے عقیدت کی جس سے آپ کی روحانی زندگی کی بنیاد پڑی، ۲۴ سال کی عمر میں آپ نے لاہور میں سکندر لودھی کے مرشد سید احمد سے، سیالکوٹ میں حمزہ داؤد سے، چونیاں میں شیخ داؤد اور سید حامد گنج بخش سے استفاضہ کیا۔ چند ایک تیرتھ گاہوں پر بھی گئے مگر غیر اللہ کی پرستش کے خلاف رہے، متذکرۃ الصدر باخداؤں کے علاوہ آپ نے شیخ احمد، علام احمد، مولانا خان محمد، شیخ شمس الدین، جلال الدین اور شاہ حسین سے بھی شرف نیاز پایا۔ اس کے بعد سفر میں گھر سے اٹھتے ہی قصور میں شیخ عبد القدوس اور شیخ محمد صادق جیسے برگزیدہ درویشوں سے ملے،

بھٹیدہ میں شیخ شمس الدین سے، اجمیر میں خواجہ قطب الدین اور خواجہ علاء الدین سے، سید آباد سید یعقوب اور جلال الدین سے اور ملتان میں حضرت بہاؤ الحق، شاہ شرف اور خواجہ موسن سدا سہاگ سے تخلیہ کی صحبتیں پائیں

آپ کا تیسرا سفر بھی تعلیم توحید کی خصوصیت سے خالی اور مستثنیٰ نہ تھا۔ چوتھے سفر کمتعلق اگرچہ تاریخی ثبوت تو نہیں ملتا۔ لیکن اگر آپ کا چوتھا سفر واقعاً ہوا تو یہ سفر آپ کے رجحان خاطر ہی کو نہیں، بلکہ ایک حد تک آپ کے اعتقاد کی کیفیت کو بھی نمایاں کر دیتا ہے، نکتہ شناس خود ہی سمجھ لیں کہ سفر کیوں شروع ہوا؟ اور کیوں با اصحاب حرمین شریفین گئے؟

جب بغداد میں آئے تو باعتبار آپ کی درویشانہ وضع کے وہاں کے مسلمان حاکم شہر نے آپ کو ایک چادر عنائت کی جسپر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مراجعت پر آپ نے شاہ ولی محمد قندہاری سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا،

ان مختصر حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کملائے اسلام سے آپ کے ایسے روابط و تعلقات اور آپ کے سفروں کی علت غائی کیا تھی،

یہ ایک اہم سوال ہے جس پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کرنی چاہیئے،

(باقی وارد)

قاضی نظیر حسین فاروقی

از گوجرانوالہ

قومی جدوجہد کی زندہ مثال

"آل انڈیا کشمیری کانفرنس" کی مختصر تاریخ

"آل انڈیا کشمیری کانفرنس" کا گیارہواں سالانہ اجلاس گوجرانوالہ کے مقام پر گذشتہ ۲۵-۲۶ اپریل کو نہایت کامیابی کے ساتھ ہو چکا، مولوی محمد الدین صاحب فوق مدیر "کشمیری" لاہور نے اس تقریب پر اپنے اخبار کا "کانفرنس نمبر" شائع کیا ہے، جو نہایت دلاویز و دلچسپ ہے۔ اس نمبر میں جہاں آپ نے مشاہیر کشمیر اور سربرآوردگان قوم کے مختصر حالات زندگی درج کئے ہیں، وہاں کشمیری کانفرنس کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی ہے، جس کے جستہ جستہ اقتباسات الفرقان میں اس لئے درج کئے جاتے ہیں کہ ہمارے ناظرین کو خصوصاً اور جستی برادری کو عموماً یہ معلوم ہو جائے، کہ کسی قوم کے خاکِ پستی سے ابھرنے کے لئے کس قسم کی مساعی بکار ہوتی ہیں،

حضرت فوق لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۶ء میں قوم کے چند تعلیمیافتہ نوجوانوں کو کشمیری مسلمانوں کی تنظیم کا خیال پیدا ہوا اور اس سلسلہ میں اپنی تعلیمی و اقتصادی درستی اور رسومات بد کی اصلاح کیلئے ایک انجمن کا قیام ضروری سمجھا گیا۔ قوم کے ان ہونہار نوجوانوں اور بزرگوں میں مندرجہ ذیل نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، میاں کریم بخش رئیس اعظم اور ان کے صاحبزادگان، حاجی عبدالصمد میونسپل کمشنر منشی نظام الدین اکونٹنٹ، حاجی شمس الدین، مولوی احمد الدین بی۔اے، پلیڈر، خواجہ رحیم بخش بی۔اے، خواجہ فیروز الدین بیرسٹر کے والد بزرگوار، مولوی کریم بخش اکونٹنٹ اور سر ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔اے، پی، ایچ، ڈی،

جنوری ۱۸۹۶ء میں "مجلس کشمیری مسلمانان لاہور" کے نام سے یہ انجمن قائم ہوئی، نواب سر احسن اللہ خاں نواب آف ڈھاکہ جن کے دستِ سخا کی آبیاری نے مسلمانان بنگال کی کشت ہائے تمنا کو اب تک سرسبز و شاداب کر رکھا ہے نے قومی مجلس کو سرپرستی کا فخر بخشا۔ ان دنوں یہ مجلس خوب زور و شور کے ساتھ اپنے اجلاس کرتی رہی۔ ہر اجلاس میں تقریروں اور نظموں سے جمودی حالت کو گرمایا جاتا رہا۔

مگر ۱۹۰۶ء کی ابتداء میں یہ سرگرمیاں ٹھنڈی ہونی شروع ہوئیں، اور وسط ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں کے ہنگامی جوش و خروش کے افسوسناک نتائج کی طرح یہ مجلس بھی معدوم ہو گئی،

دوسرا دَور

حاجی شمس الدین کی تحریک پر ۱/۲ ۳ سال کی خاموشی کے مجلس پھر قائم کی گئی۔ چنانچہ میاں کریم بخش رئیس لاہور کے دولت خانہ پر یکم دسمبر ۱۹۰۱ء کو اتوار کے دن برادری کا اجتماع ہوا۔ انجمن کے دوبارہ قیام کو ابھی مہینہ بھی نہ ہوا تھا۔ کہ یتیم بچوں اور لاوارث کشمیریوں کی امداد، رسومات بد کی اصلاح تجارتی، حرفتی اور صنعتی تعلیم کیطرف کشمیریوں کو خاص رغبت دلانے کیلئے "کشمیری گزٹ" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ میاں جان محمد کی ملکیت اور راقم الحروف کی ادارت میں جاری ہو گیا۔ جس میں انجمن کی رپورٹیں شائع ہوا کرتیں،

۱۴۔ اپریل ۱۹۰۲ء کے جلسہ میں کشمیری مسلمانوں کی تعلیمی اعداد و شمار بہم پونچانے کی قرارداد پاس ہوئی اور یہ بھی تجویز ہوا۔ کہ انجمن کے جلسے باری باری ہر محلہ میں ہوا کریں۔ تاکہ تمام برادری انجمن کے قیام سے آگاہ ہو جائے، چنانچہ کئی اجلاس محلہ دار ہوئے،

منشی غلام محمد خادم نے کشمیری مسلمانوں کیلئے فوجی اور اراضی حقوق حاصل کرنے کے خاطر ایک طویل دورہ کیا اور اس میں کئی معزز فوجیوں کی فہرستیں بھی حاصل کیں۔ اور ان مشکلات و تکلیفات سے مجلس کشمیری مسلمانان کو آگاہ کیا۔ جو انکے دیہاتی بھائیوں کو مفصلات و دیہات میں دیگر اقوام کے ہاتھوں پیش آ رہی تھیں، مئی ۱۹۰۲ء کو مجلس نے کمانڈر انچیف افواج ہند کیخدمت میں اس مضمون کی ایک چٹھی لکھی کہ کیا یہ افواہ صحیح ہے کہ کشمیری مسلمانوں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا؟ جواب موصول ہوا کہ ایسا کوئی قانون یا حکم نہیں کہ کشمیری نوجوانوں کے داخلہ کی ممانعت ہو، چونکہ اس جماعت کی کوئی علیحدہ کمپنی نہیں ہے اس لئے اس کی تعداد فوج میں کم ہے،

تیسرا دَور

۱۹۰۳ء میں مولوی محمد عبد السلام رفیق، پیر تاج الدین بیرسٹر ایٹ لا، اور منشی غلام محمد خادم نے کشمیری گزٹ کی مختلف اشاعتوں میں زوردار مضمون لکھے، قوم کو ابھارا اور مجلس کے مقامی جلسوں کو وسعت دینے کی تحریک کی جس سے ۱۹۰۴ء ہی میں یہ مجلس کانفرنس کی صورت میں بدل گئی جس کے صدر خان بہادر خواجہ اللہ بخش اور سکرٹری ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے پی، ایچ، ڈی، منتخب ہوئے،

انجمن کے سالانہ اجلاس امرتسر، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گوجرات، جہلم، راولپنڈی اور لاہور وغیرہ ایسے مقامات پر منعقد ہوتے رہے، جس سے قوم میں روز افزوں بیداری ہوتی گئی۔ انجمن کے تیسرے اجلاس نے ۴۷ روپے ماہوار کے صرف سے ۱۱ ابتدائی مدارس اور ۹۵ روپے ماہوار کی تعلیمی وظائف جاری کئے۔

سنہ ۱۹۰۶ء میں "کشمیری گزٹ" کی جگہ کشمیری میگزین جاری ہوا جس کے سنہ ۱۹۱۱ء کے پرچوں میں شیخ عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لا نے کشمیری کانفرنس کی ضرورت پر زبردست مضامین لکھے۔ چنانچہ ۱۵۔اپریل سنہ ۱۹۱۱ء کو خان بہادر شیخ غلام صادق رئیس وآنریری مجسٹریٹ امرتسر کی صدارت میں امرتسر کے مقام پر کانفرنس کا پہلا اجلاس شاندار طریق پر سرانجام ہوا۔ اس اجلاس میں "انجمن کشمیری مسلمانان لاہور" اور "آل انڈیا کشمیری کانفرنس" وہ علیحدہ علیحدہ مجلسیں قرار دی گئیں۔ کانفرنس کی گذشتہ عمر میں میاں کریم بخش، آنریبل خواجہ یوسف شاہ رئیس اعظم، خان بہادر شیخ غلام صادق رئیس اعظم، نواب سربلند جنگ بہادر، خان بہادر خواجہ محمد اعظم، بابو عطا محمد بی۔اے رئیس ایسے بزرگ صدارتی فرائض انجام دے چکے ہیں، اور گذشتہ اجلاس کے صدر ڈاکٹر سیف الدین کچلو پی۔ایچ۔ڈی تھے۔"

یہ ہے ایک ہونہار اور زندہ قوم کی قومی جدوجہد، یہ ہے حقیقی درد کی تڑپ، یہ ہے احساسِ خودداری، کشمیری رؤسا اپنے آرام و راحت کو تج کر قوم کیلئے سفر کے مصائب برداشت کرتے رہے، انہوں نے قیمتی وقت اور زر و مال کے ایثار سے دریغ نہ کیا۔ جانی و مالی تکلیفیں برداشت کیں، پریشانیوں اور مایوسیوں کا سابقہ پڑنے کے باوجود وہ اپنے نصب العین سے ایک انچ بھر نہ سرکے، اور آخر مقصود کو پالیا، قریشی برادران اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور دیکھیں تو، کہ ان میں کے کتنے وکیلوں اور بیرسٹروں نے قومی جوش پیدا کرنے کے لئے مضامین لکھنے کے لئے اپنے قلم کو حرکت دی؟ کتنے رؤسا نے اپنی انجمن کی سرپرستی اور اپنے رسالہ کی مدد کی، ان میں کتنے ہیں جنہوں نے قوم کی خاطر اپنے آرام کو تج کر تکالیف سفر برداشت کیں؟ اور کتنے ہیں جو قوم کے درد سے آشنا ہو کر عملی ہمدردی کیلئے بڑھے؟ ایک جمود و سکوت ان کا مایۂ ناز ہے اور بس! رؤسا اپنے عیش و آرام میں مست ہیں وہ دوسروں کی مصیبت میں پڑ کر اپنی راحت کی گھڑیاں ضائع نہیں کرنا چاہتے، وائے بر ما و بر حال ما۔

کاش قریشیوں کے دل بھی گرمائیں۔ انہیں بھی "قوم و قومیت" پر ایک نظر ڈالنے کی فرصت

سے ملے، اتفاق واتحاد کی نمونے واقف ہوں، اور میدانِ عمل میں آکر زندہ قوموں کے دوش بدوش شاہراہِ ترقی پر گامزن ہونے کی توفیق پائیں، خدا ہمیں توفیق دے،

دُنیا کا مستقبل

ایک عالمگیر انقلاب کا احتمال

سلطنتیں کیا کر رہی ہیں؟

دُنیائے اسلام سے خطرہ

(آنریبل کینوردی کے خیالات)

حاجی محمد صادق صاحب ایو بی نے مشہور انگریزی سیاست دان کمانڈر آنریبل جے ایم کینوردی آر۔ این۔ ایم۔ پی کے ایک مضمون کی تلخیص رسالہ "شمع" میں شائع کی ہے، آپ لکھتے ہیں، کہ مسٹر کینوردی کیمتعلق انگریزی نقطہ نظر یہ ہے۔ کہ آپ کیلئے برطانوی کابینۂ وزارت خالی ہے، اور قبل اس سے کہ میں نفس مضمون کی حقیقت کے متعلق کچھ لکھوں۔ پہلے مسٹر سیدیین ایڈیٹر نیو اورینٹ" (امریکہ) کی رائے پیش کرتا ہوں، آپ فرماتے ہیں۔ کہ "یہ مضمون ایک حقیقت ہے اور وہ بھی کھلی ہوئی جس کا ہر لفظ تجربہ کی بنا پر لکھا گیا ہے"۔ اس مضمون میں مابعد جنگ یورپ دنیا کے سیاسی حالات پر دبیے اور دھندلے اشارے کئے گئے ہیں اس کا اشارہ ایک افسانہ کی حقیقت پنہاں رکھتا ہے،

بہرکیف اس مضمون کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن یہ واقعہ کہ یورپ نہیں بلکہ دنیا امن کے راگ الاپ رہی اور الاپنا چاہتی ہے اور نہیں چاہتی کہ امن کو توڑ کر فساد کا ڈنکا بجایا جائے، امریکہ صلح کا حامی ہے، ہنگری آزادی کی دنیا لیئے ہوئے ساکت اور خاموش ہے، ناروے میں ایک وطنی جمعیت اس غرض سے قائم کیگئی ہے کہ بالشویک کے مضر اثرات کا مقابلہ کیا جائے، سویڈن اور صوبجات بالٹک کو سویٹ پروپاگنڈا جو دنیا کے اکثر حصہ میں اپنی سمیت پھیلا چکا ہے اور پھیلا رہا ہے، بیچین کئے دیتا ہے،

فن لینڈ اپنی حفاظت میں یکسر منہمک ہے، ایطالیہ برابر کہے جا رہا ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس" فرانس کو اب مظلوم کہلانا نہیں آتا ہے بذاتِ خود ستمگر ہو چلا ہے۔ جرمنی سینہ میں مختلف انواع کیفیتیں مستور ہیں، روس مستقل ارادہ کر چکا ہے کہ امنیت کی دیوی پر ضرور حملہ کیا جائے، دنیائے اسلام میں عجیب افراط تفریط ہے، ہندوستان بیچارہ کس شمار و قطار میں، اس پر ایک عرصہ سے نزع کی کیفیت طاری ہے، اسے باہمی نزاع کی بربریت تباہ کئے دیتی ہے۔ چین کی خانہ جنگیوں کی آگ روشن ہو چکی ہے، انکی جمہوریت کا بانی اور صدر اول "سن یٹ سین" مر چکا ہے، جان اس مضمون قبل ایک پر راز شخصیت تھی جس کا دنیا کو غلط اندازہ تھا، صادق

اس اہم مضمون سے حقیقتیں بے نقاب ہو گئی ہیں کہ دنیا کا منشا اور مدعا کیا ہے! وہ شخصیتیں جو ترقیات سائینس اور ایجادات سے ناواقف ہیں وہ بہت کم حقیقت سے آشنا ہیں کہ دنیا بذاتِ خود ایک خوفناک تباہی پیدا کر رہی ہے۔ علم الطبقات کے ماہر نہایت ہی ہولناک تباہ کن آلاتِ حرب ایجاد کر رہے ہیں۔ دنیا گذشتہ جنگ عظیم کے مہیب اثرات کو ایک بار پھر بھول گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو پھر کسی عالمگیر جنگ کی تیاری کرنی منظور ہے۔ گذشتہ جنگ کے خاتمہ پر یہ بات ناممکن نہیں تو آسان ہی نہ تھی کہ فوجی دستہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بعافیت جا سکے۔ لیکن اب یہ بات قریب قریب ناممکن سی ہو گئی ہے۔ زہریلے گیسوں اور ہوائی خطرات سے انسانی زندگی امنیت میں نہیں رہی۔ انسان پہلے بھی ایامِ جنگ میں کچھ کم خطرے میں نہ تھا۔ لیکن حالات حاضرہ کچھ اور چاہتے ہیں۔ خدا معلوم دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی،

سب سے بڑھ کر حماقت انگیز واقعات بڑی طاقت کے ہیں۔ ساحل فرانس پر اگر توپیں سرکی جائیں تو انکی پہلی زد لنڈن پر پڑیگی۔ اب صرف وہی توپیں بنائی جاتی ہیں جو فاصلہ تک کام کر سکیں آئیندہ والی لڑائی میں نظائر و شواہد گواہ ہیں۔ کہ آلاتِ جنگ میں نمایاں حصہ آلاتِ طیر لینگے، عصر حاضرہ کے آلاتِ پرواز "بری طاقت" سے کہیں زیادہ تباہ کن ہیں۔ ابھی ایک عجیب قسم کا ہوائی جہاز ایجاد ہوا ہے، جو تباہ و برباد کرنے میں نہایت ہی خوفناک ثابت ہوگا۔ اس جہاز میں طیارچی کی ضرورت نہیں پیچھے بیٹھے ہوئے صدر مقام سے بذریعہ تار برقی جہاز کے رخ کو تبدیل کیا جا سکیگا جس کی خفیہ آزمائش انگلینڈ میں کی جا رہی ہے، اس جہاز کے ایک افسر کے خط سے مجھے نہایت خوفناک اور جگر ریش سرگذشت ملی ہے، تجربہ کی خاطر ایک عورت اور اس کے بچوں پر زہریلی گیس ڈالی گئی ہے، انجام، کچھ نہ پوچھو! اس جہاز کا سامان برقی طاقت کے ذریعے جہاں چاہیں گے پھینکدینگے

اس میں آدمی بیٹھنے کی ضرورت نہیں، اس لئے جہاز کو آسمان پر اتنا اونچا چڑھایا جا سکے گا۔ جہاں وہ نہ تو نظر آئیگا اور نہ اس کی آواز سنائی دیگی۔ اقتصادی پہلو سے مستقبل کی جنگ گذشتہ جنگ عظیم سے زیادہ مہنگی پڑیگی۔ بحری طاقت کے مصارف عظیم نہایت وسیع پیمانہ پر کئے جائیں گے، انکم ٹیکس دہندگان کی نگاہ میں مسٹر ونسٹن چرچل پر لگی ہوئی ہے، فرانس جنگی جہازات کی تیاری میں منہمک ہے، یہی حال جاپان کا ہے، امریکہ خاموش اور ساکت ہے، حتی کہ ایسے ایسے کئی ایک جنگی جہازات ضائع کر دئے ہیں، برطانیہ جنگی جہازات کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہے۔ نیلسن کی روڈنی کی تیاری میں ۳۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر کی لاگت کا اندازہ کیا گیا ہے اور وہ بھی تسلیح ان جہازات کی توپیں ۱۶ انچ کے دہانہ کی ہونگی، واشنگٹن کانفرنس نے کروزروں کی تعداد کو محدود نہیں کیا۔ صرف انکی لمبائی اور چوڑائی کو محدود کر دیا ہے، فرانس، اٹلی، برطانیہ کلاں، جاپان اور امریکہ کروزر تیار کر رہے ہیں، برطانیہ کے نئے ساختہ کروزر میں ۱۹ اور ۱۸ انچ کی توپیں ہیں، جاپان کی ایک اطلاع مظہر ہے، ان کے کروزر میں بارہ اور ۸ انچ کی توپیں ہیں۔ انکی لاگت کا اندازہ ۱۵ اور ۱۷ لاکھ ڈالر ہے۔ ان میں تیل جلے گا۔ وہ وقت قریب ہے کہ جب یہ برقی رو سے کام کریں گے،

گذشتہ جنگ عظیم میں دریائے شعلے (تارپیڈو) استعمال کئے گئے ہیں۔ لیکن اب ان میں بہت کچھ اصلاح ہو چکی ہے، جو ایک کھلی ہوئی بربادی اور تباہی کا پیش خیمہ ہے،

اگر یہ جنگ جس کی دنیا تیاریاں کر رہی ہے امریکہ اور برطانیہ کے درمیان ہوئی، تو اس کے مصارف کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اب بھی ہر سال برطانیہ کا مصارف تسلیح ۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر ہے، انہی مصارف کا امریکہ متکفل ہو رہا ہے۔ لیگ آف نیشنز اور بین الاقوامی آداب سے یہ بات قطعی ناممکن نظر آتی ہے۔ امریکہ اور برطانیہ باہم برسرپیکار ہیں۔ پھر خدشہ ہے بحرالکاہل میں جنگ چھڑ جائیگا۔ اگر یہ جنگ برطانیہ اور جاپان کے درمیان ہوئی، تو کیا امریکہ خاموش رہے گا؟ اگر یہ جنگ کھلی طور دنیا میں ایشیائی حقوق کے متعلق امریکہ جاپان کے درمیان ہوئی تو یہ قطعی ناممکن ہے کہ آسٹریلیا ساکت وصامت رہے، بلکہ ایک بار تمام برطانی مملکت برسرپیکار ہو جائیگی، اس غیر محدود جنگ میں جاپان فلپائن پر حملہ آور ہوگا پھر یقیناً ہانگ کانگ پر بھی حملہ کرے گا۔ ایکدم ایشیائی سوال اٹھے گا۔ چین اور روس جاپان کے اتحادی ہو جائیں گے، اور ایک عالمگیر محاربہ ہوگا۔ اپنی نوعیت میں یہ پہلی جنگ ہوگی جس کے بڑھتے ہوئے شعلے دنیا کے امن وامان کو خاکستر کر دیں گے۔ لیکن برطانیہ کا سب سے بڑا رقیب فرانس ہے جس کی ہوائی طاقت دنیا میں مسلمہ ہے، اگر یہ جنگ برطانیہ اور فرانس میں چھڑی تو آغاز جنگ

سے چند گھنٹوں بعد دار السلطنت تباہ ہو جائیگی۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر گورنمنٹ صدر مقام برسٹل، مانچسٹر اور گلاسگو ہوگا۔ پھر یہ آپ اندازہ کیجئے کہ پیرس اور لنڈن مامون و مصئون رہیں گے، فی الحال برطانیہ اور امریکہ لڑائی کے لئے تیار نہیں ہیں، اور یہی دنیا کا حسن ظن ہے کہ برطانیہ اور اکثریت کی لہروں میں غرق ہیں۔ جرمن اور فرانس کے باہمی محاربہ کا احتمال دنیا کو ہے۔ لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرانس کو جرمن کی پر راز شخصیت کا غلط اندازہ ہے، چاہے کچھ بھی ہو وہ مرد بیمار ہے، اس میں شک نہیں، لیکن جرمنی کا مستقبل الامان والحفیظ، ان سب سے نازک معاملہ روس اور رومانیہ کی سرحد کا ہے، اس کی تمام جماعتیں اور گرینڈ ڈیوک کرال" کے مقلد ٹرانسلیوینیا کے بندوبست سے خاص نہیں ہیں، لیکن سب سے بڑھ چڑھ کر اور نازک تر معاملہ روس اور پولینڈ کی سرحد کا ہے، اگر یہ جنگ چھڑی تو جرمنی یقیناً حصہ دار ہوگا۔ جہاں دس سال کے اندر اندر جس لڑائی کے چھڑ جانے کا احتمال ہے وہ لڑائی جس کو سلویا اور بلگریا کے مابین ہوگی، پھر ہنگری یقیناً ہاتھ صاف کریگا۔ بلقان ایک کھلا ہوا خطرہ ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے،

ان تمام خطرات اور پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے آنریبل کینیو دی کہتا ہے "اگرچہ دنیا کے اسلام اسلام کی اٹھان قیامت ہے، مسلمان جاگ چکے ہیں۔ ان میں آئے دن قومیت اور حمیت حلول کر رہی ہے میرے نقطۂ خیال سے اس آنیوالے خطرے کا دفاعی حل یہ ہے۔ کہ قومی پولیسی، قومی حمیت کی بنیاد ڈالی جائے، جس کی عنان لیگ آف نیشن کے سپرد ہو، دنیا کے ہر حصہ سے ہر قوم کے نمائندے منتخب کرائے جائیں وہ ایک ساتھ رہیں اور ایک ہی زبان بولیں۔ انکی تعلیم محض قومیت ہو، تعطیل کے ایام میں ہر ملک اور ہر قوم کا نمائندہ وطن جائے، ان کا جانا صرف وطن تک محدود نہ رہیگا۔ بلکہ وہ دنیا میں سفر کریں، تاکہ ان کو ہر وطن اور ہر ملک کا نقطۂ نظر معلوم ہو سکے، ممکن ہو کہ اس حفظ ما تقدم سے دنیا کی بے چارگی دشواریاں کچھ کم ہو جائیں"

مسلمانوں کی زبوں حالی روز روشن کی طرح ظاہر ہے،
جگہ جگہ وہ روندے جا رہے ہیں اس پر بھی انہی سے
خطرہ ظاہر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ کہ "مسلمانوں
کا اٹھان قیامت ہے" خوب!

میں اب محبت نہ کرونگا

میں اپنے قیصر باغ والے مکان کو از سرِ نو تعمیر کرا رہا ہوں، ایک موقعہ پر بنیاد کی کھدائی کراتے ہوئے ایک صندوقچہ برآمد ہوا ہے، عوام کا خیال ہے کہ بیش بہا جواہرات میں سے کچھ حصہ میرے بھی ہاتھ لگا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس صندوقچہ میں سے صرف چند کاغذات برآمد ہوئے ہیں۔ جو غالباً کسی بد نصیب رئیس زادے مسمی سلیمان کی خود نوشت سوانح عمری کے چند اوراق ہیں بہر حال جو کچھ بھی ہے

مجھے اس سے عشق تھا، عشق کیوں پیدا ہو جاتا ہے؟ محبت کیا شئے ہے؟ یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے لئے دنیا بھر کی خوشیاں ایک ہی شخصیت میں جمع ہو جاتی ہیں اور صرف ایک نام جو کسی حسین ہستی کو اس کی تمامی حیثیت میں پیش نظر کرتا ہے، ہمیں موسیقی مجسم اور انبساط متحیر بنا دیتا ہے صرف ایک ہی خیال ہمارے دل و دماغ پر حکومت پذیر ہو جاتا ہے،

میں تمہیں اپنا قصہ سناؤں، محبت کے فسانے تمام دنیا میں کم و بیش ایک ہی کے سے ہوتے ہیں۔ میں نے عذرا کو پہلی مرتبہ ایک محفل میں دیکھا۔ اس سے تعلقات پیدا کئے اس طرح ہم ملے اور اس طرح ہماری محبت کی ابتدا ہوئی، آخر کار ہماری شادی ہو گئی، سال بھر تک ہم دونوں اکٹھے رہے میری زندگی اس کی زندگی کا ایک پر لطف اور شاعرانہ حصہ بن گئی۔ اس کی خوشی میرے لئے انتہا درجے کی مسرت تھی۔ اس کا پیارا پیارا چہرہ، سڈول جسم، متناسب اعضا جنت نگاہ تھے، اور اس کی محبت بھری آواز فردوس گوش، مجھے دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ تھی سورج کے طلوع و غروب کا علم مجھے شاذ ہی ہوتا تھا۔ اس کے سوا میرے لئے سب چیزیں ہیچ تھیں،

عذرا کا انتقال ہو گیا! کیسے مجھے اس کا علم نہیں، صرف اس قدر یاد ہے، کہ ایک مرتبہ وہ رات کو اٹھ کر کمرے سے باہر نکلی۔ جاڑوں کا موسم تھا اتفاقاً بارش بھی ہو رہی تھی، صبح سے اسے کھانسی شروع ہو گئی، ایک ہفتہ تک کھانسی میں زیادتی ہوتی گئی، متعدد حکیموں نے علاج شروع کیا، نسخے لکھ لکھ کر دئے، دوائیاں پلائی جاتی رہیں، اس کے ہاتھ بہت گرم رہتے تھے، اس کا ماتھا جلتا رہتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے محبت و ملال مترشح تھے، جب میں اس سے گفتگو کرتا تو وہ جواب دیتی تھی مگر مجھے قطعی یاد نہیں کہ ہم نے کیا باتیں کیں، وہ مر گئی، اور میں سب کچھ بھول گیا مختصر کہ اس

شوق کی وارفتگیاں اور تدبیر کی واماندگیاں صرف نسیاں ہوگئیں۔ ہاں اتنا یاد ہے۔ کہ میرا سکون قلب محشرستان صد اضطراب تھا۔

عذرا مر گئی۔ لیکن میں اس کا دم واپسیں نہیں بھول سکتا۔ اس نے ایک ہچکی لی، خدمتگار ملازمہ نے ایک آہ کھینچی،

میں فوراً سمجھ گیا!

میں تجہیز و تکفین میں مشغول ہوا اسے خاک میں ملا دیا۔ زمین کے سپرد کر دیا۔ سب زیادہ سے زیادہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ لوگ تعزیت کے لئے آئے، مجھے ان عزاداروں سے سخت نفرت تھی، بمشکل ان سرگشتگان رسوم و قیود سے پیچھا چھڑایا۔ شہر کے قریب کھنڈرات میں دن دن بھر پھرتا رہا اور شاید روتا بھی رہا۔ مگر غمخواروں نے مار ڈالا۔ اور اس لئے میں فوراً مختلف مقامات کے سفر کے لئے روانہ ہو گیا۔

اب کل میں لکھنؤ واپس آگیا ہوں۔ مکان پر آتے ہی عذرا کے کمرے میں پہنچا۔ جہاں اس کی کتابیں اور اس کی چیزیں، اس مرحومہ کی زندگی اور میری محبت کی شہادت دے رہی تھیں برداشت کی قوت نہ رہی۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے، خودکشی کا خیال دل میں آیا۔ مگر میں رک گیا اور اپنے ارادے سے باز رہا۔ شاید مجھے جان عزیز تھی۔ میں سرد و ساکت اور چپ ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کمرے کے ایک کونے میں ایک قد آدم آئینہ الماری میں نصب تھا، وہ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس میں اپنی صورت دیکھا کرتی تھی۔ اس نے بارہا اپنے حسن خداداد کا اس میں معائنہ کیا ہو گا۔ لیکن آج اس کا عکس نہ تھا۔ میں وہاں کھڑا رہا۔ میرے جسم میں رعشہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میری نگاہ آئینہ پر جمی تھی۔ وہ کورا صاف آئینہ میرے سامنے تھا۔ اس کا نقشہ اس میں ایسا ہی جم جاتا تھا۔ کہ جیسے وہ میری آنکھوں میں سما جاتی تھی۔ مجھے اس آئینہ میں ایک جذب مقناطیسی کا کرشمہ نظر آیا۔ میں نے بیتابانہ بڑھ کر اسے چھوا۔ لیکن یہ بالکل سرد تھا۔

ہائے کیا وہ بھی سرد مہر تھی؟

نہیں اس میں محبت کی حرارت تھی، ایام عیش کی یاد، فراوانیٔ تمنا۔ خوشکامیٔ عشق کے تمام مناظر آنکھوں میں پھر گئے، ماضی کی خوشیاں، حزن و ملال سے مبدل ہو گئیں،

ہاں وہ اشخاص جن کے دماغ میں گذرے ہوئے واقعات محفوظ رہکر افسانۂ ازما بقی وغیرہ، کے مصداق نہیں بنتے، نہایت ہی خوش نصیب اور قابل رشک انسان ہوتے ہیں،

بیہوشی اور دیوانگی نے مجھے اس قابل نہ رکھا۔ کہ میں اسی دن عذرا کی قبر پر جا سکتا۔ ہفتے یا عشرے کے بعد میرے معالج نے مجھے چلنے پھرنے کی اجازت دی۔ لیکن قبرستان کا رخ بھی کرنے کی سخت مخالفت کی، مگر اس کی پروا کسے تھی، میں گھر سے نکل کر پا پیادہ پاسید ہاشم باغ پہنچا۔ قبر میری عدم موجودگی میں میرے ملازمین نے تیار کرا دی تھی، لیکن مجھے تلاش میں قطعی وقت نہ ہوئی، اور عذرا کی سیدھی سادی سنگ مرمر کی قبر فوراً مل گئی۔ قبر کے تعویذ پر میرا نوشتہ کتبہ کندہ تھا۔

"عذرا محبت کی دیوی تھی، اور اس کا عاشق اس پجاری، اس نے اپنی آزادی کی زندگی محبت کی زندگی پر قربان کر دی تھی، حق مغفرت کرے، سال وفات"

اس منظر کے تاثرات کا بیان میرے قبضۂ قدرت سے باہر ہے، مختلف النوع خیالات کا میرے دماغ میں ہجوم تھا۔ حتیٰ کہ اس بیہوشی اور بیخودی میں شام ہو گئی، لیکن میرا جی وہاں سے اٹھنے کو نہ چاہتا تھا۔ رات وہیں گذارنے کا ارادہ کیا۔ اور شاید شب بیداری کی تیاری اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنا شروع کیا۔ مختلف قبور کے کتبے جو حقیقتاً مرنیوالے کے متعلق پسماندگان کی بیغرضانہ رائے ہوتی ہے پڑھنے شروع کئے،

شہر خموشاں ہماری شہروں کے مقابلے میں بیحد چھوٹا ہوتا ہے، لیکن نسبتاً بہت زیادہ آباد ہے ہمیں اونچے اونچے محلات، وسیع باغات اور کشادہ سڑکوں کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن یہاں کے باشندے مختصر مکان پر ہی قناعت کرتے ہیں۔ ہماری شہروں سے لوگ انتقال کر کے یہاں آتے ہیں اور کچھ مدت کے بعد یہ مکانات کہ جو ان کا مسکن تھے، اوروں کے لئے خالی کر دیتے ہیں۔ زمین انہیں ہضم کر جاتی ہے صفحۂ عالم سے ان کا نشان لحد بھی مٹ جاتا ہے،

بہت رات گذر چکی تھی، بلا کی اندھیری رات تھی، ہاتھ کو ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔ میں اس تاریکی میں اس کتبہ تک واپس پہنچنے میں قاصر تھا۔ انتہائی تلاش سے تھک کر میں ایک قبر پر بیٹھ گیا تھا۔ ناامیدی اور بدنصیبی کے خیال سے آنکھوں سے آنسو جاری تھے، کہ رفتہ رفتہ اس قبر کو کہ جہاں میں بیٹھا تھا کچھ حرکت ہوئی، سنگ مرقد ہلا اور آہستہ آہستہ اوپر کو ابھرنا شروع ہوا۔ میں سہم کر کھڑا ہو گیا اور ہوچکا ہو کر دیکھنے لگا۔ اس قبر کا باشندہ باہر نکل آیا۔ قبر کے سرہانے تعویذ پر کافی روشنی ہو گئی میں نے زیر لب کتبے کو جلدی پڑھ لیا۔

"مولوی عبدالواحد یہاں مدفون ہیں۔ انکی اکیاون سالہ زندگی محبت کا نمونہ تھی۔ انہوں

نے اپنی تمام عمر خلق اللہ کی بہبودی، ملک اور قوم کی خدمت میں بسر کی، آخر وقت تک اپنے مال و دولت سے غربا کی پرورش کرتے رہے اور فدائی مذہب و ملت رہے، سالِ وفات ....

مردے نے بھی باآوازِ بلند اس کتبے کو پڑھا۔ اور پڑھتے ہی کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ پھر اپنی انگشتِ شہادت سے جو اب ایک قلمِ استخوانی تھی۔ اپنے کتبہ کی یوں اصلاح کی،

"مولوی عبدالاحد یہاں مدفون ہیں۔ ان کی اکیاون سالہ زندگی شقاوت کا نمونہ تھی،

انہوں نے اپنی عمر خلق اللہ کو تکلیف و ایذا پہنچانے میں صرف کی۔ یہ ملک اور قوم کی

خدمت ذاتی مفاد کی بنا پر کرتے تھے، آخر وقت تک غربا کی مال و دولت اور اوقاف

سے اپنے دنیاوی خزانے کو بھرتے رہے، مذہب انکی نظر میں محض ایک ڈھکوسلا تھا ....."

اس ترمیم و تنسیخ کو دیکھ کر میرے اوسان اڑ گئے۔ گھبرا کر ادھر ادھر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ زمیں نے اپنا خزانہ اگل دیا ہے، شہرِ خموشاں آباد ہو رہا ہے، ہر شخص اپنے کتبے کی اصلیت کے مطابق صحت و درستی کرنے میں مصروف ہے، مجھے اپنی محبوبہ کا خیال آیا۔ میں فوراً اس کی قبر پر پہنچا۔ وہ اپنے کتبے کی اصلاح ختم کر چکی تھی،

"عذرا اپنے سچے عاشق سے نہیں بلکہ اس کی بے انتہا دولت سے محبت کرتی تھی،

اس نے غیر اشخاص سے تعلق قائم رکھنے کی کوشش برابر جاری رکھی، سالِ وفات ....."

جذبۂ انتقام کی آگ بھڑک اٹھی، میں نے چاہا کہ اس اقبالی مجرم کو سزا دوں، لیکن وہ غائب ہو چکی تھی اور شہرِ خموشاں پھر ویسا ہی سنسان تھا۔

ہائے وہ مجھ سے محبت نہ کرتی تھی!

دوسرے دن صبح کو میرے ملازمین مجھے قبرستان سے اٹھا کر مکان پر لائے، میری ہوش و حواس اب قطعی درست نہیں ہیں، "میں اب کبھی محبت نہ کرونگا۔"

سلیمان ہاشمی

قطعہ

گزید گر کسے را سگ بہ غصہ	کسے را ہم نزیبد سگ گزیدن
بیا قاضی نشیں از عقلمندی	کہ گردد باز سگ از خود جہیدن

قاضی شاہ ولی

عدل و عشق

(از جناب مولانا مولوی محمد اظہار الحق صاحب بسمل عباسی)

ایک دن چھت پر ٹہلتی تھی کہیں نورِ جہاں — پڑ گئی اس پر نظر اک راہ رو کی ناگہاں

موت آئی تھی جو اس نے مڑ کے دیکھا بار بار — اس کی اس بیہودگی پر ہو گئی وہ بدگماں

تاک کر بیگم نے مارا اک نشانہ بے خطا — گولی سینہ میں اتر کر ہو گئی دل میں نہاں

سسکیاں دو چار بھر کر ہو گیا ٹھنڈا غریب — ہو کے اس عالم سے رخصت چل دیا سوئے جناں

اس کے ماں باپ آئے روتے پیٹتے دربار میں — ہائے ہائے بے خطا مارا گیا کیسا جواں

ہائے شادی بھی نہ میں اسکی رچانے پائی تھی — یوں بیاں کرنے لگی سر پیٹ کر میت کی ماں

ہائے تو نے زندگی کا لطف کچھ دیکھا نہ تھا — کیوں ابھی سے چھوڑ بیٹھا تو جوانی میں جہاں

بولتا تو کیوں نہیں ماں سے خفا ہے کس لئے؟ — میں ترے واری گئی بیٹا بتا تو ہے کہاں؟

ہائے اس دکھیا سے تو منہ موڑ کر کیوں چل دیا — بے ترے دنیا میں رہنا ہے ہمارا رائیگاں

اے مری آنکھوں کی ٹھنڈک، اے مرے دل کے سرور — کچھ نظر آتا نہیں مجھکو تجھے ڈھونڈوں کہاں

تیرے بدلے موت آ جائے مجھے منظور ہے — پھونکدے مولا مرے اس کے بدن میں پھر جاں

ہائے تجھکو راہ چلتے ایک ڈائن کھا گئی، — خون پی جاؤں میں اس کا ہے جواں ہوگی کہاں

ہو گئی بیہوش آخر اک وہ ہچکی مار کر، — بال سر کے نوچ ڈالے توڑ ڈالیں چوڑیاں

باپ الگ بیٹھا تھا ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر — سر رکھے زانو پہ وہ بھی لے رہا تھا ہچکیاں

صبر کرتا تھا مگر منہ سے نکل جاتی تھی آہ! — ضبط کرتا تھا مگر آنکھیں تھیں اسکی خونچکاں

منہ چھپائے بہن بھی روتی تھی اس کی زار زار — ہائے بھائی ہائے بھائی کر رہی تھی نوحہ خواں

بھائی بھی سر دھن رہا تھا لوٹتا تھا خاک پر — اپنے ماں جائے کے غم میں ہو رہا تھا نیم جاں

الغرض دربار میں تھا ایک ہنگامہ بپا — سب اعزہ کر رہے تھے نالہ و آہ و فغاں

بادشہ نے اٹھ کے سب کو صبر کی تلقین کی — اور شہادت پر لئے اس نے گواہوں سے بیاں

ہو گیا جب جرم ثابت حکم نافذ کر دیا — پابجولاں لائی جائے کھینچ کر نورِ جہاں

دیدیا مفتی نے فتویٰ "یا دیت ہے یا قصاص" — بس یہی دو صورتیں ہیں تیسری صورت کہاں

جب ہوئے منکر دیت سے مدعی اشہ نے کہا — چھوڑ ہی جائیگی نہ ہرگز جان کے بدلے میں جاں

میں بھی مرجاؤنگا اس کے غم میں لیکن ڈر یہ ہے — حشر میں اللہ پکڑیگا تو بھاگونگا کہاں

الغرض پاکر اشارہ شاہ کا جلاد نے — سونت لی تیغ اور فضائے آسماں میں کی رواں

یوں کہا بیگم نے مایوسی میں اک حسرت کیساتھ — الاماں والاماں و الاماں و الاماں

عین اس حالت میں جب گردن جدا ہونیکو تھی — مدعی نے روک کر جلاد کا دست رواں

کہدیا مجکو دیت منظور ہے اے دادگر — الغرض کچھ مال لیکر بخش دی بیگم کی جاں

عشق شہ پر غلبۂ عدل جہانگیری ہوا — تھی مگر تقدیر اچھی بچ گئی نورجہاں

عشق کی بھی شان لیکن اک نرالی شان ہے — شہ گیا اور پاؤں پڑکر یوں ہوا گوہر فشاں

"ہائے بیگم من چہ کردم گر بکشتندے ترا
کردمے اے نازنینم صبر تا چندے ترا"

قدیم تاریخ اور قریش

(از جناب قریشی غلام محمد صاحب ایم۔ اے)

عرب کی قدیم تاریخ کی نسبت ہمکو جو کچھ علم ہے وہ زیادہ تر یا تو قرآن مجید کے پڑھنے سے حاصل ہوا ہے جس میں اس ملک کے پرانے لوگوں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ یا ان روایتوں سے جو اہل عرب ہمیشہ باپ سے بیٹے کو وراثت میں دیتے رہے ہیں، ان روایتوں کو سن عیسوی کی آٹھویں اور اس سے آئندہ صدیوں کے عربی مورخین نے نہایت محنت اور حفاظت سے جمع کیا تھا۔ عرب کی ابتدائی تاریخ کے متعلق جس قدر معلومات ہم کو قرآن مجید اور روایتوں سے حاصل ہوئی ہے۔ اس کی تصدیق ان کتبوں سے بھی ہوتی ہے جو جنوبی یمن میں دستیاب ہوئے ہیں،

وہ لوگ جن کی تاریخ کو ہم زیادہ دلچسپی سے پڑھتے اور ان کے ذکر سے حظ اٹھاتے ہیں، حجاز

اور یمن کے عربی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو وسطی زمانہ میں نہایت مشہور و معروف کر دیا تھا۔ ان میں سب سے بڑی قوم قریش تھی، جس کے معنی قدیم عربی زبان میں سوداگر کے ہیں اور جو فہر ملقب قریش کی اولاد میں تھی۔ فہر کا زمانہ سن عیسوی کی تیسری صدی میں تھا۔ وہ معد بن عدنان کی اولاد میں شمار کیا جاتا ہے، اور عدنان حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے تھا۔ قریش کو دوسری قوموں پر ہمیشہ افتخار و فضیلت حاصل رہی ہے اور وہ اہل عرب میں سے اول درجہ کی معزز اور اعلیٰ قوم خیال کی جاتی ہے، پانچویں صدی میں اولاد فہر سے ایک شخص مسمی قصیٰ شہر مکہ اور آہستہ آہستہ تمام حجاز کا مالک بن بیٹھا۔ مکہ اس کے عہد حکومت تک ایک منتشر سا گاؤں تھا جس میں رہائشی مکان خیمے اور جھونپڑیاں ہوتی تھیں، قصیٰ نے کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرا کر مکہ میں اپنے لئے ایک محل بنوایا۔ اور اس کے ایک سب سے بڑے کمرے کا نام "دارالندوہ" رکھا جس میں قریش کے اہم امور طے پاتے تھے، اس نے قریش کو بیت اللہ کے گرد اگرد سنگین مکانوں میں آباد کیا اور ایک باقاعدہ گورنمنٹ قائم کرنے کیلئے قاعدے اور قانون مقرر کئے، رعایا پر ٹیکس لگا دیا، اور حاجیوں کیواسطے جو دور دراز سے مکہ میں آکر جمع ہوتے تھے، خوراک اور پانی مہیا کرنے کا انتظام اپنے ذمہ لیا۔

قصیٰ مسیح سے قریباً ۴۸۰ برس پیشتر وفات پا گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالدار گدی نشین ہوا عبدالدار کے انتقال کیوقت اس کے پوتوں اور اس کے بھائی عبد مناف کے بیٹوں کے درمیان خدمات بیت یا مکہ کی حکومت کے متعلق تنازعہ پیدا ہو گیا اور آخر اس کا فیصلہ تقسیم خدمات سے کر دیا گیا۔ پانی مہیا رکھنے اور ٹیکس جمع کرنے کا انتظام عبد الشمس بن عبد مناف کے سپرد ہوا۔ اور بیت اللہ و دارالندوہ کی سرپرستی اور فوجی انتظام عبدالدار کے پوتوں کے حوالے کیا گیا۔ عبد الشمس نے اپنا حصہ سلطنت اور اختیارات اپنے بھائی ہاشم کو دیدئے، ہاشم کو مکہ میں ایک بڑا بھاری سوداگر اور دولتمند شخص تھا۔ جو اجنبی آدمیوں سے بسخاوت پیش آنیکے باعث مشہور تھا۔ ہاشم مسیح سے ۵۱۰ برس پیشتر فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بھائی مطلب المعروف سخی جانشین ہوا۔ مطلب بھی ۵۲۰ برس قبل از مسیح انتقال کر گیا۔ اور اسکی جگہ اس کے بھتیجے شیبہ نے جو عبدالمطلب بن ہاشم کے نام سے مشہور اور آنحضرت صلعم کے دادا تھے، حاصل کی، اس اثنا میں عبدالدار کے پوتے دولتمند ہو گئے تھے، ہاشم کی اولاد انکی اس عزت و شہرت سے جو انہوں نے عوام الناس میں حاصل کر لی تھی۔ رشک کھانے لگی، اور مکہ کی حاکم بننے اور تمام سلطنت کو اپنے قبضہ میں لانیکے درپے ہو گئی اس کیطرف امیہ عبد الشمس کا حریص بیٹا بھی تھا۔ مگر باوجود اس کے عبدالمطلب کو اس کی اعلیٰ

خصلت اور اس عزت نے جس نے تو تم قریش اس کو دیکھتی تھی مکہ پر ۹۵ برس حکومت کرنے کے قابل بنا دیا تھا۔ اور اس امر میں اس کو ان معزز لوگوں نے نہایت مدد پونچائی جو دس اعلیٰ خاندانوں کے سردار تھے، اس کے عہد میں ابی سینا کی ایک بڑی فوج نے آبرا کے ماتحت حجاز پر حملہ کیا۔ یہ سردار مکہ کیطرف کوچ کرتے وقت ہاتھی پر سوار تھا۔ چونکہ اس حیوان کو اہل عرب نے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے اس کو نہایت حیرت و استعجاب کی نگاہوں سے دیکھنے لگے، اور جس سال (یعنے ۵۷۰ برس قبل از مسیح) یہ حملہ ہوا۔ عربی روائیتوں میں اس کو زمانہ فیل کہتے ہیں، حملہ آور فوج کچھہ تو وبا اور کچھہ بارش اور اولوں کے سخت طوفان کیوجہ سے جو اس وادی میں نازل ہوا۔ جہاں ابی سینا والوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے بالکل تباہ ہو گئی ؛

خط و کتابت

عنوان بالا کے تحت ناظرین کے ان مراسلات کا اختصار درج ہوا کرے گا جو قوم اور قومی ارگن سے خاص تعلق رکھتے ہوں،

ذیل میں مفتی محمد حسین صاحب انصاری کا ایک خط درج کیا جاتا ہے۔ اس میں بعض باتیں ناظرین کرام کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ احباب اسے مطالعہ کر کے اپنے خیالات کے اظہار سے مستفید فرمائیں، قریشیان صوبہ بہار سے بزرد استدعا ہے کہ وہ قومی اصلاح کیطرف متوجہ ہوں اور اپنے صوبہ کی برادری کو قومی گزٹ و "قومی انجمن" کی امداد و اعانت کیلئے خاص طور پر تیار کر کے اپنا قومی فرض ادا کریں،

مفتی صاحب لکھتے ہیں،

کل ایک شخص کے پاس آپکا رسالہ القریش نظر سے گذرا۔ دیکھکر طبیعت بیحد مسرور ہوئی۔ عرصہ سے میں متلاشی تھا کہ ہندوستان سے کوئی ایسا رسالہ نکلتا ہو جس میں شرفا کے متعلق مضامین ہوں۔ اور انکی بہبودی کے سامان ہوں، الحمد للہ آپ کے رسالہ نے اس کو پورا کیا ہے، بہتر ہوتا کہ اس کا مقصد عام شرفا کا شمول ہوتا۔ مثل شیوخ انصاری و لغمانی و داروغی و سادات، قریشی ہاشمی غرض ساری شرفا ایک جا ہل جاتی، آج کل المومن کلکتہ چلا ہے، دھنیے، کنجڑے، رانگی وغیرہ کا شیرازہ ایک جا

لیکن خاتون مذکورہ نے فیر جاری رکھے اور آٹھ سوار اور مار ڈالے اور دستہ گذرنے نہ دیا اسی اثنا میں لڑکا گاؤں والوں کو لے آیا۔ جنہوں نے سواروں کو گھیر کر قتل عام کر ڈالا۔ صرف تین آدمی جان بچا کر بھاگے جنہوں نے اس واقعہ کی اطلاع دی،

تنقید و تقریظ

کتب

مثنوی حمایت اخلاق : مصنفہ مولانا محمد عبد الوہاب عندلیب حیدرآبادی، علاوہ سرورق ۱۲۲ صفحات کی منظوم کتاب ہے جس میں حمد، نعت، مدح۔ اور تمہید کتاب کے علاوہ طاعت و اطاعت، اطاعت والدین، وقت، صبر و استقلال۔ علومہت، آہستگی، حلم، تواضع اور ملنساری، انکسار، کم گوئی، حیا، توکل، قناعت، ایثار و کرم۔ رحم۔ امانت، ایفائے عہد، خودداری، غبطہ، تعصب، کینہ، تمسخر، ظلم، سخن چینی و چغلخوری، غیبت، نفاق، نخوت و تعلی، دکھاوا اور شہرت پسندی، حرص و طمع، رشک و حسد، بہتان، خوشامد اور بدگوئی، پر بہترین سبق دئے گئے ہیں۔ اعلحضرت شہریار دکن ادام اللہ اقبالہ نے اس تصنیف پر مصنف کو پچاس روپے ماہوار اور چار روپیہ نقد عطا کرنے کے علاوہ دو ہزار ایک سو ستائیس اکھٹی جلدوں کی خرید فرمائی سے حوصلہ افزائی کی ہے، اس سے زیادہ اس کی خوبی کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کاغذ کتابت، طباعت دیدہ زیب، قیمت ایک روپیہ،

مثنوی فیاض ، اس میں آنحضرت صلعم، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے لطف و کرم کی معتبر روایات نہایت دلچسپ اور سبق آموز پیرایہ میں دیگئی ہیں، حجم ۱۰۲ صفحات علاوہ سرورق۔ کتابت طباعت اور کاغذ عمدہ، منظوم ہے، تقطیع کلاں، علامہ عصر حافظ مولانا محمد فیاض الدین صاحب فیاض کی تصنیف ہے، جس کی دو ہزار ستائیس جلدیں خرید فرما کر اعلحضرت فرمانروائے دکن خلد اللہ ملکہ نے قدردانی فرمائی ہے، قیمت ایک روپیہ،

دونوں کتابیں پتہ ذیل سے ملینگی،

دفتر رسالہ واعظ حیدرآباد (دکن) شاہ علی بنڈہ

اخبار

"کشمیری" لاہور و "کشمیر" امرتسر کشمیری برادری کے دو ہفتہ وار اخبار نہایت کامیابی سے چل رہے ہیں، پہلا اخبار "کشمیری" لاہور ہے، جو منشی محمد الدین صاحب فوق کی ادارت میں سنہ ۱۹۰۶ء سے لاہور سے نکلتا ہے اور دوسرا "کشمیر" نامی اڑھائی سال سے خواجہ غلام محی الدین صاحب کی ایڈیٹری میں امرتسر سے شائع ہوتا ہے،

"آل انڈیا کشمیری کانفرنس" کے گذشتہ سالانہ اجلاس کی تقریب پر دونوں قومی اخباروں نے اپنے اپنے خاص نمبر شائع کئے ہیں۔ "کشمیری لاہور" نے "کانفرنس نمبر" کے نام سے شائع کیا ہے، جو صوری و معنوی خوبیاں لئے ہوئے ہے، مدیر "کشمیری" نے نہایت عرق ریزی و دماغ سوزی سے اسے ایڈٹ کیا ہے، "کانفرنس" کی مختصر تاریخ کے علاوہ اس میں مشاہیر قوم کشمیر مثلاً خواجہ سعد الدین صاحب شال جلاوطن کشمیر، فاضل اجل مولانا حافظ ولی اللہ صاحب مرحوم، جسم خاک آلود، اور گلیم صد پیوند کے کمالات، شیعیان بلتستان، فخر قوم حاجی شمس الدین صاحب، بابو غلام حسن صاحب رئیس، حکیم غلام حسین خان نائب الحکومت، افضل العلماء نواب سر بلند جنگ بہادر محب قوم منشی حمید محمد صاحب، محسن القوم سید محسن شاہ صاحب، کپتان عبد الرحمٰن بے شہید، ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم ایم اے، پی، ایچ، ڈی، فدائے قوم منشی عطا محمد صاحب، عزیز النساء بیگم (یعنی سر سید احمد خان بہادر کے سی، آئی، ای، بانئے علیگڈھ کالج کی والدہ محترمہ) خان عبید اللہ خان جاگیر دار وغیرہم کے حالات زندگی، اور مہاراجہ رنبیر سنگھ کی علم نوازیاں و قدر دانیاں، کشمیر کا پہلا ڈوگرہ مہاراجہ، تاجدار کشمیر بابا بام الدین کے حضور میں، افواج ہند کے کشمیری فوجی افسر، ایسے پر از معلومات مضامین شائع کئے ہیں، حجم ۴۰ صفحات تک بڑھ گیا ہے قیمت فی پرچہ ۲ر

"کشمیر" امرتسر نے بھی اپنا "قومی نمبر" نہایت محنت و کوفت سے ترتیب دیا ہے، اس میں قومی حالت پر ایک نظر، خیالی دربار، ڈاکٹر سیف الدین کچلو صدر جلسہ کے مختصر حالات زندگی، اور فوٹو، زندگی، قرآن کریم عیسائیوں کی نظر میں، پیام آخری، دین الفطرۃ، شادی میں بربادی، حیات و حقیقت حیات، زیور مفید ہے یا مضر، والیہ بھوپال، راز زندگی، پیغام عمل، اسوۂ فاروقی مسلمانان کشمیر کی زبوں حالی۔ کشمیری قوم کی خداداد قابلیت، کشمیری اور ہمدردی، آہ شعلہ بار، قومی اوج و حضیض اور پیام اتفاق ایسے منثور و منظوم قیمتی مضامین ہیں، اس کا حجم بھی ۴۰ صفحات ہے اور قیمت فی پرچہ ۲ر،

متفرقات

رفتارِ اشاعتِ القرش

القرش کے دورِ جدید پر پسندیدگی کا اظہار کیا جارہا ہے، تعریفی خطوط موصول ہو رہے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہماری محنت کی داد نہیں دیجاتی، توسیع اشاعت میں باوجود بار بار کی چیخ وپکار کے کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا جاتا، جولائی ۲۵ء سے ہمنے رفتار اشاعت کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ ذکر اس قابل تھا اب ناظرین کی واقفیت کیلئے ہم بتانا چاہتے ہیں، کہ جولائی سے مئی ۲۶ء تک گیارہ ماہ کے عرصہ میں کیا ترقی ہوئی، تنزل کا کچھ نہ پوچھئے، اس کا شمار سینکڑہ سے کچھ زیادہ ہوگا۔ اللہ فضل کرے، گیارہ ماہ گذشتہ میں صرف ۱۳ خریدار ہوئے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں، مینیجر

(۱) بی، ایم، راجن ساوتھ افریقہ، خود

(۲) جناب ایم کلمۃ اللہ صاحب
(۳) جناب ایم عبدالحمید صاحب وٹرنری کالج لاہور
(۴) جناب میاں برکت علی صاحب
} بتوسل جناب ابو عطاء اللہ صاحب

(۵) جناب قاضی محمد سعید صاحب نائب اصلباتی نویس، بتوسل جناب قاضی محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ کنسٹبل،

(۶) جناب ڈاکٹر عباس علی صاحب ڈپٹی اسسٹنٹ سرجن، بتوسل جناب قاضی شاہ ولی صاحب وکیل،

(۷) جناب شیخ پیر محمد صاحب فاروقی ضلعدار
(۸) جناب میاں سردار علی صاحب انسپکٹر بنک
(۹) جناب مولوی مظفر علی صاحب سٹیشنر
(۱۰) جناب میاں احمد علی صاحب اسسٹنٹ سرجن
(۱۱) جناب ماسٹر محمد شاہ صاحب
} بتوسل جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی

(۱۲) جناب مولوی دوست محمد صاحب حنفی، خود

(۱۳) جناب ملا فتاح بھائی صاحب، خود

شکریہ و استدعا

قومی اخبار کی اشاعت بڑھانا قومی شیرازہ بندی میں مدد کرنا ہے، آپ اگر اپنی قوم کو زندہ قوموں میں دیکھنا چاہتے ہیں تو القریش کی مدد کیجئے،

خریدار نمبر ۳۴۳۶ (نام ظاہر کرنیکی اجازت نہیں) گذشتہ شش ماہی میں تیس روپے کی گرانقدر رقم غریب وغیر مستطیع بھائیوں کے نام القریش جاری کرنے کے لئے جیب خاص سے عطا کر چکے ہیں، پانچ روپے آپکی طرف سے کل موصول ہوئے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء،

مکرمی پیر علی احمد صاحب نے مارچ کی اشاعت کے تین پرچے خرید کر برادری میں اس غرض سے تقسیم کرائے ہیں کہ تذکرہ برادری کے مطالعہ سے احباب قوم کی عام حالت سے واقف ہو کر اپنی کمزوری کا احساس کریں،

قاضی شاہ ولی صاحب وکیل نکودر اور پیر علی اکبر صاحب تحصیلدار نے پانچ پانچ خریدار دینے کا وعدہ فرمایا ہے،

ہم فاروقی برادری گوجرانوالہ خصوصاً قاضی نظیر حسین صاحب اور مولوی محمد سعید عالم صاحب بی، او، ایل، کی توجہ جولائی ۱۹۲۵ء کے صفحہ ۱۳ و ۱۴ کیطرف معطوف کراتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ وہ ایفائے عہد سے مشکور کریں گے،

اگر معاونین القریش میں سے صرف پچیس احباب توسیع اشاعت کا تہیہ کریں۔ اپنی اپنی

فتاوے

سوال عید کے بعد جو چھ روزے رکھے جاتے ہیں، انکو پے درپے رکھنا چاہئے یا فاصلہ دیکر؟

جواب شوال کے چھ روزے جو شش عید کے نام سے مشہور ہیں، متفرق رکھنا اولیٰ ہے،

سوال لڑکی کو کس عمر تک اسکی ماں دودھ پلائے اور لڑکے کو کس عمر تک ؟

جواب مدت رضاع مذکر و مونث دونوں کیلئے دو برس ہے،

سوال زید نماز مغرب میں پیش امام تھا۔ لیکن رکعت اول میں اول الحمد آہستہ پڑھی بعد کو یاد آیا تو پھر از سر نو جہر سے پڑھی آخر نماز میں سجدہ سہو نہیں کیا یہ نماز لوٹائی جائے یا نہیں ؟

جواب نماز دوبارہ پڑھنی چاہیئے، قاضی ظہور الحسن ناظم سیوہاروی

برادری میں سے صرف دس دس خریدار پیدا کردیں تو القریش کی مالی مشکلات کا فوری سد باب ہو سکتا ہے ،

مذہبی ہنگامہ

ہندو مسلم فساد ملکی مفاد کا خون کر رہا ہے۔ کلکتہ کی خونریزی سے جو مہیب اور شباہ کن تاثرات نمودار ہوئے اور ہو رہے ہیں اس کے عواقب و نتائج ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے۔ خدا ان دشمنان ملک و ملت کی عقل و دانش بحال کرے ، تاکہ وہ اپنے مستقبل پر غور کرنے کے قابل ہو سکیں اور اگر یہ نہیں تو ایک دن اپنی زور آزمائی کیلئے مقرر کرکے کھلے میدان میں آئیں اور اس یک بیک کا فیصلہ کرلیں ، ان خفیہ سازشوں اور شرارتوں سے تو مسلمان ہندوستان خالی کرنے سے رہے ،

حضور نظام عالی مقام نے ڈاکٹری طریق علاج پر یونانی طریق علاج کو ترجیح دیتے ہوئے آلات جراحی فروخت کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ آپ نے انگریزی دواخانہ بھی برخاست کردیا ہے ،

لارڈ اروِن جدید وائسرائے ہند زراعت سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں ،

پیامِ امین

یہ لاجواب کتاب صدہا انگریزی، جرمنی۔ فرانسیسی۔ ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے جو مولانا محمد عبد اللہ صاحب منہاس سابق ایڈیٹر وکیل کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم کے متعلق علمائے مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اہلِ دماغ کیا رائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے ہیں، قرآن کریم کی مجلدات دنیا میں کن ذرائع سے اور کیونکر پھیلیں ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیامِ امین کے اوراق دے سکتے ہیں، انیس سو کے قریب دنیا کے غیر مسلم نامور مورخوں، مصنفوں اور صاحب نظر لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان و معنی خیز و بصیرت افزا کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ اگر آپ نے ابتک کتاب اللہ کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپکو نعوذ باللہ قرآن کی صداقت میں کچھ شبہ ہے تو پیامِ امین کا مطالعہ فرمائیے۔ یقیناً آپکا دل قرآنی عظمتوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتاب مبین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلام الٰہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب نے لامذہبیت کے فتنے کو روک دیا ہے، واعظین اور علماء ادب، منطقی طبع کے حضرات جدید تعلیم پذیرفتہ نوجوان لڑکوں، لڑکیوں اور مستورات کے لئے پیامِ امین کا مطالعہ ازبس ضروری ہے، یہ کتاب کفر و الحاد لامذہبی و بے راہ روی کے خیالات دور کر کے دل و دماغ میں الٰہی نور اور قرآن و اسلام کی عظمت کا ایک پائیدار احساس پیدا کرتی ہے۔ اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ اعلیٰحضرت حضور نظام نے اسے اپنے ممالک محروسہ کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی، پشتو، ملیالم زبانوں میں ہو رہا ہے، انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں، کاغذ، کتابت، طباعت، نہایت اعلیٰ۔ قیمت علاوہ محصولڈاک و خرچ وی پی وغیرہ ایک روپیہ (عہ)

حقیقۃ السیادۃ الہاشمیہ مصنفہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی نے ایک نامہ نگار اخبار اثنا عشری کے مضمون "سید" کی تنقید کرتے ہوئے سادات بنی ہاشم کی سیادت کا ثبوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل یہ سب سادات ہیں اور شریف و سید کے لقب سے حضور سرور عالم کے زمانہ سے ابتک ملقب رہے ہیں کتاب نہایت دلچسپ، کتابت طباعت دیدہ زیب، قیمت علاوہ محصول ۸ آنہ، منیجر القریش امرتسر سے طلب کیجیے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۴

القریش رسول نمبر

القریش کا یہ خاص نمبر خاص الخاص اہتمام کیساتھ شائع کیا گیا تھا۔
اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی شرح وبسط سے نظم و
نثر میں دئے گئے ہیں، مضامین ملک کے مشہور ادیب اور انشا پردازان کے لکھے
ہوئے ہیں، جو نہائیت دلچسپ ہیں، آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تواریخوں میں
ملتے ہیں۔ لیکن "رسول نمبر" کا انداز تحریر جداگانہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف
چار آنے (۴ر)

القریش صدیق نمبر

سیدنا عبداللہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے فضائل۔ اخلاق و ایثار
وتعلق کا وہ جامع الاوصاف مجموعہ جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت
کی اصلاح وتکمیل، زہد و تقوی، عصمت وعفاف، احسان وکرم، حلم و عفو، عزم
وثبات، ایثار، وتعلق اور غیرت واستغنا کا سبق حاصل ہوتا ہے
منثور و منظوم مضامین ان چوٹی کے انشا پردازوں کے ہیں، جو عہد
حاضر میں مسلم اہل قلم اور مورخ مانے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف ۴ر

المشتہر

منیجر رسالہ القریش امرتسر (پنجاب)

اللہ اکبر

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ——— فی پرچہ چار آنہ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس پرنٹر قریشی محمد علی رونق پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا ۔

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی، کا سبق دینے اور رسوماتِ قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ "القریش" کی آواز بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

(۱) **قلمی اعانت** (اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل سے جو مجوزہ مقاصد کے موافق ہوں)

(۲) **ترقی اشاعت** (حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار دیکر) سے

(۳) **القریش** کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر، کہ یہی بہترین قوم کی شیرازہ بندی کا راز مضمر ہے،

نیازمند

مینجر

فہرست مضامین

جلد ۱۲ | الفریش امرتسر ۱۶ جون ۱۹۲۶ء | نمبر ۶

خلقِ محمدیؐ

(از جناب قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم صدیقی سیوہاروی)

میدان میں معرکہ آرا جو ہوا لشکر کفر، عتبہ ابن ربیعہ تھا امیر العسکر،
فوج کو حکم دیا چشمہ پہ قبضہ کرلو پانی پینے بھی نہ پائے حشم پیغمبر
نمازیوں کو وہ مصیبت پڑی لب آبی سے پانی ہو جاتا ہے سننے سے جسے قلب بشر
فضل ایزد سے ہوئی فتح نصیب اسلام متفق ہو کے بیاں کرتے ہیں ارباب سیر
قتل میداں میں ہوئے عتبہ و بوجہل ولید بھاگنے والے جو تھے پکڑے گئے وہ اکثر
حضرت سرور عالم نے یہ ارشاد کیا۔ قیدیوں کو کوئی پہنچائے نہ تکلیف و ضرر
ہوئی اس طرح سے فرمان نبی کی تعمیل جملہ اصحاب ہدا نیک شیم نیک سیر
خود پیادہ چلے انکو کیا اونٹوں پہ سوار ان کو کھانا دیا خود فاقہ سے کی رات بسر
دشمنوں سے یہ برتاؤ تھا اللہ اللہ تھا یہ لطف و کرم و خلق حبیب داور

یہ نہیں صرف مسلمان مورخ کا بیاں
بلکہ لکھتا ہے اسی طرح سے ولیم میور

تصحیح

(۱) رسالہ ماہ مارچ صفحہ ۶ "خلق نبوی" میں کتابت کی غلطی سے "ست گیا" کی بجائے "سست ہو گیا" لکھا گیا ہے، ناظرین درست کرلیں،

(۲) مئی کے القریش میں صفحہ ۶ پر قاضی شاہ ولی صاحب وکیل کے منظوم خط میں حسب ذیل غلطیاں ہوئی ہیں، ناظرین درست کرلیں، سطر ۵ کے اخیر "رونق نیوش" کے بجائے "رونق نیوش"۔ سطر ۷ کے اخیر "دوش دوش" کے جگہ "دوش دوش"

(۳) صفحہ ۱۶ کی رباعی کے شروع میں "دوزخ است" کے بجائے "دوست است" لکھا گیا ہے صحت کرلیجئے،

اللہ اکبر

جون ۲۶ سنہ ۱۹ء ——— جلد ۱۲ نمبر ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش
امرتسر

شذرات

ہمارے سفر کا پہلا قدم

اقوام عالم کی جد و جہد اور ترقی اظہر من الشمس ہے اور سادات قریش کا جمود و سکوت عدیم النظیر، وہ ابھرنے میں مزا پاتے ہیں اور یہ گرنے میں لطف، وہ کثرت میں وحدت کا منظر دیکھتے ہیں اور یہ وحدت میں کثرت کا رنگ، وہ ہوا کا رُخ پہچانتے ہیں اور یہ غنودگی میں سرگراں، غرض

وہ ہیں، کہ جنہیں شکل بنانا آتا ہے،
اور ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی [illegible] بگاڑ

"خونِ جگر کے چند قطرے" بٹالہ و گورداسپور [illegible] سادات برادری کے ایک مجمع میں ہم نے تقسیم کئے، امید واثق اور یقین کامل تھا کہ رگِ حمیت جوش میں آئیگی، خونِ جگر کے قطروں کی حدت قریش کے یخ بستہ خون کو گرما دیگی، مگر ان سنگیں مزاج اور سخت دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا [illegible] آہ،

موم سمجھا تھا میں جس دل کو وہ پتھر نکلا

خونِ جگر کے ان قطروں کی بےحرمتی، ناقدری اور پریشاں حالی ہم نے اپنی آنکھوں دیکھی۔ بعض نے تو لب اللہ شریف کے حروف کی قدر کرتے ہوئے انہیں قلبِ قرطاس سے الگ کرکے سپردِ خاک کیا۔ اور بعض نے جوں کا توں ہی نالی میں دے مارا۔ اس پر احباب کے احساس کا ہم نے ماتم کیا۔ ان کے فہم و ادراک پر آنسو بہائے، اور اپنی غلطی کا احساس، کیونکہ

ہم نے گوہرِ آبدار کی قدر و قیمت سنگتراش سے چاہی، خونِ جگر کا قصاص جلاد سے چاہا، تیغِ براں سے رشتۂ اخوت قطع کرنیوالوں سے اتفاق کی امید کی اور دشمنانِ اصلاح سے فلاح و اصلاح کی تمنّا، آہ!

کرکے دانائی کا دعوے ایسا میں کھویا گیا
ڈھونڈتی پھرتی ہے ہر سو میری نادانی مجھے

"خونِ جگر کے چند قطرے" ایک رقّت آمیز داستانِ درد تھی، کہتے ہیں کہ دردناک آواز اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہتی، لیکن تجربہ شاہد ہے کہ اس آواز نے قریش کی رگِ حمیت میں ذرّہ برابر بھی جوش پیدا نہ کیا۔ ہم نے دیکھا، کہ ان قطروں پر اگر کسی نے نظر ڈالی بھی تو وہ دیوانوں کیطرح ہنس کے رہ گیا اور بس،

ایسے لوگوں کی سرگوشیاں بھی ہمنے سنیں، جن کے دستِ سخا سے قومی کاموں نے کبھی حبّہ تک نہیں چھوٹا۔ مگر غبن کے الزامات سے بدگمانی کی فضا پیدا کرنے میں مشتاق ہیں۔ اصلاحی امور پر گفت و گو کرنا ان کے زعم میں مشغلہ بیکاری ہے، وہ نہیں چاہتے کہ "قوم" اور "اصلاحِ قوم" کا ذکر کسی مجلس میں آئے، اور ان کے کان "قوم" اور "اصلاح" کے الفاظ سے لذت آشنا ہوں، یہ وہ ہیں، جو نہ "قریشی" ہیں اور نہ قریش سے کوئی نسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ خارجی تعلقات سے "قریش" میں گھس گئے ہیں اور ذاتی خواہشات میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ہمیں ان پر کچھ افسوس نہیں، وہ مجبور ہیں۔ رنج تو ان بھائیوں پر ہے، جو قریش سے نسبت رکھتے ہوئے آبائی اور خاندانی روایات پس پشت ڈالے ہوئے ہیں، اور جانتے ہیں، کہ

چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی — پھری ہے نظر دیر سے باغباںؔ کی
صدا اور ہے بلبلِ نغمہ خواںؔ کی — کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

تباہی کے خواب آرہے ہیں نظر سب
مصیبت کی ہے آنیوالی سحر اب

اس صحبت میں برادری کی بد احساسی کا جو عالم ہم نے دیکھا۔ کسی گذشتہ صحبت میں اگر ہمارے مطالعہ سے گذرا ہوتا تو اس وقت تک شائد ہم کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ چکے ہوتے۔ اور آج لوحۂ دل کو یوں مسوس کر بیٹھنے کی نوبت نہ آتی،

کانچ کا ایک دانہ جس طرح سلکِ مروارید کی جلا اور تابانی کو ضائع کر دیتا ہے، سنگِ بیہود کی صحبت سے جس طرح جواہر ریزوں کی آب نہیں رہتی، اسی طرح خارجی تعلقات نے اس برادری کی حقیقت و اصلیت کو کھو دیا ہے اور یہاں کہ سود و زیاں کے احساس سے ان کے دل خالی ہو گئے ہیں اور تاثرات کے غلبہ نے انہیں کام کی باتوں پر بھی توجہ دینے کے قابل نہیں رکھا۔

نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے اَن بن — سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہزن
یہی عیب ہے سب کو کھو دیا ہے جس نے — ہمیں ناؤ بھر کر ڈبو دیا ہے جس نے

"خونِ جگر کے چند قطرے" اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ آپ کے ملاحظہ سے گذریں گے جس حقیقت کا انکشاف اور جس درد کا اظہار، اور جس بات کی تمنّا اس میں کی گئی ہے، ہمارا ایمان اور یقین ہے کہ پہلو میں اور دل میں ذرّہ برابر بھی درد رکھنے والا انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور جو چشم حقیقت بیں اور دیدۂ بینا رکھتا ہو، ممکن نہیں کہ وہ بیتاب نہ ہو، اس میں صاف اور واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے، کہ

جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ہے — پڑا جس سے جوکھوں میں چھوٹا بڑا ہے
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے — کوئی اس میں سوتا کوئی جاگتا ہے

جو سوتے ہیں وہ مستِ خوابِ گراں ہیں
جو بیدار ہیں ان پہ خندہ زناں ہیں، !

کوئی ان سے پوچھے کہ اے ہوش والو — کس امید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو
بُرا وقت بیڑے پہ آنے کو ہے جو، — نہ چھوڑیگا سوتوں کو اور جاگتوں کو

بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے

اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

مگر یہ ہیں کہ ان باتوں پر توجہہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے، حالانکہ مریض سخت جاں کیطرح ان کی مالی، علمی اور اخلاقی حالت روز بروز روبتنزل ہے۔ اکثر ایسے ہیں جنہیں پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ظاہری حالت کو درست رکھنے کی توانائی نہیں رکھتے، مگر بے فکر ہیں اور فاقہ مستی میں مدہوش۔ انہیں اسی حالت میں مست اور اسی نَے میں مخمور رہنا پسند ہے، اور کسی کی بات سننا گوارا نہیں،

مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں
بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلا وہ ہم ہیں

احباب کی اس المناک حالت، بد مذاقی، اور بے اعتنائی سے ہمارا جی ٹھنڈا ہو گیا۔ اور مایوسی کے عالم میں ہمنے عہد کر لیا کہ آئندہ ان مردہ دلوں کے سامنے "قوم" اور اصلاح کا نام تک نہ لیں گے، اور اس وقت تک جبکہ زمانہ انہیں مجبور نہ کردے،

دنیا کی ضرورتوں سے ان بے پروا ہستیوں سے کوئی پوچھے۔ کہ میاں تمہارا معاش کیا ہے؟ تم میں کونسی خوبی ہے کہ سر بر غرور نہیں جھکتا۔ تم میں کتنے ہیں جو تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کر کے فخر خاندان بنے ہیں؟ اور کتنے ہیں جنہیں احتیاج دنیوی سے سرخروئی حاصل ہے؟ اور کس قدر ہیں جو سرفراز مابہ الامتیاز ہیں؟ تم کچھہ شمار و اعداد پیش کر سکتے ہو؟ اگر نہیں تو کس برتے پر یہ لاابالی!

جس قوم پر ادبار و تنزل کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوتی ہیں، اور جو قعر مذلت کے اسفل السافلین اور انحطاط کے ورطۂ عمیق میں پہنچ چکی ہے، اس میں خال خال ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں، جن کو اپنی حالت پر ترس آتا ہے، چنانچہ اس مجمع میں بھی معدودے چند ایسے لوگ موجود تھے، جو ان مصائب و حوادث کے گرداب سے نکلنا، اور ہر چند وہ خارجی تعلقات کے اسرار کی کڑیاں توڑنا چاہتے ہیں، مگر.. .. ..

دیوانہ، دیوانوں ہی میں خوش رہتا ہے، غمخوردہ دل ہمراز پالینے سے مطمئن ہو جاتا ہے، یاس و پریشانی کی اس حالت میں معدودے چند کا میسر آنا ہمارے لئے غنیمت تھا ہم نے جی بھر کر

شکائتیں کیں، قوم کی بد احساسی کا رونا رویا۔ وہ ہماری شریک حال رہے، ہم نے دیکھا۔ کہ برادری کے اس طرزِ عمل سے وہ مجھ سے زیادہ نالاں ہیں اور اصلاح کے دل سے متمنی،

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس برادری کے احساسات گراسبات کی ضمانت ہے کہ اس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی زمانہ کے تازیانے اسے بیدار کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر اللہ میاں کی بارگاہ میں ہماری دعا یہی رہیگی، کہ وہ ذات بابرکات انہیں آنکھیں عطا کرے کہ زمانہ کی تگ ودو اور اپنی واماندگی دیکھ سکیں۔ انہیں دل دے کہ احساس کر سکیں، انہیں دماغ دے کہ اپنے سود وزیاں پر غور کرنے کے قابل ہو سکیں، اور ان چند ہستیوں کی مدد فرمائے، جو بھنور کی کشتی کیطرح ان میں گھرے ہوئے اپنی تمناؤں کو پایاں ہوتا دیکھ رہے ہیں، آمین،

قریشی ڈائرکٹری کی تجویز سے خلافِ توقع اتفاق ہو رہا ہے، مولانا قاضی شاہ ولی صاحب وکیل کے خاندانی حالات موصول بھی ہو گئے ہیں، یہ ڈائرکٹری کیا ہو گی؟ اس کے متعلق جو کچھ ہمیں لکھنا تھا اس سے زیادہ محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے لکھ دیا ہے، جو کسی دوسری جگہ درج ہے قاضی صاحب کا شکریہ ہے کہ انہوں نے اس بارہ میں ہمارا فرض ادا فرمایا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

قاضی نظیر حسین صاحب موصوف کی رائے ہے کہ "قریشی ڈائرکٹری" سے متعلقہ مضامین ساتھ کے ساتھ شائع کئے جائیں۔ اور اس کے لئے القریش کے حجم میں آٹھ صفحوں کا اضافہ کر دیا جائے اور قیمت میں ایک روپیہ کی ترقی، ممکن ہے کہ ناظرین آپ کی اس تجویز سے متفق ہوں، لیکن ہمیں ساتھ کے ساتھ طبع کرنے میں محض اس لئے تامل ہے کہ ترتیب ڈائرکٹری میں مضامین کا تقدم و تاخر ضروری ہے اور ایسی حالت میں کہ وہ ساتھ کے ساتھ شائع ہوں، ناممکن ہو جائیگا۔ یا یہ کہ ترتیب وغیرہ دوبارہ کر کے کتابی صورت دیجائے۔ مگر اس میں وقت اور صرفہ کا دوگنا صرفہ ہوگا۔
قیمت کا اضافہ ایک مشکل سوال ہے۔ جو احباب تین روپے کی قسم ادا کرنا گوارا نہیں کرتے وہ چار کیونکر ادا کریں گے، اس سے ترقی اشاعت کی بجائے گونہ تنزل ہوگا۔ اور وہ پہلے بھی

کچھ کم نہیں، بہرکیف احباب کی رائے مقدم ہے، ابھی ہم اس پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں دے سکتے،

طاعون ملعون کثرت سے پھیل رہی ہے، کوئی قریہ، قصبہ، شہر اور مقام اس سے محفوظ نہیں، امرتسر میں تعداد اموات بڑھ رہی ہے، دیگر مقامات سے وحشت ناک خبریں آرہی ہیں گوجرانوالہ میں قاضی نظیر حسین صاحب کے عزیزوں میں دو موتیں ہوگئی ہیں۔ امین آباد کے متعلق مسموع ہوا ہے، کہ ساکنان شہر اس قدر پریشان ہیں کہ گھروں کو چھوڑ نکلے ہیں، ہر جگہ کم و بیش یہی حالت ہے خداوند کریم رحم کرے،

مئی کے رسالہ کا حجم اس خیال سے بڑھا دیا گیا تھا۔ کہ مبادا مجوزہ سفر کی وجہ سے جون کی اشاعت رک جائے، چنانچہ اس کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا، اگر یہ سفر پیش آتا تو یہ رسالہ جو آج آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے شائع ہونا مشکل تھا۔ لوگوں کی اس بدحواسی کی وجہ سے جو پلیگ نے پھیلا رکھی ہے ہمیں ارادہ سفر ملتوی کرنا پڑا یہی وجہ ہے کہ رسالہ پوسٹ ہو رہا ہے، حجم میں صرف چار صفحوں کی کمی ہے، البتہ مضامین مختلف مذاق کے نہیں، سفر کے پہلے قدم کے واقعات کا اظہار ضروری تھا، اکثر احباب کیفیت معلوم کرنے کے خواہاں تھے، اس لئے اس کی تفصیل اسی اشاعت میں نکلنی چاہیئے تھی، قریشی ڈائرکٹری نئی تحریک ہے، احباب نے بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا ہے، اس لئے اس کی تشریح بھی ضروری تھی۔ اسی طرح دوسرے مضامین مندرجہ بھی اسی اشاعت کے لئے مناسب تھے، انشاءاللہ تعالےٰ آئندہ اشاعت میں پھر وہی رنگینیاں آپ کی نظر سے گذریں گی،

ناظرین کرام "خونِ جگر کے چند قطرے" میں صفحہ (ج ۔ ۳) پر "خوفناک بھنور میں آکے رکگئی" کے بعد ذیل کی عبارت کا اضافہ کرکے پڑھیں،

"قومی آرگن پیہم نقصان برداشت کر رہا ہے، اور محض سرکار آصفیہ عالیہ کی شاہانہ نوازشات پر جاری ہے ورنہ اس کی صحیح اشاعت . . . سے زائد نہیں ہوئی۔ حالانکہ پنجاب ہی میں ستر ہزار سے زیادہ قریشی آباد ہیں۔ اور ان میں اکثر ہستیاں ایسی ہیں جن کا ایک ایک اشارہ نحوست قومی کو رفع کر سکتا ہے، مگر جہاں احساس ہی نہ ہو وہاں ہو کیا؟"

رفتارِ اشاعت اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، تعداد زبانِ حال سے اپنی حالت خود بیان کر رہی ہے، جن احباب نے مئی کے مہینہ میں خریداری فرمائی ان کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں،

(۱) جناب شیخ حامد حسین صاحب لمبردار ریاست پٹیالہ بتوسل جناب میر علی اکبر صاحب تحصیلدار

(۲) جناب قریشی فتح دریا صاحب نمبردار ضلع جھنگ، بتوسل جناب قریشی محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ کنسٹبل

(۳) جناب میاں مظفر الدین صاحب منتظم نائب تحصیلدار، بہاولپور گورنمنٹ۔

(۴) جناب منشی غلام حسین صاحب پٹواری بتوسل جناب منشی محمد حسین صاحب گرداور قانونگو،

ترقی اشاعت کی یہ حالت ہے اور تنزل کا کوئی ٹھکانا نہیں، اس پر بعض بھائیوں کا اصرار ہے کہ حجم زیادہ ہو، کاغذ اعلیٰ ولائتی ہو اور کتابت ایسی عمدہ کہ کوئی دوسرا رسالہ مقابلہ نہ کر سکے

گذشتہ اشاعت میں ہم نے اعلان کیا کہ دورہ کیوجہ سے جون کا رسالہ اگر شائع نہ ہوا تو ناظرین معذور سمجھیں۔ اس پر سخت تقاضہ شروع ہوا اور بارہا کہا گیا کہ "خریداران القریش کسی صورت میں بھی اس کا ناغہ پسند نہیں کرتے" یہ انکی قدردانی، قومی حمیت اور علمی شغف کی زندہ شہادت ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جب آمدنی کی راہیں مسدود ہوں تو خرچ کہاں سے کیا جائے اس پر بھی تو کچھ غور کرنیکی ضرورت ہے،

قریشی ڈائرکٹری کے عنوان سے قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کا مضمون ملاحظہ فرمائیے اور اپنے خاندانی و ذاتی حالات جس قدر جلد ممکن ہو دفتر میں بھجوا دیجئے، تاکہ اس مفید ترین تجویز کو عملی صورت میں لانیکا جلد انتظام ہو سکے،

اس بارہ میں اپنی اپنی رائے کا اظہار بھی فرمائیے کہ کیا یہ رسالہ مضامین سابقہ کے ساتھ شائع کیے جائیں، یا لبعد ترتیب بکدم؟

درسِ اخلاق

(از جناب مولنا محمد حسین صاحب محوی لیکچرار)

بزرگانِ سلف اور سلاطین اسلام کی زندگیوں میں اسلامی تاریخ میں خلیفہ منصور وہ زبردست اور باجبروت بادشاہ تھا جس کے سیاست و تدبر کی داستانیں تاریخ کا زیور ہیں، خاندان عباسیہ کا یہ دوسرا نامور بادشاہ تھا اور وہی بادشاہ ہے جس نے اسلام کے سب سے زیادہ مشہور دارالخلافہ گہوارۂ علوم و معارف یعنی دارالاسلام بغداد کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اور اس کو سرزمین انصاف دیا پایہ تخت اسلام ہونیکی عزت بخشی، اس حق پرست بادشاہ کے بہت سے واقعات ایسے ہیں، جو دوسروں کے لئے شمع راہ ہدایت اور درسِ اخلاق ہوسکتے ہیں،

تقریباً دوسال کا زمانہ ہوا کہ میں نے درسِ اخلاق کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا تھا جس میں سلف صالحین اور سلاطین اسلام کے زندگی کے ایسے کارنامے پیش کئے گئے تھے، جس میں کوئی نہ کوئی درس اخلاق تھا اور محض فرضی افسانہ نہ تھا بلکہ تاریخی، چنانچہ یہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور اسی کی ایک کڑی ذیل کا مضمون بھی ہے،

خلیفہ منصور کے دربار شاہی میں ایک بزرگ محمد بن جعفر آیا کرتے تھے، اور منصور ان کی بہت قدر و عزت کیا کرتا تھا۔ اور انکی باتوں کی بہت قدر کیا کرتا تھا۔ انکی دربار رسی اور خلیفہ کے حضور میں رسائی دیکھکر اکثر لوگ سفارش کے لئے مجبور کیا کرتے تھے، اور ابن جعفر کی بھی یہ حالت تھی، کہ وہ کبھی کلمہ خیر کہنے میں دریغ نہ کیا کرتے تھے، انہیں اس قدر سفارشیں کرنا پڑیں کہ منصور بھی تنگ آگیا۔ اور مجبوراً اس کو یہ حکم دینا پڑا کہ ابن جعفر دربار میں نہ آیا کریں ان حضرت نے بھی مجبوراً حاضری دربار ترک کردی، اور اپنے گھر بیٹھ رہے،

ابھی چند روز ہی گذرے تھے، کہ منصور کو ابن جعفر کی غیر حاضری بہت بڑی کمی محسوس ہونے لگی۔ اور وہ زیادہ صبر نہ کرسکا۔ ایکدن ربیع کو بھیجا کہ جاؤ، تم اپنے طور پر محمد ابن جعفر سے کہو کہ اب سفارشیں نہ کیا کریں، اور حضرت خلیفہ سے معافی مانگ لیں،

ربیع دربار خلیفہ کا حاجب تھا، اور بہت بڑا آدمی، یہ حکم پاتے ہی محمد بن جعفر کے گھر پونہچا۔ اور ان کو دوستانہ مشورہ دیا بلکہ مجبور کیا۔ آخر انہوں نے منظور کرلیا اور بارگاہ شاہی

میں داخلہ کی اجازت ہو گئی، اس کے بعد یہ ایک روز آستانۂ شاہانہ پر پہنچے ہی تھے۔ کہ چند قریش عربوں نے گھیر لیا۔ یہ لوگ ہاتھوں میں درخواستیں لئے ہوئے تھے، محمد بن جعفر سے کہا کہ ہماری یہ عرضیاں دربار خلافت تک پونچا دیجیے، انہوں نے معذرت کی اور سارا قصہ بیان کیا۔ لیکن ضرورت مند قریش نہ مانے، بلکہ بہت مجبور کیا۔ آخر ابن جعفر نے کہا کہ اچھا، یہ کاغذات میری آستین میں رکھدو، اس طرح یہ بزرگ محل شاہی میں داخل ہوئے،

جس وقت یہ پونچے ہیں، حضرت خلیفہ ایک سرسبز وشاداب چمن زار کی سیر وتفریح میں مصروف تھے۔ خلیفہ نے کہا ابن جعفر تم دیکھتے ہو کہ یہ باغ کس قدر خوبصورت وحسین ہے، ابوجعفر، امیرالمومنین، سبحان اللہ، خدا حضور کی نعمتوں میں اور زیادہ اضافہ کرے، آپ کے اس باغ اور اس شہر سے زیادہ خوبصورت اور مضبوط شہر تمام عرب وعجم میں کبھی بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا، لیکن حضور اجازت دیں تو عرض کروں، کہ ایک بات کی ضرور کمی ہے،

منصور! وہ کیا ہے ؟

ابن جعفر! وہ یہ کہ اس میں کچھ میری ذاتی جائداد نہیں ہے،

منصور کو اس فقرے پر بے اختیار ہنسی آگئی، اور وہ ہنسکر بولا، تمہارے دل کو مژدہ ہو کہ میں نے تمہیں تین قطعہ زمین کے عنایت کئے، ابن جعفر (دعائیں دیکر) خدا حضور کے عمر اور اقبال میں برکت دے، حضور کا سا شریف اور سخی بادشاہ آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ غرض تمام دن اس قسم کی دلچسپ باتیں ہوتی رہیں، منصور نے شام تک ابن جعفر کو اپنے پاس رکھا۔ اور آج کی صحبت میں حسب ہدایت والتزام، مگر خلاف عادات ومعمول ابن جعفر کسی سائل کی درخواست پیش نہ کر سکے، اور نہ سفارش کا موقع میسر آیا۔ شام کو اپنے گھر جانے کے لئے اٹھے ہی تھے، کہ آستینیں میں رکھنے لگے، اور ان کاغذوں سے مخاطب کر کے کہا۔ تم ناکام ونامراد واپس ہو آج کچھ کام نہیں ہو سکتا۔

منصور (یہ حرکت دیکھکر ہنس پڑا اور بولا) ابن جعفر بتاؤ تو یہ پرچے کیسے ہیں آخر کیا ماجرا ہے

یہ موقع بہت اچھا تھا۔ ابن جعفر نے اجازت پاکر سارا قصہ بیان کر دیا اور خود بھی کہا اور پھر خود بھی کہا حضور بھلائی کا سرچشمہ ہیں، دربار حضور میں شرفا کے سوا کوئی نہیں آتا۔ یہ چند درخواستیں ہیں مگر پیش کرنے سے معذور ہوں، کیونکہ اجازت نہیں ہے منصور نے سب پرچے ابن جعفر سے لے لئے اور تمام ضرورتمندوں کی حاجتیں پوری کر دیں، اور ابن جعفر سے جو فائدہ

خلق اللہ کو پہنچا رہتا تھا اس کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا۔ یہ ہیں اخلاق ان بزرگوں کے جو خلفا اور سلاطین کے دامن دولت سے وابستہ تھے۔ اور یہ تھے وہ بادشاہ جو ضرورتمندوں کی حوائج کو پورا کرنے میں کبھی دریغ نہ کرتے تھے،

مساوات اسلامی

(از جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب سہیل عباسی مولوی فاضل)

لکھا ہے یہ تاریخ میں واقعہ — سنو گر تو محظوظ ہو سامعہ

کہ شیر شاہ بادشہ ہند کا، — اودھ اور بنگال اور سندھ کا

رعایا پہ تھا وہ بڑا مہرباں — ہر اک اس سے راضی تھا پیر و جواں

ولیعہد اس کا چلا سیر کو — کہ دیکھوں ذرا آگرہ شہر کو،

وہ اک اونچے ہاتھی کے اوپر سوار — جلو میں تھا اک لشکر بے شمار

ہوا اس کا ایسی گلی میں گذر، — بنا تھا جہاں اک برہمن کا گھر

مگر اس کی دیوار تھی اتنی پست — کہ ہاتھی کے اوپر سے ممکن تھی جست

برہمن کی بیوی نہاتی تھی واں — برہنہ بدن تھا سراپا عیاں

نظر شاہزادے کی واں جا پڑی — وہ گھبرا کے فوراً کھڑی ہو گئی

وہیں بیٹھ کر پھر وہ بکنے لگی، — سمٹنے لگی اور جھجکنے لگی،

وہ اچھی طرح دیکھتا بھالتا — خراماں، خراماں، نظر ڈالتا

وہ بیڑا بھی اک پان کا پھینک کر — بڑھا اور آگے بقصد سفر،

وہ بیڑا گرا جا کے آغوش میں — رہی وہ عفیفہ نہ پھر ہوش میں

حیا کی وہ دیوی تھی رونے لگی — سسکنے لگی جان کھونے لگی،

برہمن بھی اتنے میں گھر آ گیا — جو بیوی کو دیکھا تو گھبرا گیا

کہ ہے زہر کی ہاتھ میں اک ڈلی — وہ کھالے تو بس ہاتھ ہی سے چلی

برہمن پکارا کہ ہے رام رام — یہ کیا کر رہی ہے تو مرنے کا کام

کوئی مجھ سے سرزد خطا ہو گئی
کہ جس پر تو اتنی خفا ہو گئی

کہا اس کی بیوی نے سب ماجرا
میاں نے دیا پھر دلاسا ذرا

کہا جان جو کہوں میں ہرگز نہ ٹال
سنبھل اور ذرا اپنے دلکو سنبھال

یہ کہکر وہ دربار کو چلدیا
گلوری کو بھی ساتھ ہی لے لیا

ہوا پیش جب سامنے شاہ کے
تو نعرے لگاتا ہوا آہ کے،

کیا جھک کے بصد ادب سے سلام
کہ آیا ہے فریاد لیکر غلام

خدا کے لئے شاہ عالی صفات
مری عرض پر کیجئے التفات

دوہائی مری سن لے اے بادشاہ
مرے حال پر ہو کرم کی نگاہ

ترے شاہزادہ نے ایسا کیا
وہ یوں استری میری دیکھا گیا

ملادی میری آبرو خاک میں
خلش ہے میرے سینۂ چاک میں

وہی واقعہ سب سنایا اسے
وہ پانوں کا بیڑا دکھایا اسے

یہ سنکر غضب میں بھرا بادشاہ
ولیعہد سمجھا ہوا میں تباہ

کڑک کر کہا یہ شہنشاہ نے
فریدوں حشم آسماں جاہ نے

رعایا کچھ اولادسے کم نہیں
کریں ظلم تو بادشاہ ہم نہیں

زنِ شاہزادہ برہمن کے گھر
اسی آن میں بھیجدو بے خطر

برہمن بھی ہاتھی کے اوپر چڑھے
اسی شان سے پھر سواری بڑھے

اسی طرح بیگم کو دیکھے گا غیر
برہمن کرے گا اسی طرح سیر

اسی طرح بیڑا بھی پھینکے ضرور
کہ تا شاہزادہ کا ٹوٹے غرور

نہ تھی رعب شاہی سے آتی مجال
کہ کرتا وزیر اسمیں کوئی مقال

سبھی دم بخود اور حیران تھے
پریشان تھے اور پشیمان تھے

نہ ناموس شاہی پہ بٹہ لگے
کوئی ایسی صورت خدا ہی کرے

سواری جو لائے برہمن کے پاس
بجھائے وہ یوں تاکہ غصہ کی پیاس

تو بولا برہمن کہ بس اے حضور،
کیا عفو میں نے خطا و قصور،

مرا دل ہے اب رنج سے پاک و صاف
کیا شاہزادہ کو میں نے معاف

مری لوح دل عدل سے دھل گئی
گرہ میرے دل کی جو تھی کھل گئی

خدایا سلامت رہے بادشاہ | دعا دے کے لی اس نے پھر اپنی راہ
یہ شاہانِ اسلام کی شان تھی | رعایا بھی پھر اپنے قربان تھی
برابر ہے مذہب میں شاہ و گدا | یہ فرما گئے ہیں رسولِ خدا ؐ

انہی کی یہ تعلیم تھی اے سہیل
خدا بخش دے ہم کو انکے طفیل

(جس وقت کا کھٹکا تھا وہ وقت آگیا آخر)

وقت است کہ وقت بر سر آمد

مسلمانو اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرو

مسلمانوں میں فرقہ آرائی، مناظرہ بازی، شغل تکفیر، اور خانہ جنگی زوروں پر ہے، وہ اسی میں فلاح و نیکی سمجھے ہوئے ہیں، حالانکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اہل قرآن اہل حدیث کے مخالف، شیعہ حنفیوں کے دشمن، قادیانیوں اور بہائیوں میں ان بن، غرض جس طرف دیکھو، میدان کارزار گرم ہے، غنیم سر پر چڑھا ہوا ہے، گھر لٹ رہے ہیں، خونریزیاں ہو رہی ہیں، اثاث البیت کھویا جا رہا ہے اور کون سا کام ہے جو دنیا سے مٹا دینے کیلئے ان کے لئے نہیں کیا جاتا،

کلکتہ کا خون آشام ہنگامہ، دشمن کی دست برد، ظلم و تعدی، جور و جفا کے سامنے اہلحدیث، اور اہلقرآن، شیعہ اور سنی، قادیانی اور بہائی سب برابر تھے، اور اس جرم میں مارے جا رہے تھے۔ کہ مسلمان ہیں، وہاں نہ کسی فرقہ کی تمیز تھی اور نہ مذہبیت کی،

اخبار "زمیندار" کے حوالہ سے ایک سنی فاضل خاتون کی سرگذشت "سہیلی" نے شائع کی ہے کون پتھر دل اور سنگیں مزاج ہے جو اسے پڑھکر کلیجہ پر ہاتھ نہ رکھیگا۔ اور کس کی آنکھیں ہیں جو خون کے آنسو نہ بہائینگی، ایک ننھا بچہ زمین پر دے مارا اور وہیں اس کا خاتمہ کر دیا۔ صاحب خانہ کا بھیجا نکالدیا۔ گھر کو لوٹ لیا اور کیا کیا مظالم تھے جو وہاں روا نہ رکھے گئے،

مسلمانو! بتاؤ کہ وہاں ظالموں نے اسباب کی تمیز کرلی تھی۔ کہ یہ قادیانی نہیں بہائی ہے، یا اہل حدیث نہیں، اہل قرآن ہے؟ اگر نہیں تو بتاؤ تمہیں شرم کیوں نہیں آتی؟ تم کیوں فروعی اختلافات کی کڑیوں میں جکڑے ہوئے ہو، تم کیوں اپنی طاقت وقوت منتشر کر رہے ہو، کیا قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یہی مسلمانی تھی؟ جو تمہاری ہے، کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے؟ آنکھیں کھولو اور اپنے ننگ وناموس کی حفاظت کرو، وقت بہت کم ہے اور تمہیں بہت کچھ کرنا ہے،

مخالفانِ اسلام اور دشمنانِ اسلامیاں کہتے ہیں۔ کہ اگر "مالوی جی اجازت دیں، تو مسلمان دیکھ لیں گے کہ ہندو مسلمانوں کی ڈاڑھی کا ایک ایک بال اکھاڑ دینگے، اور لمحہ بھر میں (معاذ اللہ) خدا کا نور (ڈاڑھی) صاف ہو جائیگا۔ اگر ہمارے لیڈر ہمیں گھنٹہ بھر کیلئے موقع دیں تو ڈاڑھی کی کھجلی ہمیشہ کے لئے موقوف ہو جائیگی، اور باجا بجانے کے مسئلہ کا آخری فیصلہ ہو جائے گا۔" (ہندی اخبار "متوالا" ۲۷۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

مسلمانو! تم کس نیند سو رہے ہو، تمہاری وہ غیرت وحمیت کیا ہوئی؟ مسجدیں شہید ہو رہی ہیں، کلام پاک کی بے حرمتی اور رسول خدا کی بے ادبی کی جا رہی ہے، تمہارا ننگ وناموس خطرہ میں ہے، کیا ایک مسلمان کی یہی شان ہونی چاہیئے، کہ اسلام کو مٹا دینے کی تمام کوششوں کی انتہا ہو جائے اور اس کے کان پر جوں تک نہ رینگے، افسوس!

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

تمہاری غفلت وبے پرواہی حد سے گذر گئی ہے، تمہارا شیرازہ افسوسناک طریق پر منتشر ہو رہا ہے، تمہاری حالت دن بدن پتلی ہو رہی ہے، زمین وآسماں تمہارا دشمن۔ ساکنان ارض وسماتم سے متنفر، یہ سب شامتِ اعمال کے کرشمے ہیں،

اپنے اعمال ٹھیک کرو، کل مومن اخوۃ پر عمل کرو، خانہ جنگی کو خیرباد کہو اور مخالفین کی زد سے محفوظ رہنے کیلئے اپنا نظام قائم کرو، مسلمان بنو، اور غیرت وحمیت کو دل میں جگہ دو، وہ کام جو تمہیں کرنے چاہئیں تھے، وہ فرض جو تمہیں تفویض کیا گیا تھا۔ وہ روایات جو تمہاری رہنمائی کے لئے تھیں، وہ تعلیم جو اسلام کی تھی، اغیار اس فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور تمہیں خبر تک نہیں،

تم ان لوگوں کو قطعاً چھوڑ دو، جو مسلمان کے گھر پیدا ہوکر مسلمانوں کیلیے باعث ننگ و عار ہورہے ہیں، تم ان کو خیرباد کہدو، جو نئی روشنی کے ظلمتکدہ میں اس قدر تاریک دل ہوگئے ہیں کہ اپنی لڑکیوں کو غیر مسلموں کی مناکحت میں دیکر رشتۂ محبت پیدا کرنے کے اصول پر کاربند ہونے والے ہیں، تم ان ہستیوں کو دور ہی کا سلام کہدو جو تمھیں رہنمائی کے دھوکا سے غلط راستہ پر لے جارہے ہیں، اسلام نے تمہارے لئے جو راستے تجویز کردئے ہیں، وہ تمہاری نجات و رہنمائی کے لئے کافی ہیں، اخوت و ہمدردی اور اتفاق و اتحاد کو کام میں لاؤ، اور صحیح نظام کے ماتحت دنیا کی تمام کٹھن منازل کو امن و اطمینان کیساتھ طے کرنیکی سعی کرو، خدا تمہارا معاون و مددگار ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ،

سنگھٹن کوئی ہوّا نہیں ہے کہ تمہاری تنظیم کو کھا جائیگا بس دیانتداری اور صداقت کی ضرورت ہے اور اس کے سامنے مدن موہنی طلسموں کی تمام کڑیاں ٹوٹ جائینگی۔ خدا توفیق دے، آمین!

رقیبوں سے گلے ملنا پڑیگا روز محشر میں

(از جناب مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی طبیہ کالج دہلی)

الٰہی دے سکوں بر دیقیں سے قلب مضطر میں
مزا توحید کا آئے مجھے اللہ اکبر میں

منور کر تو اپنے نور سے دل کو میرے یا رب
نظر آئے ترا جلوہ مجھے اس سارے منظر میں

میرے آگے میرے پیچھے میرے اوپر میرے نیچے
میرے داہنے میرے بائیں مری آنکھوں میں اور سر میں

مرے خاکی بدن پر نور کی بارش رہے ہر دم
مرے چاروں طرف وہ نور برسے اور مرے گھر میں

عناصر چار ہوں یا ہوں وہ آتش یا کہ زائد ہوں
سبھی وہ ایک ہی آئے نظر کثرت کے منظر میں

نہیں ممکن ترے حسن قدم کا وصف ممکن سے
نہ یہ قلت میں ممکن ہے نہ یہ ممکن ہے اکثر میں

ترے جلوے میں ان آنکھوں سے کس کس چیز میں دیکھوں
شجر میں سنگ میں بجلی میں آنکھوں میں گل تر میں

رسول ہاشمی قرشی میں تھا نور احد ظاہر
ابو بکر و عمر میں حضرت عثمان و حیدر میں

وہی ہے نور احد ظاہر ہوا عباس و حمزہ میں
جناب سیدہ میں حضرت شبیر و شبر میں

اسی کا جلوہ تھا طلحہ زبیر و عبد رحمٰن میں
سعید و ابو عبیدہ سعد و عمار و ابو ذر میں

ازل میں جو کہ تھا نور سرلیثی عرش کے نیچے
عرب میں آکے وہ چمکا تیرے بیت منور میں

کیا آباد انہیں تو نے بواد غیر ذی ذرع
دیا رزق انکو اپنے پاس سے اور اپنی ہی گہر میں

عرب کی سرزمیں سے جب سے نکلے انتیں آیں
بڑے آرام سے رہتے تھے جب تک تھے تری گہر میں

نہ میراث پدر باقی نہ علمی شوق کچھہ باقی
سیادت رہگئی لے دیکھے طبع ناز پرور میں

نہ قومی انکا ندوہ ہے نہ یہ مخزن ہیں علموں کے
نہ روحانی ترقی ہے نہ سودا شوق کا سر میں

صفاء قلب کا ہم سے سبق لیتا تھا اک عالم
نہ تہا دہر فلک سے کم ہر اک بچہ تہا جو گہر میں

بدوں سے عضولیں کرتے تھے کیونکہ جانتی ہم تھے
رقیبوں سے گلے ملنا پڑے گا روز محشر میں

یہی اک آرزو باقی ہے عباسی کی ای مولے
رہے زیر لوائے سید ذیجاہ محشر میں

ایک ضروری گذارش احباب ذیل کا سال خریداری اپریل ہی سے ختم ہو ا جولائی وی پی کی بجائے اطلاعیں دیدی گئیں تھیں کہ آپکا سالانہ چندہ ختم ہو رہی کے رسالہ کیساتھہ پھر اطلاع نامے جاری کیے گئے تھے ، اس پر بھی اکثر احباب ہنوز خاموش ہیں ہونکہ قیمت طلب پیکٹوں کا حشر اکا نتیجہ دل شکن ہوتا ہے ، اس لئے آج تیسری مرتبہ پہر التماس ہے کہ حسب ذیل احباب ترسیل زرچندہ سے مشکور فرمائیں ، ورنہ جولائی کا رسالہ وی پی کیا جائے گا اس پر بھی وہ واپس آجائے تو کمال رنج ہوگا - لہذا بہتر ہے کہ جو احباب کسی وجہ سے آیندہ جاری نہ رکھنا چاہیں وہ دو پیسے کے ایثار سے اپنے ارادہ سے مطلع کردیں ، مینجر ،

۶۸۹ جناب نواب سعادت علیخانصاحب ، ۶۹۰ جناب شیخ کرم حسین صاحب ، ۶۹۱ جناب میاں شاہ محمد حسین صاحب - ۶۹۲ جناب سید شاہ دین صاحب - ۶۹۳ جناب منشی اسد بچایا خانصاحب ۶۹۴ جناب سید غلام شاہ صاحب . ۶۹۶ - جناب میر آزاد خانصاحب - ۶۹۸ جناب مولوی شاہ محمد خانصاحب ، ۶۹۹ جناب راجہ تفضل حسین خانصاحب ، ۷۰۱ جناب سردار عبد الحکیم صاحب ، ۷۰۴ جناب پیر عبد الستار شاہ صاحب . ۷۰۵ جناب چودہری محمد حیات صاحب ، ۷۰۶ جناب چودہری کرم الہی صاحب ۷۰۸ جناب سالک اینڈ الیف ایم ناچیز ۷۰۹ ، جناب پیر برکت شاہ صاحب - ۷۱۰ جناب پیر سرور شاہصاحب ، ۷۱۲ جناب بی - ایم - ایچ رجن ،

قریشی ڈائرکٹری

جہاں تک دنیائے معلومہ کی تاریخِ قدیم کا تعلق ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ تحفظ و نگہداشت نسب کا سلسلہ جیسا قریش کا صحیح اور مستند ہے۔ دنیا بھر میں کسی اور قوم یا قبیلہ کا نہیں۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ کہ شرافتِ نسب ہی کی وجہ سے دیگر قبائل کے بالمقابل قریش عرب بھر میں اول درجہ کے معزز و ممتاز قرار دیئے گئے۔ اور یہی وجہ ان کے لقب "قریش" کی ہوئی۔ جس کے معنے قوی سردار اور بزرگ کے ہیں۔

نسب دانی کے علاوہ "تاریخ" میں بھی جو یدِ طولیٰ قریش کو حاصل تھا۔ وہ محتاجِ تشریح نہیں۔ تاریخِ عالم اس بات کی زندہ گواہ ہے۔

مشہور آدمیوں کی سوانح حیات اور حالات کا لکھنا جسکو یونانی میں بیوگرافی اور عربی میں تذکرہ کہتے ہیں بہت پرانا فن ہے چنانچہ یہودیوں کے ہاں بھی قدما کی سرگذشتیں لکھی جاتی تھیں۔ یہودیوں کے بعد پھر یونانیوں اور رومیوں نے اسطرف توجہ کی۔ عیسائیوں کے مذہبی لٹریچر میں بھی ازمنہ ماضیہ کے اولیاء اور شہداء کی سوانح حیات بکثرت ملتی ہیں۔

مسلمانوں نے زمانۂ متوسطہ میں فنِ بیوگرافی کو زیادہ فروغ دیا۔ اگرچہ تذکرہ نویسی کا عام طریقہ یہ رہا کہ حالات محض بطور روایت بیان کئے جاتے۔ درایت کو زیادہ دخل نہ ہوتا۔ البتہ رجالِ حدیث کے حالات جو محدثین نے لکھے۔ ان میں بہت احتیاط برتی گئی۔

البتہ عصرِ حاضر میں [illegible] سے یورپ کے مورخوں نے بیوگرافی کو بہت کچھ ترقی دی۔ یہاں تک کہ اب تاریخ کی طرح بیوگرافی نے بھی فلسفہ کی شکل اختیار کر لی ہے جسمیں مورخانہ تدقیق کی جاتی اور منطقی طور پر واقعات سے نتائج استخراج کئے جاتے ہیں۔

بیوگرافی درحقیقت ان بزرگوں کی ایک لازوال یادگار رہتی ہے۔ جنہوں نے اپنی نمایاں اور سرگرم کوششوں سے دنیا میں کمالات اور نیکیاں پھیلائیں۔ اور جو آئندہ نسلوں کیلئے اپنی مساعی جمیلہ کے عمدہ کارنامے چھوڑ گئے۔

حال میں ہمارے محترم بھائی منیجر صاحب القریش نے قریشی ڈائرکٹری کے نام سے ایک کتاب شائع کئے جانے کی تجویز قوم کے سامنے پیش کی ہے۔ جو باعتبار ضرورت بغایت معقول اور

اور مفید ہے۔ کیونکہ جب تک کسی قوم نے اپنی شاندار روایات کو محفوظ رکھا۔ اور اپنے اسلاف کے عظیم الشان کارناموں کو طاقِ نسیاں کا گلدستہ نہ بنایا۔ وہ زندہ رہی اور کارزارِ زندگی میں بھی کامیاب رہی۔ اور جونہی اس نے اپنی تاریخ سے غفلت برتی اور اپنی روایات کو فراموش کیا۔ زوال وادبار کی نحوست اس پر چھا گئی۔ اور پھر رفتہ رفتہ وہ قوم صفحۂ ہستی ہی سے مٹ گئی۔

ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ اس نکبت وادبار کے لحاظ سے جو ہماری علمی تہیدستیوں اور ذاتی ناقابلیتوں کی وجہ سے اسوقت سرزمینِ ہند میں من حیث القوم ہم پر طاری ہے۔ خاموش اور گمنام ہو کر رہنا اس سے زیادہ اچھا ہے۔ کہ نامور اور جلیل القدر اسلاف سے اپنی نسبت ظاہر کرکے اپنے آپکو ننگِ خاندان ثابت کیا جائے۔ کیونکہ ؎

یوں تو ہم کو کارناموں پر بزرگوں کے ہے ناز
لیکن اپنے میں سلف کا سا کوئی جوہر نہیں

مگر جو لوگ عرب کے علم الانساب سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ قریش اپنے اپنے خاندانی شجرہ کی حفاظت کو تمام قسم کے متاعِ دنیوی سے زیادہ عزیز خیال کرتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ اس علم کو اپنا قومی فخر سمجھتے تھے۔

عرب سے جدا ہوئے اگرچہ ہمیں سینکڑوں برس ہو چکے اور اس عرصہ میں کئی بار کفر پرور زمانہ کے ظالم ہاتھوں سے ہم پیس ڈالے گئے۔ مگر بایں ہمہ اس خصوص میں ہمارے خیالات ابتک وہی ہیں۔ جو عرب سے روانہ ہونے کے وقت ہمارے اسلافِ کرام میں موجود تھے اس لئے ہم حالات نسبی کی حفاظت کو اپنا موروثی خزانہ اور وراثتِ آبائی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اب فقط یہی ایک چیز ہے۔ جو اسلاف کے ورثہ سے ہمارے پاس باقی ہے۔ ؎

کسیکہ محرم بادِ صبا است میداند
کہ باوجودِ خزاں بوئے یاسمن باقیست

جو قومیں دنیوی اور علمی ترقیات کے بعد پستی اور تنزل کے درجہ کو پہونچ جاتی ہیں۔ ان کے لئے یہ ایک تازیانہ ہے۔ جو ان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ اور جب وہ اپنے اکابر و اسلاف کی زندگی کے حالات اور ان کے کمالات سے از سرِ نو واقف ہوتی ہیں۔ تو ان کی غیرت کی رگ حرکت میں آتی اور اپنی کھوئی ہوئی عزت و برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کا ولولہ ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں اکثر ایسے لوگ گذرے ہیں۔ جنہوں نے

نامور آدمیوں کی زندگی کے حالات صرف کتابوں ہی میں پڑھکر اپنے تئیں انسانیت کے اعلےٰ درجہ تک پہونچایا۔ بس قریشی ڈائرکٹری کیا ہوگی؟ قومی حالات کی "تاریخ" اور شخصی حالات کی "بیوگرفی" ہوگی۔ جو زمانہ مستقبل میں آنیوالی نسلوں کیلئے بیش قیمت تاریخی ذخیرہ کا کام دیگی۔ اور ہر فرزند قریش کی حمیت سے اس بات کا مطالبہ کرے گی۔ کہ

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(قاضی نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی از گوجرانوالہ)

۴۸۶

سیف اللہ

حضرت خالد بن ولید کے حالات

(پیوستہ گذشتہ)

شکست نہر و قتل قارن کی خبر سنکر شاہ ایران کا غیظ و غضب اور بڑھ گیا۔ اور ایک لشکر عظیم مشہور جنرل اندر زغر کے زیر کمان روانہ کیا۔ نامی بہادر بہمن جاذویہ کو اندر زغر کا نائب کیا۔ یہ لشکر دلجہ آکر خیمہ زن ہوا۔ خالد نے نہر کو عبور کرکے اس کے مقابل صف آرائی کی۔ اور اپنے لشکر کو تین حصوں میں منقسم کیا۔ ایک حصہ تو اپنے ساتھ لیکر مصروف جنگ ہوئے۔ ایک حصہ کو ایک کوس پیچھے جمایا۔ ایک حصہ ایک خاص کمینگاہ پر متعین کیا۔ جب جنگ شروع ہوئی۔ تو حضرت خالد کے لشکر نے اسطرح پسپا ہونا شروع کیا۔ جیسے بھاگنے والوں کے پاؤں اکھڑتے ہیں۔ ایرانی برابر مسلمانوں کو دبلتے چلے آئے۔ جب کمینگاہ کے قریب پہنچے۔ تو فوج کمین نشستہ نے ایکدم سے حملہ کر دیا۔ ادھر سے نبرا دستہ ٹوٹ پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کثیر التعداد ایرانی تہ تیغ ہوئے۔ اندر زغر مارا گیا۔ گذشتہ لڑائیوں میں چونکہ حیرہ کے باشندے بھی لشکر فارس میں شامل تھے اور انمیں اکثر عیسائی تھے جو قتل ہوئے۔ اس لئے عیسائیوں کو مسلمانوں سے اب خاص پرخاش ہو گئی۔ اور انہوں نے ایک بڑی فوج مرتب کرکے عبد الاسود کو سردار گردان کر لیس پر اجتماع کیا۔ اور شاہ فارس

سے امداد طلب کی۔ شاہ ایران نے مشہور جنرل جابان کو معہ فوج روانہ کیا۔ خالد خبر پاتے ہی لیس پہونچے۔ اور سخت جنگ کے بعد دشمن کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں ایک لاکھ کافر قتل ہوئے اس لئے اس جنگ کا نام نہر الدم مشہور ہوگیا۔ لیس کے مفرورین نے امیشیا میں جاکر مورچہ قایم کیا۔ اگلے روز حضرت خالد نے امیشیا پہونچکر غنیم کو شکست دی۔ ان دونوں لڑائیوں میں مسلمانوں کے ہاتھ اسقدر مال غنیمت آیا تہا۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ ملا تہا۔ یہ جنگ صفر سنہ ۱۲ ہجری میں ختم ہوئی۔ خالد کو خبر پہونچی۔ کہ والی حیرہ نے عہد شکنی کی۔ اور جنگی طیاری میں مصروف ہے۔ ایران سے بہی مدد طلب کی۔ اس لئے خالد نے اسطرف کوچ کیا۔ فرات کے کنارہ مقام بادقلا پر والی خیرہ کا لڑکا معہ ایک فوج گراں کے ملا۔ جو اس لئے بھیجا گیا تہا۔ کہ اگر خالد حیرہ کا رخ کریں۔ تو مزاحم ہوں۔ الغرض ایک سخت جنگ کے بعد ولی عہد حیرہ قتل ہوا۔ اور خالد نشان فتح اڑاتے ہوئے عر یب میں پہونچے۔ جہاں سے حیرہ کے محلات و قلعات کا محاصرہ کرلیا۔ آخر ایک نامور جنرل دیدر نے نکل کر مقابلہ کیا۔ اور شکست کہا کر مارا گیا۔ مجبور ہوکر والی حیرہ نے چند آدمی صلح کیلئے بھیجے۔ ان میں ایک شخص عمر بن عبد المسیح تہا۔ وہ ہاتھ میں ایک شیشی لئے ہوئے۔ خالد نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ یہ زہر ہلاہل ہے۔ خالد نے کہا۔ اسکو کیوں لئے پھرتے ہو۔ اس نے کہا اس لئے اگر مجھکو صلح میں ناکامی ہوئی۔ تو اسکو کہا کر اپنا کام تمام کرلونگا اپنا نامراد چہرہ قوم کو نہ دکہاؤنگا۔ خالد نے کہا۔ ذرا ہم کو دکہلاؤ۔ اس نے وہ شیشی خالد کو دیدی۔ خالد نے یکدم بسم اللہ وباللہ رب الارض والسماء والذی لایضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع البصیر۔ پڑہکر ایکدم سب کہالی اور کہا دیکھو۔ وقت مقررہ سے پہلے کوئی نہیں مرسکتا۔ عمر بن عبد المسیح خالد کی یہ جرأت دیکھکر حیران ہوگیا۔ اور اپنے آدمیوں سے کہا جسطرح ممکن ہو۔ صلح کرلینی چاہئے اور حضرت خالد سے کہا۔ کہ جب تک تمہاری قوم میں تم جیسے موت کو محبوب سمجھنے والے پیدا ہوتے رہیں گے تمہاری قوم جو کچھ چاہے گی۔ وہی ہوگا۔ الغرض ربیع الاول سنہ ۱۲ ہجری میں والی حیرہ سے دو لاکھ نوے ہزار درہم پر صلح ہوگئی۔ نواح حیرہ کے معاملات پر خالد نے ضرار بن الازور دشتی ابن حادث کو مختار کیا۔

اسی مہینہ میں خبر آئی۔ کہ فارس کی فوج اور عرب متفرہ اور عیسائیوں نے انبار میں متفقہ اجتماع کیا ہے۔ خالد بتیس ہزار لشکر لیکر اسطرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہونچکر دیکھا۔ کہ شہر کے گرد ناقابل عبور خندق طیار کی گئی ہے۔ قلعہ تمام آلات جنگ سے آراستہ ہے۔ اجتماع بہی کافی سے زیادہ ہے۔ گورنر انبار شیرزاد فوج لیکر نکلا۔ تمام سپاہی سر تا پا لوہے میں غرق جن پر تلوار اثر نہ کرسکے۔ خالد نے حکم دیا کہ ان کی آنکھوں کو تاک کر تیر مارے جائیں۔ چنانچہ پہلے ہی وار میں کئی ہزار آنکھیں پھوٹیں۔ اسوجہ سے اس جنگ کا نام ذات العیون

رک گیا - اس وجہ سے ایرانی خوف زدہ ہوکر قلعہ میں بند ہوگئے - خالد نے خندق میں ایک مقام پتھر اور سامان ناقابل استعمال ڈالکر قابل عبور کر لیا - اب مسلمانوں نے کمند ڈال ڈال کر فصیل پر چڑھنا شروع کیا - ایرانیوں نے کمال بہادری سے مزاحمت کی - آخر چند مسلمانوں نے اندر پہونچکر دروازہ کہولدیا - اور اسلامی فوج قلعہ میں داخل ہوگئی - مفتوحین کو امان دیگئی - چند روز کے بعد معلوم ہوا - کہ مقام عین التمر میں بہرام چوبین کے بیٹے مہران کی سرکردگی میں ایک اجتماع عظیم ہوا ہے - عجمیوں کے علاوہ عرب کی کثیر تعداد بہی اس کی شریک حال ہے - اور قبائل تمر و تغلب بہی ہمساز ہیں - خالد نے عین التمر کی راہ لی - اور ایک ہولناک جنگ کے بعد فتح حاصل کی - عرب و شام کی درمیانی ریاست دومتہ الجندل حضور علیہ السلام کے عہد سعادت مہد میں ماتحت اسلام ہوچکی تہی - مرتدین کی شورا شوری سے اکیدر والی دومتہ الجندل کو بہی حرارت آئی - اس نے بہی ہاتھ پاؤں نکالے - خلیفہ نے حضرت عیاض بن غنیم کو اس کی سر کوبی پر مامور فرمایا - مگر وہ کچہہ زیادہ کامیابی حاصل نہ کرسکے - آخر خلیفہ نے خالد کو لکہدیا - کہ خالد کا اس نواح میں پہنچنا تہا - کہ کفار میں کھلبلی پڑگئی - ادہر اُدہر بہاگنے لگے - آخر اکیدر و جودی جو بڑے رئیس تہے - قتل ہوئے -

(باقی دارد) (قاضی ظہور الحسن ناظم صدیقی سیوہاروی)

ریویو

جریدہٗ ماہر ، حکیم محمود علی خانصاحب ماہر اکبرآبادی ثم الدہلوی کی ادارت و ملکیت میں اس نام سے ایک ہفتہ وار اخبار دہلی سے جاری ہوا ہے ، تین نمبر ہماری نظر سے گذر چکے ہیں ، جو اخبار کی کامیابی کا بین ثبوت پیش کرتے ہیں ، جناب ماہر سے ہمیں ذاتی تعارف حاصل ہے ، آپ ایک کہنہ مشق ناظم و ناثر ہیں آپ کی تحریر ایک خاص اثر رکہتی ہے ، انداز نہایت دلچسپ ہے ، تمام نوٹس اور خبریں خصوصیت لیڈنگ آرٹیکل بڑی محنت و عرقریزی سے لکہے جاتے ہیں - ہم مولانا ماہر کی محنت و قابلیت کی داد دیتے ہیں ، اور امید کرتے ہیں - کہ جریدہٗ ماہر حضرت ماہر کی مہارت تامہ سے اپنے مخصوص مقاصد میں کامیاب ہوکر ملک و ملت کیلیے مفید ترین اخبار اور بہترین مشیر ثابت ہوگا ، کتابت و طباعت دیدہ زیب ، قیمت سالانہ چار روپیہ ، مینجر جریدہٗ ماہر ، فراش خانہ دہلی سے منگائیے ،

متفرقات

پچھلے دنوں ہمارے کرم فرما اور ادارۂ شمس کے معاون و مربی قاضی عبد العزیز صاحب بٹالوی کے صاحبزادہ کی شادی نہایت دھوم دھام سے ہوئی، ۲۲ مئی کو برات اور ۲۴ کو دعوتِ ولیمہ کی تقریبات بخیر و خوبی سر انجام ہوئیں۔ قاضی صاحب ایک حسّاس بزرگ ہیں۔ آپکا دل قومی درد سے لبریز ہے، آپ اصلاحی امور میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ اس تقریب پر بھی آپ نے پندرہ روپیہ کے گرانقدر عطیّہ سے قومی انجمن کی مالی امداد کر کے اپنی قومی حمیت کا ثبوت دیا۔ فجزاہم اللہ

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی گوجرانوالہ سے اپنے دو رشتہ داروں کی وفات کی حسب ذیل الفاظ میں اطلاع دیتے ہیں،

(۱) عزیزہ غلام فاطمہ زندگی کی ۱۲ منزلیں طے کر چکنے کے بعد ۲۴ مئی کو بعارضہ طاعون رخصت ہو گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون، برادر زادہ مرحوم قاضی منظور حسن سب انسپکٹر پولیس کی یادگی یہ آخری نشانی تھی جو جاتی رہی، خاندان کو جو ناقابل برداشت صدمہ ہوا وہ محتاج بیان نہیں،

آہ آسماں چہ داغ الم بر جگر نہد — یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

---

(۲) عم محترم جناب شیخ نعیم حسین خانصاحب پنشنر ای اے سی وکیل میونسپل کمشنر درمیس گوجرانوالہ ۳۰ مئی کو لمبی علالت کے بعد رہگرائے عالم جاودانی ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، پابندیٔ وضع کے لحاظ سے آپ کا طریق زندگی مخصوص انداز پر رہا۔ آپ خاندان کے معزز و ممتاز بزرگ اور شہر کے ایک نامور رکن تھے، اور بہت سی خوبیوں کے مالک، آپ میرے خسر تھے،

خنک کسیکہ از و سے حدیث خیر کنند — کہ جز حدیث نمے ماند از بنی آدم

نظیر حسین از گوجرانوالہ

قاضی صاحب کو عم محترم اور برادر زادہ مرحوم کی دختر کی وفات سے جو صدمہ ہوا ہے اس کا ہمیں دلی رنج ہے، خدا تعالیٰ مرحومین کو غریق رحمت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، ایڈیٹر۔

خریدار نمبر ۳۴۴۶ نام ظاہر کرنیکی اجازت نہیں) القریش کی مالی کمزوری کا احساس کرتے ہوئے گذشتہ ششماہی میں ۳۵ روپیہ کی گرانقدر رقم عطا فرما چکے ہیں، اور آج پھر آپکی طرف سے پانچ روپے کی رقم موصول ہوئی ہے۔ آپ کے پہلو میں ایک درد مند دل ہے۔ اور قوم کی اس پریشان حالی کو آپ ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے، جالندھر کے زیلیوں کی اصلاح کیلئے آپ والد بزرگوار (خدا انہیں غریق رحمت کرے) نے جو کام کئے وہ کسی شرح و تفصیل کے محتاج نہیں، آپ کے دل میں بھی وہی درد اور وہی جذبہ موجود ہے، قومی ارگن کی آواز بلند کرنے اور اصلاحی خیالات کی تشہیر میں مدد دینا آپ سعادت ابدی سمجھتے ہیں۔ اور اسی بناپر آپ القریش کی بیدریغ مالی امداد کر رہے ہیں، ترسیل رقم کے تواتر اور منی آرڈر فارم کے ایک نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پانچ روپے ماہوار کی امداد کا مستقل طور پر تہیہ کر چکے ہیں، خدائے تبارک و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آمین!

ہم اس رقم میں غیر مستطیع بھائیوں کے نام القریش جاری کر رہے ہیں۔ اس سے ابھی آواز میں ایک گونج اور دوگونہ اثر پیدا ہوگا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ صورت اصلاح جلدہ گر ہوئے بغیر نہ رہیگی۔ القریش کے معاونین میں اگر دس احباب بھی پیدا ہو جائیں تو القریش کی مالی مشکلات کافور ہو سکتی ہے، امید ہے کہ احباب توجہ فرمائیں گے،

پیامِ امین

یہ لاجواب کتاب صدہا انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے، جو مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم کے متعلق علمائے مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ دماغ کیا رائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی مجلدات دنیا میں کن ذرائع سے اور کیونکر پھیلیں۔ ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیامِ امین کے اوراق دے سکتے ہیں، انیس سو کے قریب دنیا کے غیر مسلم ناموروں، مصنفوں اور صاحب نظر لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان و معنی خیز و بصیرت افزا کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اگر آپ نے ابتک کتاب اللہ کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپکو نعوذ باللہ قرآن کی صداقت میں کچھ شبہ ہے تو پیامِ امین کا مطالعہ فرمائیے، یقیناً آپکا دل قرآنی عظمتوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتاب مبین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلام الٰہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب نے لامذہبیت کے فتنے کو رد کر دیا ہے، واعظین اور علمائے ادب منطقی طبع کے خضرات، جدید تعلیم پذیرفتہ نوجوان لڑکوں۔ لڑکیوں اور مستورات کے لئے پیامِ امین کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ یہ کتاب کفر و الحاد لامذہبی و بے راہ روی کے خیالات دور کر کے دل و دماغ میں آلٰہی نور اور قرآن و اسلام کی عظمت کا ایک پائیدار احساس پیدا کرتی ہے اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ اعلیٰحضرت حضور نظام نے اسے اپنی ممالک محروسہ کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی۔ پشتو۔ ملیالم زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ کاغذ کتابت، طباعت نہایت اعلیٰ۔ قیمت علاوہ محصول ایک روپیہ (عہ)

حقیقۃ السیادۃ الہاشمیۃ مصنفہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی جس میں ایک نامہ نگار اخبار اثنا عشری کے مضمون "تسید" کی تنقید کرتے ہوئے سادات بنی ہاشم کی سیادت کا ثبوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آل عباس آل علی آل جعفر آل عقیل یہ سب سادات ہیں اور شریف و سید کے لقب سے حضور سرور عالم کے زمانہ سے ابتک ملقب رہے ہیں، کتاب نہایت دلچسپ، کتابت و طباعت دیدہ زیب، قیمت علاوہ محصول آٹھ آنہ (۸؍) **مینجر القریش امرتسر** سے طلب کیجئے،

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۷۸

الفرش رسول نمبر

الفرش کا یہ خاص نمبر خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا تھا

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی شرح و بسط سے نظم و نثر میں دیے گئے ہیں، مضامین ملک کے مشہور ادیب اور انشاپردازوں کے لکھے ہوئے ہیں، جو نہایت دلچسپ ہیں، آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تواریخ میں ملتے ہیں، لیکن رسول نمبر کا انداز تحریر جداگانہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنے ۱ ۴ر ۱

الفرش صدیق نمبر

سیدنا عبداللہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے فضائل، اخلاق و ایثار، و لطف کا وہ جامع الاوصاف مجموعہ، جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل، زہد و تقویٰ، عصمت و عفاف، احسان و کرم، حلم و عفو، عزم و ثبات، ایثار و لطف، اور غیرت و استغنا کا سبق حاصل ہوتا ہے،

منثور و منظوم مضامین ان چوٹی کے انشاپردازوں کے ہیں، جو عہد حاضر میں سند اہل قلم تو رخ مانے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنہ،

المشتہر

منیجر رسالہ الفرش امرتسر (پنجاب)

اللہ اکبر

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

القریش
امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ——————— فی پرچہ چار آنہ

آفتابی پریس امرتسر میں باہتمام مولنا محمد عبداللہ صاحب منہاس پرنٹر قریشی محمد علی رونق پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا ؏

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی، کا سبق دینے اور رسومات قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ "القریش" کی آواز بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

(۱) **قلمی اعانت** بہ اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل سے جو مجوزہ مقاصد کے موافق ہوں

(۲) **ترقی اشاعت** (حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار دیکر) سے

(۳) **القریش** کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر، کہ اسی میں پریشاں قوم کی شیرازہ بندی کا راز مضمر ہے۔

نیاز مند

مینجر

فہرست مضامین

جلد (۲) | القریش امرتسر ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء | نمبر (۷)

نعت

کچھ کم نہیں ہے حج سے زیارت رسولؐ کی

(از جناب مولٰنا نامی کوہ سوار نظامی دکنی)

کیونکر نہ کام آئے حمایت رسولؐ کی — برحق ہے روز حشر شفاعت رسولؐ کی

میدان بدر میں جو لیا خنجر ملال — مانا عدو نے دل سے شجاعت رسول کی

ہر بچہ بچہ کہنے لگا آپ کو امیں — مشہور اس طرح تھی امانت رسول کی

صدیق نے جو غار حرا میں دیا تھا ساتھ — مقصود دل تھی صرف رفاقت رسول کی

سب کے برابر آپ بھی کرتے تھے کام کاج — سب دیکھتے تھے روز یہ حالت رسول کی

الفقر و فخری قول رسالتمآب تھا — عجز و غنا رہے ہیں وجاہت رسولؐ کی

مکے میں اور مدینے میں کیا فرق ہو سکے — کچھ کم نہیں ہے حج سے زیارت رسول کی

اپنوں کے ظلم غیر کے جور و جفا سہے — اللہ رے صبر حلم متانت رسول کی

جرم و گناہ سے نہیں نامی کو کچھ ہراس
برحق ہے روز حشر شفاعت رسول کی

کیا آوان قریشی ہیں؟

اس موضوع پر جون ۲۳ء کے القریش میں مولانا فرحتی کا ایک محققانہ مضمون شایع ہو چکا ہے، آوان برادری کے اس دعوی کی تجدید اور رسالہ اعوان کے اجرا پر قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے مزید تحقیق کے لئے القریش کی گذشتہ کسی اشاعت میں ایک مراسلت شائع کرائی تھی، یہ مراسلت اور وہ مضمون اور ایک ناتسلی بخش سا جواب برسالہ اعوان کی تازہ اشاعت میں شائع ہوئے ہیں، مولانا فرحتی مدظلہ کا ایک طویل مضمون اسکے متعلق ہمیں موصول ہو چکا ہے، مگر ہمیں اس کی اشاعت میں کچھ تامل ہے، آئندہ اشاعت تک ناظرین انتظار کریں

رعایتی اعلان

پچاس پرچے نصف قیمت میں

الفرقیش کے پچاس پرچے نصف قیمت میں ایک سال کیلئے ایسے احباب کے نام جاری کرنے مقصود ہیں، جو علمی ذوق رکھنے کے علاوہ قومی درد بھی رکھتے ہوں، توسیع اشاعت میں معتد بہ حصہ لے سکیں، ہمارے مقاصد کی تشہیر میں ہماری مدد کریں، الفرقیش کی آواز افراد قوم تک پہنچانے کی کوشش کریں،

اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے زبانی اقرار ہی نہو، بلکہ سال بھر ایفائے عہد کا عملی ثبوت پیش کرتے رہیں، اس رعایت کے مستحق وہی احباب ہو سکتے ہیں، جو پچاس روپے ماہوار سے زیادہ آمدن نہ رکھتے ہوں، صاحب ثروت احباب غیر مستطیع بھائیوں کی حق تلفی کی کوشش نہ کریں،

زرچندہ یعنی ۱۲؍ درخواست کے ساتھ ہی بذریعہ منی آرڈر بھیج دینا چاہیئے، اس رقم میں وی پی نہ کیا جائے گا۔

اس رعایت سے ۱۰ اگست تک فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے،

المعلن

منیجر رسالہ الفرقیش

امرتسر

نوٹ:۔

خریدار نمبر ۶۴۳ کی طرف سے چونکہ مبلغ للعہ مالی ہوئی ہے، اس لئے یہ رعایت ان کیطرف سے متصور ہوگی، منیجر،

٦
جولائی سنہ ۱۹۲۶ء — اللہ اکبر — جلد ۱ نمبر ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

داستان ریف

یورپ اور ہسپانیہ کی للچائی ہوئی نظریں ایک مدت سے مراکش کے وسیع علاقہ ریف پر لگی ہوئی تھیں، دار و گیر کی سلسلہ جنبانیاں اہل ریف کے لئے گوناگوں حوادث کا پیش خیمہ بنی رہتیں، آخر سنہ ۱۹۲۰ء میں کشتگان جوع الارض آشوب حوادث بن کے ٹوٹے اور سرزمین ریف کو تہ و بالا کر گئے،

ریعنی عرب جن کا کامل آٹھ سو سال تک علم حکمرانی سرزمین ریف پر شان و شوکت کے ساتھ لہراتا رہا بدست و پا کر ہو کے رہ گئے اور ہسپانوی عیسائیوں کے ہاتھوں جلا وطنی پر مجبور ہو کر اپنے زاد بوم کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے چل کھڑے ہوئے، اندلس عربی قبائل سے خالی ہو گیا۔ مگر قرطبہ کے کھنڈر ان کی تہذیب و شائستگی کی یاد تازہ کرنے کیلئے موجود رہے جو اسی شان میں باقی ہیں،

غریب الوطن عربی قبائل اس ویرانی و سراسیمگی میں مراکش ہی کے ایک حصہ میں آباد گزیں ہوئے اور وہیں انہوں نے اپنا وطن قرار دیا۔ عرب چونکہ ابتدائے آفرینش ہی سے آزادی کے دلدادہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے جدید وطن میں اپنی آزادی کے لئے آزادانہ کوشش شروع کر دیں، اہل ہسپانیہ چونکہ عربوں کی آزادی اپنے مفاد کے منافی خیال کرتے

تھے۔ اس لئے انہوں نے یہاں بھی انہیں چین نہ لینے دیا۔

دستِ تعدّی جب حد سے تجاوز کرنے پہ آتا ہے تو قدرت کاملہ اپنے پنجۂ آہنی سے اس کی طاقت سلب کرلیتی ہے اسپانیہ کی دراز دستیاں جب عربی قبائل پر حد سے بڑھ گئیں تو ان کے مظالم کے انسداد اور روک تھام کیلئے غیرتِ خداوندی جوش میں آئی اور عربوں کے کمزور و ناتواں بازوؤں میں قوت دیدی۔

مجاہد اعظم غازی محمد ابن عبدالکریم کی ولولہ انگیز تقریروں نے عربوں کا خون گرما دیا تھا۔ اس لئے ان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ انتقامی جذبات ہسپانوی ظالموں کے خلاف بھڑک چکے تھے، ذلت و رسوائی کی زندگی پر وہ موت کو ترجیح دے چکے تھے۔ ۱۲ جولائی ۱۹۲۱ء میں غازی ممدوح کے زیر کمان اللہ کا نام لیکر اپنی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے کے لئے متفقہ طور پر وہ اٹھ کھڑے ہوئے، چنانچہ ایک فیصلہ کن معرکہ ہوا جسمیں دلیر اور شجاع غازی نے جو اپنے پاس توپ و تلوار اور سامانِ حرب نہ رکھتا تھا مٹھی بھر عرب مجاہدوں کی جمعیت کو لیکر وہ جوہرِ شجاعت دکھائے کہ مغرور جہنمی سرشتہ کہ طاقتوں کو ملیامیٹ کر دیا۔ قوتِ ایمانی کو آلاتِ حرب قرار دیکر محض اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ دشمن کا منہ توڑ دیا۔ اس کی توپیں اور بندوقیں، ہوائی جہاز اور زہریلی گیسیں سب بیکار کر دیں، اور دنیا کو دکھا دیا۔ کہ صرف ایمان کی تیغِ آبدار سے غاصب اور روباہ طینت حریفوں کو خاک و خون میں یوں ملایا جاتا ہے۔

غازی ممدوح گو شاہی خاندان سے نسبت نہ رکھتے تھے، لیکن ان کے دل میں غیرت و حمیتِ اسلامی اور شوکت و صداقت ایمانی کے مثیل جوہر موجود ہیں،

یہ وہ شخصیت تھی جس نے اللہ اکبر کی تکبیروں سے افریقہ کے پہاڑوں میں آزادی کی گونج پیدا کر دی جس نے اپنے آزاد کوہستان کی ایک ایک چٹان کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے پہاڑوں سے زیادہ استحکام و استقلال دکھایا۔ اپنی جد و جہد میں کامیاب ہوئے، مقصد کو پایا، قوم کو آزادی دلائی، رلیف کے حکمران ہوئے اور دنیا پر ثابت کر دیا۔ کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والے اب بھی وہ کام کر سکتے ہیں۔ جو قرونِ اولیٰ کے مجاہد کر سکتے تھے،

آپ ایک غیر معمولی شخصیت کے آدمی ہیں، شجاعت و مردانگی، استقلال و ثابت

بلندی کے علاوہ روشن ضمیری اور حلم و بردباری کی خداداد نعمتوں سے مالا مال۔ آپ کا شمار ان بڑے بڑے رہنماؤں میں ہے، جنکی تربیت و رہنمائی کا فرض فطرت نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے، اور جو محض اسی لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔ کہ قوموں کے مستقبل کا راستہ صاف کریں اور دنیا کی تاریخ میں اپنے کارناموں کی یادگار آئندہ نسلوں کی رہنمائی کے لئے باقی چھوڑ جائیں،

اگرچہ آپ سلطان ابن سلطان نہ تھے، لیکن ریف کے انتظامات میں آپ نے اس قدر دانش و بینش سے کام لیا کہ اہل ریف کو انہیں اپنا سلطان تسلیم کرنا پڑا، پانچ چھ سال تک آپ نے نہایت شان و تجمل کے ساتھ ریف پر حکمرانی کی، آپ کے عہد فرمانروائی میں ریف کی کایا پلٹ ہو گئی، نصفت شعاری اور حق پژوہی میں آپ بہترین سلطان ثابت ہوئے، آپ ہمیشہ سپاہیانہ زندگی کو ترجیح دیتے رہے، ملک کی حفاظت اور رعایا کی نگہداشت کے لیئے گو آپ نے انتہائی بے سروسامانی کے باوجود دشمنانِ آزادی سے شیرانہ و رستمانہ جنگ جاری رکھا۔ اور گذشتہ دو سال میں سترہ لاکھ فرانسیسی سپاہیوں کو واصل جہنم کیا، لیکن ایک بے سروسامان مجاہد جو دنیوی امداد سے ہر طرح محروم ہو دنیا کے آخری سرے پر کب تک تاب مقابلہ لا سکتا تھا۔ ان خون خوار حریفوں کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا اور آخر مجبور ہو گیا۔

دنیا کو معلوم ہے کہ ریف کے قلیل التعداد آزاد قبائل صرف اس حق کے لئے چھ سال تک مصروفِ پیکار رہے جو بحیثیت انسان ہونیکے انکو حاصل تھا۔ وہ آزاد تھے آزادی کے خواہاں تھے، انہوں نے آزادی پر اپنی جانیں اور مال نثار کر دئے،

آج کہاں ہیں یورپ کے علمبردارانِ تہذیب و آزادی، کہاں ہیں جمعیتِ اقوام۔ جو مساوات، حقوق، اور آزادی آزادی پکارا کرتی ہیں؟ وہ سلطنتیں کیوں چپ ہیں، جو یونان کے ترکوں سے مغلوب ہو جانے پر چیخ اٹھی تھیں! اور پیٹ پکڑے پھرتی تھیں اور جو سرویہ کی بربادی پر نوحہ کناں تھیں، وہ امریکی دیوتا قبر کے پردے میں کیوں جا چھپا جو ہر قوم کی آزادی کا حق دلوانے کے آسمانوں سے اترا تھا۔

کیا یہ آزادی محض یورپین اقوام کے لئے ہے اور کیا افریقہ کے عرب محض غلامی کے لئے پیدا ہوتے ہیں؟ آج یورپ کے خداوندانِ آزادی میٹھی نیند سو گئے ہیں، سو جانے

دو، ہمیں انکی پرواہ نہیں ہمیں یقین ہے کہ وہ نورانی آگ جو مراکش کے عرب خون میں بیدار ہوگئی ہے، کبھی نہ سوئیگی، ہمیں غازی عبد الکریم جیسی شخصیت کے مغلوب ہو جانے رنج ضرور پہنچا ہے لیکن ہم مایوس نہیں، ہم مسلمان ہیں اور کبھی مایوس نہ ہونگے، ہمیں ستر، پچہتر سال بیشتر کا وہ مجاہد ابھی تک یاد ہے، جس کا نام امیر عبد القادر الجزائری تھا۔ جس نے اسی طرح فرانس کے دانت کھٹے کئے تھے، اور جس کو فرانس کی شیطانی مکاریوں نے اسی طرح مغلوب کر لیا تھا۔ اس وقت کون جانتا تھا۔ کہ آزاد افریقیہ کی اس خاکستر افسردہ میں ابھی کوئی ایسی چنگاری باقی ہے جو بھڑکیگی، اور غاصب ہسپانیہ و فرانس کے بڑھے ہوئے دامانِ طمع کو جلا کر خاک کر دیگی،

اسی طرح یہ کون جانتا ہو کہ کیا ہونیوالا ہو، دشمن ریف پر غاصبانہ قبضہ کرلیں، وہاں کی مٹھی بہر آزادی کو انکی آبادی سے محروم کر دیں، مگر یاد رکھیں کہ آزادی کی روح کبھی کچلی نہ جائیگی، آج ہم سن رہے ہیں کہ غازی اعظم مغلوب ہوکر گرفتار ہوگیا ہے، کل ہی ہم یہ سنیں گے کہ وہ آزاد اور با اقبال ہے، وہ نہیں تو اس کا کوئی دوسرا بہادر بھائی اُٹھے گا اور ہسپانیہ و فرانس کبھی مسلمانوں کی زمینوں کو غصب کر نہیں کامیاب نہ ہوسکیں گے، اللہ غیب سے اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد،

اسوۂ حسنۂ یوسف علیہ السلام

واقعات قدیمہ کی تطبیق زمانۂ مابعد سے

باری تعالیٰ قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر انبیائے سابقین کے واقعات حیات بیان فرماتا ہے، ان کے حوادث زندگی کا ذکر کرتا ہے،

غور کرو کیا واقعات اپنے اندر کوئی کشش و جاذبہ نہیں رکھتے،

کیا ہمارے لئے ان میں کوئی درس عبرت موجود نہیں،

کیا تم ان کو محض افسانہائے پیشینیں ہی کہو گے اور کیا تمہارے نزدیک انکی عزت و توقیر اساطیر الاولین سے زیادہ نہ ہوگی،

آؤ، تھوڑی دیر کے واسطے اس رشد و ہدایت کی کتاب مبین میں عمیق فکر سے کام لیں؛ قرآن کوئی تاریخی کتاب نہیں جو تمکو اقوام سابقہ کے حالات بتائیگی، حقیقت میں نظر اور نکتہ رس فہم سے کام لو، نظم ترتیب اور ربط آیات کو ملحوظ رکھو،

یہی قصص و حکایات ہیں جن میں تمکو گذشتہ قوموں کے عروج و زوال اور ترقی تنزل کے علل و اسباب معلوم ہونگے،

انہیں میں تمکو تہذیب و اخلاق اور تدبیر منزل کے اصول و ضوابط نظر آئیں گے، یہی واقعات و حوادث، صلاح و فلاح جہانداری و خلافت کبریٰ کی تنظیم و تشکیل کے آئین و قوانین سکھائیں گے، یرید اللہ لیبین لکم و یہدیکم سنن الذین من قبلکم، خدائے علیم و خبیر کا یہ مقصد ہے کہ جو لوگ تم سے پہلے گذرے ہیں، ان کے طریقے تم سے صاف صاف اور کھولکر بیان کر دے، اور تمکو ان کے طریقے پر چلائے، فاقصص القصص لعلھم یتفکرون ان سے واقعات و حالات بیان کرو، تاکہ یہ لوگ غور و فکر سے کام لیں،

مسلم قانت کی ہستی کے تمام شعبوں کے لئے اگر کسی امام مبین، ہادی و مرشد اور داعی الی اللہ کی ضرورت و احتیاج ہے، تو اس کے لئے قرآن حکیم کفیل و ذمہ دار ہے،

ہم نے ایک زمانہ سے جو درجہ قرآن کریم کو دیا ہے وہ ہماری عملی زندگی سے بالکل ظاہر ہے، ہمنے اپنی تمام سعی و کوشش اور جہاد فی سبیل اللہ کو چند نوافل و عبادات زوائد میں محصور کر رکھا ہے،

انہیں نوافل و عبادات زوائد پر دین و ایمان کا انحصار مانا ہے اور وہی عمود مذہب و ملت شمار کئے جاتے ہیں، حالانکہ اور بھی فرائض تھے، جن پر ملت قدیمہ اسلامیہ کی اساس و بنیاد تھی، اور بعض امور تو ایسے ہیں کہ منافقین و ملحدین ان کا نام زبان پر لانا بھی کفر خیال کرتے ہیں،

سورۂ بقر ایک نہایت ہی طویل ترین سورۂ قرآنی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عموماً یہ قاعدہ تھا کہ آپ اس صحابی کو حاکم شہر یا امیر فتوح اسلامی مقرر فرماتے جس کو سورۂ بقر یاد ہوتی،

آثار سے ثابت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سورۂ مبارکہ کے مطالعہ میں دس یا بارہ سال صرف کئے اور آخر کار اپنی مسرت و شادکامی کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ایک اونٹ ذبح کر کے مسلمانوں کی دعوت کی،

ان باتوں کو گوشۂ دل میں جگہ دو، پھر خلافت فاروقی پر ایک غائر اور دوربین نظر ڈالو تمکو خود بخود حال معلوم ہو جائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے مختلف مدارج کیواسطے قرآن ایک فطری قانون ہے، جو تہذیب اخلاق سے شروع ہوتا ہے تاکہ تمام اعمال حسنہ اور فضائل کی بنیاد مضبوط اور ٹھوس چٹان (اخلاق) پر ہو،

تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کے مباحث اصولی طور پر ذکر کرنے کے بعد قرآن خلافت کبریٰ کے آئین و قوانین پر مقنن اعظم کے نقطۂ نظر سے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بحث کرتا ہے،

یہی وہ خلافت و نیابت الٰہی ہے، جو ہر مسلم ہستی کا دنیا میں منتہائے کمال ہے، جبکہ وہ جاجلہ کفر و شیطنت کی غلامی کا جوا گردن سے اتار چکا ہو اور اپنی جبین نیاز صرف حضرت ربوبیت کے آستان جلال و کبریائی پر رکھتا ہو،

قرآن حکیم میں جس قدر قصص و حکایات ہیں، ان میں سے ایک ایک واقعہ معرفت و انابت الی اللہ کا ایک ایک مستقل درس ہے،

محض تنبیہ و ایقاظ کی غرض سے ہم اس سلسلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ زندگی کو لیتے ہیں، اور انکی حیات طیبہ کے صرف اسی قدر حصہ پر اپنی بحث کو محدود رکھنا چاہتے ہیں جس قدر قرآن میں مذکور ہے،

اسرائیلی روایات سے نہ ہمیں کوئی سروکار ہے اور نہ وہ مسلمانوں کے مفید مطلب ہمارا خیال ہے کہ ایسا کوئی تعلیمیافتہ مسلمان نہیں جسکو حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی معلوم نہ ہوں، اس لئے ان کے ذکر کو ہم نظرانداز کرتے ہوئے صرف چند تلمیحات و اشارات اور ضروری و اہم نتائج ذکر کر دیتے ہیں،

حضرت یوسف علیہ السلام کے ضروری اور صحیح حالات ایک ہی سورہ میں بیان ہوئے ہیں اور اور خدائے عالم الخفایا نے اس تمام قصہ و حکایت کو احسن القصص سے موسوم فرمایا ہے

نحن نقص علیک احسن القصص ضرورت ہے غور و فکر کرنے کی کہ اس کو بہترین قصہ جناب باری عزاسمہٗ نے کیوں فرمایا۔

دیکھو اس سورۂ مبارکہ کا نزول اس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رونق افروز تھے،

مسلمانوں کا کوئی ہم خیال نہ تھا اس لئے وہ غریب تھے، انکی جمعیت کم تھی دشمنان ملتِ بیضا کا سوادِ اعظم تھا۔

حق و صداقت کے دبانے کے لئے دولت اجتماع، سازش اور رئیسانہ و امیرانہ اقتدار تمام قوتیں مصروف کار تھیں،

صحابہ کبار رضی اللہ عنہم تکلیف و مصیبت کی زندگی بسر کرتے تھے، تبلیغ اسلام و نشر حق کے لئے قربانیاں کرنی پڑتی تھیں،

غور کرو ان مسلمانوں کے قلوب میں کس قسم کے خیالات گذرتے ہونگے،

وہ کامیابی و کامرانی کے آرزومند تھے،

وہ جہاد فی سبیل اللہ کے شیدائی و فدائی تھے،

وہ حق کو بلند و برتر دیکھنا چاہتے تھے،

اس لئے وہ اکثر دربار رسالت میں حاضر ہوتے، اسلام اور مسلمانوں کی آئندہ ترقی و حکومت کے متعلق دریافت کرتے کیونکہ اسلام اور حکومت درحقیقت ایک ہی چیز ہے،

جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے، صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور اسمیں ایک قطرہ کی بھی گنجائش باقی نہ رہی، تو خداوند علیم و خبیر نے سورۂ یوسف نازل فرمائی، اور اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا لقد کان فی یوسف واخوتہ آیٰت للسائلین، یعنے یوسف اور اس کے بھائیوں کے واقعے میں مستفسرین کے لئے نشانیاں ہیں،

دور بین نظروں نے فوراً دیکھ لیا۔ کہ کامیابی ممکن نہیں، جب تک حضرت یوسف علیہ السلام کیطرح وطن کو خیرباد نہ کہیں گے، اہل و عیال عزیز و اقربا و متاع زندگی پر ہجرت الی اللہ کو ترجیح نہ دینگے۔ حامیان حق و صداقت کے لئے ابتدائے آفرینش سے یہی سنت اللہ جاری ہے، داعیان الٰہی کو جب دکھائی دیا کہ تمام قوم ملک اور حکومت ان کے مقصد وحید کے مخالف ہے، انہوں نے ہجرت کو پسند کیا۔ انجام کار نیرنگ ساز ازل نے ان مہاجرین کو

اپنی کمال رافت و رحمت میں ڈھانپ لیا۔ اور ان کو اعدائے دین اور دشمنانِ ملت کے سامنے
مظفر و منصور کر کے بامراد و شاد کام فرمایا۔

انہوں نے وہ دیکھا جو خدا نے ان کو دکھایا۔

انہوں نے ہجرتِ وطن و مفارقت احباب کو اختیار کیا۔

وہ سمجھ گئے کہ یوسف و برادرانِ یوسف کا قصہ حقیقت میں ہمارے سوالوں کا مکمل و مفصل
جواب ہے'

(مولانا) عبدالحی (صاحب)

حرمِ رسول اللہ

دیکھیئے انجام کیا ہو مومنِ صورت پرست
شیخ صنعاں کیطرح سوئے کلیسا جاتا ہے

جس طرح مکہ شریف حرم الٰہی کہلاتا ہے اسی طرح مسلمانوں کے اعتقاد میں مدینہ شریف
حرم رسول اللہ ہے، اکثر علمائے اسلام کا یہ مذہب ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم
مقدس قبر شریف کے اندر جس زمین سے مس ہے، وہ زمین کعبہ سے عرش سے کرسی سے
ہے، اس لئے مدینہ ہمارا دین و ایمان اور دین و ایمان کی جان ہے، جس قوم کو خدا اقبال
مند کرتا ہے اسے سب شوق رہتا ہے، وہ سیاح بھی ہو جاتی ہے، وہ علم و لیاقت بھی رکھتی
ہے، وہ جاہ و حشمت بھی رکھتی ہے، اس کی بزم غیرت خلد بریں ہوتی ہے، اس کی رزم
رزم رستم و گرگیں ہوتی ہے، میں کہتا ہوں کہ ایسی خوش نصیب قوم دنیا کے پردہ پر سوائے
یورپین قوم کے کوئی نہیں ہے، اس قوم کا مذہب عیسائی ہے اور اس قوم کی اسلام سے اگرچہ
ناآشنائی ہے مگر اس پر بھی اس قوم کے عاقل و فرزانہ بھیس بدل بدل کر مکہ شریف پہنچتے
ہیں اور حج کے ہجوم کو دیکھتے ہیں اور مسلمانوں کے جوش کو جانچتے ہیں، کہ ان ہو کے پہاڑوں
اور اوجاڑ کے میدانوں سے انہیں کس قدر لگاؤ ہے، پھر مدینہ شریف پہنچتے ہیں اور پیغمبرؐ
کے آستانہ پر نظر ڈالتے ہیں، کیونکہ دانش مندوں کی رائے میں ایک ایسا شخص جو بالکل

ان پڑھ ہو، جو چالیس برس تک بکریاں چرائے جو مفلس کنگال ہو، جو خاک پر سوتا رہا ہو، جس نے
فاقے کئے ہوں، جس کا کوئی حامی نہ بنا ہو، وہ نبوت کا دعویٰ کرے، وہ توریت انجیل جیسی کتاب
بلکہ اس سے بڑھ کر لے آئے، جس کی حکمت جس کا فلسفہ ارسطو کی حکمت اور افلاطون کے
فلسفہ سے بڑھ چڑھ کر ہو، جس کا دنیا میں ڈنکا بجے، اگر وہ جیتا دیکھنے کو نہ مل سکے، تو جس
مٹی کے اندر وہ پڑا سو رہا ہے اس مٹی کے ڈھیر کو دیکھنا بھی ایک سبق دیتا ہے، اور ایک سبق دیگا
واسطے بہرحال، ہم مسلمانوں کیلئے مدینہ شریف کی زیارت کا قرآن حدیث سے کوئی جواز کا فتوےٰ
بر ہی نہیں سکتا۔ نعوذ باللہ من ذالک، بانی اسلام خود فرماتے ہیں من زار قبری بعد موتی
وجبت له شفاعتی وہ فرماتے، من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی
مگر مسلمان کہدیں، یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ اگر ہم سچ سچ عاشق رسول اللہ ہیں تو ہمیں معلوم
ہو جائے کہ مدینہ طیبہ کے نام طابہ طیبہ طیبہ طائبہ محبہ حبیبہ محبوبہ
بہت سے نام ہیں، جو اس کی بزرگی اور اس کی بڑائی اور اس کی شان پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک
روز ایک صحابی نے سفر سے پلٹتے ہوئے دیکھا کہ مدینہ شریف کیطرف سے جو غبار آرہا ہے۔ اسے حضور
والا چہرہ مبارک پر مل لیتے ہیں اور فرماتے ہیں غبار المدینہ شفاء لکل داء یعنی پہنچتے ہو اس سر
زمین کی مٹی سے ایک خوشبو کہ دل آویز آتی ہے، جو مشک و عنبر کی بو سے نرالی ہوتی ہے، بخاری
شریف میں ایک حدیث آئی ہے، حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ عَلَى لِسَانِي یعنی میری زبان
کے کہنے سے مدینہ کی دونوں طرف پتھریلی زمین کے اندر درخت کاٹنا شکار کرنا حرام ہو گیا۔ تمام
محدثین حدیث کے اس معنی پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ جس طرح مکہ معظمہ حرم ہے اور اس کی حدود
میں درخت کاٹنے، شکار کھیلنے کی ممانعت اور حرمت ہے، اسی طرح مدینہ شریف کی حدود میں یہ
کام بے ادبی میں داخل ہیں کیونکہ مکہ مدینہ میں کچھ فرق نہیں ہے، مکہ جن چیزوں کیوجہ سے واجب التعظیم
ہے، وہ اس معرفت کی نظر میں محمد الرسول اللہ کے بزرگوں اور دادا پردادا کی یادگاریں ہیں۔ کعبہ
کیا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا گھر ہے، حجر اسود کیا ہے، آدم علیہ السلام کی نشانی ایک پتھر
ہے، مقام ابراہیم کیا ہے، محمد الرسول اللہ کے دادا جان ابراہیم علیہ السلام کے نماز پڑھنے کی ایک
سل ہے، چاہ زمزم کیا ہے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام محمد الرسول اللہ کے چھوٹے دادا کے پانی
پینے کا کنواں ہے، صفا مروہ کیا ہے، بی ہاجرہ کے چلنے پھرنے اور ان کے ننھے سے بیٹے کی یاد
گھبرائے ہوئے پھرنے کی دو پہاڑیاں ہیں، ہاجرہ کون محمد الرسول اللہ کی دادی اماں، چونکہ اللہ

تعالیٰ کو اس خاندان کی عورتوں کی بڑائی اور عظمت مخلوق کو جتانی منظور تھی۔ اس لئے فرمادیا
کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ در عرفات کیا ہے، بی حوا اور آدم علیہ السلام کے ملاقات
کی پہاڑیاں۔ ان وجوہ کے سوا اور کیا اسباب مکہ کی بڑائی ہیں، ورنہ اللہ الصمد عرفات کی چوٹیوں
پر یا کعبہ کے مکان میں کالا بالا پوش اوڑھے بیٹھا نہیں رہتا ہے، اس کی ذات ذات مطلق ہے،
نہ مقید وہ مکان اور زمان سے پاک ہے۔ کعبہ کی طرف جو مسلمان سجدہ کرتے ہیں وہ ابراہیم
کی یادگار کی عظمت اور ادب کی تعلیم ہے، ورنہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ جدھر تمہارا منہ ہوگا
ادھر ہی اللہ کا منہ بھی ہوگا۔ تماشہ کی بات ہے کہ محمد الرسول اللہ کے باپ دادا کی یادگاروں کی تو
مسلمان خیر منائیں، مگر محمد الرسول اللہ جن کے آگے آدم اور نوح، ابراہیم اور اسمٰعیل، موسیٰ اور
عیسیٰ نے سر تسلیم جھکایا ہے، جو رتبہ میں اپنے باپ دادا سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ ان کی خوابگاہ
کا نام سنکر منہ بنائیں، دانا اور ذی شعور دلی اور قطب صاحب کی لاٹ، پرتھی راج کا بُت
خانہ، پرانا قلعہ، لال قلعہ، تاج گنج دیکھنے کو سمندر کی مصیبتیں جھیلکر، ریل کی تکلیفیں سہ کر
ہزاروں روپیہ صرف کرکے ہندوستان آئیں، اور مسلمان جنہیں مدینہ دیکھنا واجب تھا۔ کبھی
وہاں جاکر نہ جھانکیں اور اگر کوئی مسلمان ان سے کچھ کہے سنے۔ تو فرمائیں، مدینہ جانا جائز نہیں، زیارت
رسول اللہ مناسب نہیں، حضور نے خود فرمایا لا تشد الرحال مگر جب آپکا مقدمہ ہائی کورٹ
الہ آباد، یا ہائی کورٹ کلکتہ یا لاہور میں ہو تو شد الرحال فرمائیں اور الدنیا جیفۃ مطالبہا
کلاب کو مطالعہ فرمائیں، بیرسٹری اور کیمبرج یونیورسٹی کی سند حاصل کرنے کیلئے لندن جانا حلال
ہو اور لا تشد الرحال سے مستثنیٰ ہو جائے اگر لا تشد الرحال کے یہی معنی ہیں۔ تو ان لوگوں نے اسلام
کی تعلیم کو ایسی ناقص چیز بنا دیا جس میں سیر و سفر ناروا ہو جائیگا۔ اور مسلمانوں کو اپنے گاؤں شہر
اور قصبوں سے نکلنا دشوار ہو جائیگا۔ اب سے تیرہ سو برس گذرے ہیں۔ کہ علمائے اسلام بخارا و
سمرقند، فرغانہ و ہرات، ہندوستان و افریقہ سے چل کر مدینہ شریف حاضر ہوئے، انہیں یہ حدیث
نہیں پہنچی تھی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز جن کی فضیلت سے ایک
ہندوستان نہیں بلکہ سارا جہان واقف ہے، مدینہ کیوں گئے اور برسوں وہاں کیوں پڑے
رہے، شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو جان بوجھ کر شد الرحال
کیا۔ اور عرصہ دراز تک رحمۃ للعالمین کے چوکھٹ پر اپنا کشکول فقیری ہات میں لئے حاضر رہے،
شاہ ولی اللہ صاحب کی فیوض الحرمین کو دیکھیے۔ جس میں کیا کیا انوکھی اور نرالی فیضان نبوت

لکھے ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ برہما سے نیپال سے جاپان سے چین سے بدھ مذہب کے پیرو بدھ گیا کو جو ضلع گیا میں ایک مندر بنا ہوا ہے دیکھنے آتے ہیں، بہ روایات مختلفہ سنا جاتا ہے کہ بدھ گیا کے مندر میں بدھ دیوتا کا ایک دانت اور ان کے چیلوں کی سمادھیں (قبریں) بنی ہوئی ہیں، اور اپنے دیوتا کی یادگار کو دیکھ کر چلے جاتے ہیں، ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ خرچ کر جاتے ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ مکہ شریف جاتے ہیں، اور حج کر کے سیدھے اپنے گھر آتے ہیں، انہوں نے یہ حدیث نہ سنی نہ پڑھی من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی حضور صلعم فرماتے ہیں جس نے حج بیت اللہ کیا اور مدینہ پہنچکر میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی، افسوس ہے اس کلیجہ کو جو رسول مالک کو ستائے اور جفا کار خطاب پائے، حضرت امام مالک حنبلی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف سے ساری عمر میں ایک بار رسول پاک کے شہر کو چھوڑ کر حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ آئے، اور حج کر کے جھٹ پٹ مدینہ شریف کو پلٹے، مکہ والوں نے کہا۔ یا امام کچھ دن تو مکہ میں ٹھہریں اور ہمیں مستفید فرمائیں آپ نے کہا موت کا کوئی وقت معین نہیں، اور میں مدینہ شریف کے سوا کہیں مرنا نہیں چاہتا۔ اس سے زیادہ کیا کہوں، اگر در خانہ کس است، حرفے بس است ؎

جانشین حضرت دردؔ، فراق، (صاحب) ناصر نذیر (حکیم سید) } ۱۳ جون سنہ ۱۹۲۶ء دہلی

ہے غیرتِ خورشید فلک روئے محمد

از جناب پنڈت راگھوندر راؤ صاحب جذب نظامی وکیل عالمپوری

لکھتا ہوں ثنائے رُخِ نیکوئے محمد ؐ — ہے رشکِ خورشید فلک روئے محمد ؐ

لولاک لما خلقت افلاک ہے بیشک — مخلوق کو ظاہر ہوئی ہر خوئے محمد ؐ

اوصافِ محمد کے ہوں ظاہر نہیں ممکن — ہے غیرتِ خورشید فلک روئے محمد ؐ

مکہ سے مدینہ سے ہی پہنچی سرِ افلاک — بوئے گلِ رخسارہ و گیسوئے محمد ؐ

معراج میں سب چیزیں نہیں دیکھیں پیمبر — جز حق کے مگر تھا نہ وہاں روئے محمد ؐ

حورانِ جناں سب ہوئیں قربان شبِ معراج — دیکھا جو نہالِ قدِ دلجوئے محمد ؐ

اس جذبِ دلِ افگار کو رویا میں کسی شب — یارب تو دکھا دے مہِ رُخِ نیکوئے محمد ؐ

مرسلہ مولانا نامی گودہ سوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا محمد مصطفیٰ ﷺ یا رحمۃ للعالمین

یا شہنشاہِ دو عالم خستہ حالی آمدم — بے متاع از دین و دنیا روز و شب اندوہگیں
جز بہ لطفت کے توقع شرمسار و شرمگیں — از ترحم نظر دارم یا شفیع المذنبیں
یا محمد مصطفیٰ یا رحمۃ للعالمیں

بس امیدِ کرم دارم از معلیٰ آستاں — جز امیدت من نکردم ہیچ کارِ داستاں
آنچہ کردم روسیاہم در بدر یکدا ستاں — ہاں ذلیل و خوار و خستہ در صفِ ناراستاں
یا محمد مصطفیٰ یا رحمۃ للعالمین

از تہیدستم کہ ہستم بینوا و ناتواں — اوفتادہ در دیارِ ہند مکیں نیم جاں
جز جناب من نہ بینم چارہ گر اندر جہاں — دستگیرم شو ز شفقت ناتواناں را تواں
یا محمد مصطفیٰ یا رحمۃ للعالمین

نفس و شیطاں راہزن شد روز و شب اندر قفا — لہو و بازی ہر زمانہ بسکہ بس شد مشغلہ
ہر چہ کردم ہر چہ گفتم ہر چہ دیدم پُر خطا — جز بہ کرمت نیست ما را دستگیرے ماسوا
یا محمد مصطفیٰ یا رحمۃ للعالمیں

آنچہ کردم من بدانم و آنچہ دانم ہیچ ہیچ — عمر من بگذشت ضائع وائے حسرت ہیچ ہیچ
بار عصیاں بر سرم از خوف لرزاں کم ز ہیچ — جز سپیدہ مو ندارم پیشکش شاہا ہیچ ہیچ
یا محمد مصطفیٰ یا رحمۃ للعالمیں

از گناہاں زیر بارم اوفتادہ پا بہ گل — شرمسار و سرنگونم از گناہاں منفعل
وائے حسرت وا دریغا سر بزانو از خجل — الحذر از نارِ دوزخ آنکہ باشد مشتعل
یا محمد مصطفیٰ یا رحمۃ للعالمین

دردِ دارم باکہ گویم وقتِ رحلت شد قریب ... زاد راہِ من تو دانی سفرِ آخر من غریب
بس علاجم در زبانت تاکہ باشم خوش نصیب ... از تو افزوں تر نباشد ہیچ مارا کن طبیب

یا محمد مصطفےٰ یا رحمۃ للعالمین

آمدہ ام تنگ جان و تنگدل ہم خستہ تن ... بر درت ای شاہِ والا با زبیلِ پُر محن
نے مراں محروم مارا تو کہ ہستی ذوالمنن ... بس نترسم از بلاہا کز فلک آید بمن

یا محمد مصطفےٰ یا رحمۃ للعالمین

نے پرِ پرواز دارم نے توانستے بدن ... خود بفرما چوں رسم اندر حضوری جانِ من
بر جبینِ سائے فرشِ کعبہ جبہ سائی عشقِ من ... ما سوا نیست شوقِ یثرب آنکہ از تو شد وطن

یا محمد مصطفےٰ یا رحمۃ للعالمین

اے ترا اسما نذیر و ہم جمیل و ہم عزیز ... برگزیدہ ات حفیظ ہم رسولِ باتمیز
کے روم محروم از تو ہاں بگو با من عزیز ... چونکہ دارم با تو نسبت ای شہِ والاتمیز

یا محمد مصطفےٰ یا رحمۃ للعالمین

امت شد و امتشت در فروعاتِ فضول ... از توجہ کن بیک جا وقت حاجت یا رسول
درسِ اول از اخوت تازہ کن ای بوالوصول ... سیل بے زنہار جاری باز گردد در ذبول

یا محمد مصطفےٰ یا رحمۃ للعالمین

بر درت من آمدہ ام با امیدِ دلنشیں ... زانکہ دانم جز نگاہت نیست مارا کس معیں
پس مگرداں نامرادم از درت والا نگیں ... جز درت من آنہ شوم پیشوائے مسلمیں

یا محمد مصطفےٰ یا رحمۃ للعالمین

قاضئ بیچارہ ام بیتاب و ناقص ناتواں ... از تبسم یاد فرما شاد و شادم بیگماں
جز حضورت نیست ملجا بیقرارم ہم تپاں ... دین و دنیا ہر دو حاصل بار آرام جاوداں

یا محمد مصطفےٰ یا رحمۃ للعالمین

دو باتیں

یاد رکھئیے ، اول ، خط وکتابت خصوصاً دریافت طلب امور میں خریداری نمبر کا حوالہ دینا
دوم ، کسی وجہ سے تبادلۂ مقام کیا جائے۔ تو جدید مقام کے مکمل پتہ سے دفتر کو مطلع کرنا

مینجر

نورِ ایماں

(جناب مولانا وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی)

یہ جوہر ہو اگر شاخوں میں، وہ تیغِ رواں بنجائیں
یہ جرأت بکریوں میں ہو، تو وہ شیرِ ژیاں بنجائیں

یہ دارو ناتوانوں کو اگر دو ہوں توانا وہ
ہٹیں بوڑھے اگر اس آتشیں مے کو جواں بنجائیں

یہ طاقت عورتوں میں ہو تو مرداں سے نہ سر بر ہوں
غلاموں میں ہو یہ جذبہ، تو پھر وہ حکمراں بن جائیں

روانی یہ طبیعت میں ہو جنکی سیل ہو جائیں
حرارت یہ ہو جن کے خون میں برقِ تپاں بنجائیں

یہ قوت جن کے دل میں ہو، نہ ہوں شاہوں سے وہ کمتر
یہ دولت پاس جنکے ہو وہ گنجِ شایگاں بنجائیں

غرض یہ ہے کہ جنکے دل ہوں روشن نورِ ایماں سے
عجب کیا ہے کہ وہ فطرت کے گہرے راز داں بنجائیں

بنجائیں وہ اگر چاہیں جہاں کو اک اشارے میں
قویٰ فطرت کے انکے ہاتھ میں کٹ تپلیاں بنجائیں

یقیں جانو کہ ان ہاتھوں میں ہے زورِ یداللّٰہی
انہیں کی انگلیوں میں ہے کلید مخزنِ شاہی

رباعیات

تعلیم مکمل تو ز قرآن بگیر
دامن کہ میابی ہمہ دان مبشر
جز رہِ راست نہ تعلیم دگر
تعصب بگذار ز دل جان پذیر

در مدرسہ تا چند فریبے بخوری
از صرف و دستے زید شکیبے ببری
روزے تو بیا در صنائعِ عشق
یک الف بیا موز کہ زیبے ببری

(قاضی شاہ ولی)

شاہانِ اسلام کا انصاف

(از جناب مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب منہاس)

انگریز مورخوں کی تاریخوں، افسانہ نویسوں کے افسانوں اور سینما کمپنیوں کے تماشوں میں شاہان اسلام کی تصویر یوں کھینچی جاتی ہے کہ وہ عیش پسند، دلدادہ عشرت، اور شہوت پسند لوگ تھے۔ جن کے نزدیک شاہانہ زندگی کا منتہا ئے حسین جمیل عورتوں کی صحبت اور ناقص العقل اور خوشامدی درباریوں کی چاپلوسی پرستش تھی۔

لیکن تاریخ شاہانِ اسلام پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اس الزام کی لغویت نمایاں ہو جاتی ہے۔ اکبر سے اورنگ زیب تک چار عظیم القدر اسلامی تاجدار گذرے ہیں، جنہوں نے تقریباً نصف صدی تک اس شان سے حکومت کی کہ مغلیہ سلطنت کی حدود دور تک پھیل گئیں اور ہندوستان کے اندر دائمی امن اور بیرون ہند ان کے لئے ایک لازوال احترام کی لہر دوڑ گئی۔

میں پوچھتا ہوں کہ اگر شاہانِ مغلیہ فی الواقع شہوت رانی اور عیش پسندی کے پتلے ہوتے جیسا کہ ان کو مخالف جماعتیں ظاہر کرتی ہیں۔ تو کیا ڈیڑھ صدی کی مدت میں کبھی اسلامی حکومت کو یہ ترقی و عظمت، یہ امن و سکون اور یہ عزت و استقلال نصیب ہو سکتا تھا؟

شاہانِ اسلام کی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی۔ کہ اس زمانہ میں انصاف کی جنس عام تھی، خاص نہ تھی۔ آج کل کی طرح یہ نہ ہوتا تھا کہ امراء و عمائد کے لئے اور قانون ہو اور عوام کے لئے اور، یا صاحب زر تو پیسے کے زور سے قانون کی گرفت سے بچ جائیں، اور مفلس و قلاش زندانِ بلا کی کوٹھریوں میں پڑے سڑتے رہیں۔

پھر اس زمانہ کا انصاف کچھ مشکل سے نہیں حاصل ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر ہم شاہجہان کی روزانہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہم اس کو علی الصباح قلعہ آگرہ کی مشرقی دیوار میں ایک جھروکہ میں بیٹھے ہوئے دیکھتے ہیں جس کو جھروکہ درشن کہتے تھے، بادشاہ کو ظل اللہ سمجھنے والی رعایا کی کثیر تعداد اپنے محبوب تاجدار کے درشن کے لئے اس جھروکہ کے نیچے جمع ہوتی تھی۔ لوگ آداب بجالاتے تھے اور بادشاہ خندہ پیشانی سے جواب دیتا تھا۔ امراء و وزراء بادشاہ کی پشت پر ہوتے تھے، رعایا اور شہنشاہ کے درمیان کوئی شئے حائل نہیں ہوتی تھی، جو زبانی اپنی شکایت

بیان کر سکتے تھے وہ زبانی شہنشاہ کے گوش گذار کر دیتے تھے، اور بعض اپنی عرضیاں لکھ کر ٹوکری میں ڈال دیتے تھے، جو ایک زنجیر کے ذریعے اوپر کھینچ لیجاتی تھی اور شہنشاہ بچشم خود ان عرضیوں کو پڑھتا اور داد انصاف دیتا تھا،

شہنشاہ دوپہر کے وقت حرم میں داخل ہوتے تھے اور چار گھنٹے وہاں گذارتے تھے، حرم کا نام سنتے ہی بعض لوگ کہیں گے کہ بس شاہجہاں کے لئے یہ وقت عیش وعشرت کا مرقع ہوتا ہوگا۔ مگر نہیں، اس وقفہ میں بھی کاروبار سلطنت، اس اولوالعزم تاجدار کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے شہنشاہ اس وقت ظہر کی نماز ادا کرتے تھے، کھانا کھاتے تھے اور ایک گھنٹہ کے لئے آرام فرماتے تھے،

اس کے بعد بیوہ عورتوں، بیواؤں، یتیموں، شریف گھرانوں کی بے بس اور محتاج کنواری لڑکیوں، نادار عالموں کی بیٹیوں کا تانتا بندھ جاتا تھا۔ ستی النسا ان تمام کے حالات شہنشاہ بیگم کے حضور میں پیش کرتی تھیں۔ اور شہنشاہ بیگم شہنشاہ کے گوش گذار کرتی تھیں جو ہر ایک کی حالت دیکھکر کسی کی پنشن لگا دیتے تھے، کسی کو یکمشت امداد عطا فرما دیتے تھے۔ نادار والدین کو اپنی لڑکیوں کی شادی کے لئے سامان جہیز زیورات اور روپیہ نوازش فرماتے تھے، اور اس طرح بیش قرار رقوم روزانہ محتاجوں، مفلسوں اور حاجتمند عورتوں اور لڑکیوں کو عطا کی جاتی تھیں،

جمعہ اور بدھ کے روز خاص طور پر انصاف وعدالت کیلئے وقف تھے، ان دنوں میں دیوان عام نہیں لگتا تھا۔ بلکہ شہنشاہ جھروکہ سے سیدھے دیوان خاص میں تشریف لیجاتے تھے، خدا ترس اور انصاف دوست بزرگ لوگوں کا انصاف کرنے کے لئے مقرر تھے، مگر شہنشاہ خود ہر ایک کی اپیل سنتے اور تمام واقعات کو سنکر آخری فیصلہ سناتے تھے۔

بعض مصیبت زدہ افراد سلطنت کے دور دراز حصوں سے شکائتیں لیکر آتے تھے، ان کی شکائتیں باقاعدہ طور پر تجربہ کار حکام عدالت شہنشاہ کے حضور میں پیش کرتے تھے اور شہنشاہ ان پر غور فرما کر مناسب احکام صادر فرماتے تھے، مقامی گورنروں اور حاکموں کو حکم دیا جاتا تھا۔ کہ وہ شکائت کنندہ کی شکائت کی پوری چھان بین کریں۔ اور اگر وہاں انصاف نہ ہوسکے۔ تو مستغیث کو دوبارہ شہنشاہ کے حضور میں بھیجدیا جائے، تاکہ انصاف میں کوئی کسر باقی نہ رہے،

اس کے علاوہ شہنشاہ معہ خدم وحشم اکثر محض مظلوموں کی دادرسی کے لئے سلطنت کے مختلف حصوں کا دورہ کیا کرتے تھے، اور ان کو ہمیشہ یہ فکر دامنگیر رہتی تھی۔ کہ کوئی مظلوم محروم انصاف نہ رہے،

ان شہنشاہوں کی زندگیوں پر نظر ڈالی جائے تو کوئی لمحہ ایسا نظر نہیں آتا۔ کہ وہ رعایا کے فکر سے غافل ہوں یا کوئی وقت انہوں نے محض عیش پسندی اور راحت کوشی کے لئے وقف کر رکھا ہو، شاہ جہاں کی زندگی اسی طرح گذرتی تھی۔ باایں ہمہ یورپین اور دوسرے نامسلم مورخوں کی نظروں میں وہ شہوت پرست ظالم تھے اور بس! انکو نہ رحم سے کام تھا نہ انصاف سے مطلب۔ نہ رموز سلطنت سے وہ واقف تھے اور نہ کاروبار حکومت سے ان کو واسطہ تھا۔ خوش قسمتی سے اس زمانہ کے مورخوں نے انکی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی نہایت صحیح کیفیت قلمبند کی ہے اور وہ مستند کتابوں میں محفوظ ہے، جن کو ہر شخص دیکھ اور پڑھ سکتا ہے، اور مخالف مورخوں کی دروغ بافی و دیدہ دلیری سے آگاہ ہو سکتا ہے۔

ایک لمحۂ فکریہ

اکثریت و اقلیت کا رونا

(از جناب مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی گوجرانوالہ)

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیران قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

ہندوستان کی گذشتہ پانچسالہ سیاسی زندگی اس بات کی مظہر ہے کہ اس عرصہ میں اخباری دنیا کے اندر جس مضمون اور عنوان کا کثرت کے ساتھ استعمال ہوا۔ وہ "ہندو مسلم اتحاد" تھا۔ مگر بے حد افسوس کی بات ہے کہ آج وہی "اتحاد" "ہندو مسلم اختلاف" کی صورت اختیار کر چکا ہے، اور روز بروز ایسی نازک اور سنجیدہ حالت اختیار کر رہا ہے، جس کی رو سے ہر امن پسند انسان پر یہ اخلاقی فرض عائد ہوتا ہے، کہ وہ اس کے اسباب وعلل پر غور وخوض کرے۔ تاکہ ملک کے امن اور ترقی کی رفتار میں کوئی رخنہ اور رکاوٹ واقع نہ ہو،

جذبۂ اختلاف کی تاریخ قدیم کا پتہ لگانے سے پایا جاتا ہے، کہ اختلاف کا آغاز فرشتوں سے ہوا جنہوں نے خدائے عزوجل کے ارادۂ تخلیق آدم پر یہ اعتراض کیا۔ کہ خداوندا! کیا دنیا میں تو ایسے شخص کو رکھیگا۔ جس سے وہاں فتنہ وفساد برپا ہو اور خونریزیاں پیدا۔ حالانکہ ہم تیرے ہی

نام کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں ،

اس اختلاف کا نتیجہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس میں کسی قسم کے شر کا شائبہ تک نہ تھا۔ کیونکہ جب خدائے ذوالجلال نے فرشتوں کو اس کے اسباب و مصالح سمجھا دئے، تو وہ اس بارے میں اپنی لاعلمی کا عذر و اعتراف کرتے ہوئے خاموش اور رضامند ہو گئے ،

مگر اختلاف کی ایک اور نظیر یہ ہے جو شر اور نفسانیت سے مملو تھی اور جس کا آغاز شیطان سے ہوا جس نے سجدۂ آدم کے بارے میں کٹ حجتی اور خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور مردود بارگاہ ربانی ٹھیرا

ان ہر دو واقعات سے اختلاف کی حالت، حیثیت، اور نوعیت پر بنظر تعمق غور کرنے سے بالوضاحت پایا جاتا ہے کہ کونسا اختلاف بے شر اور ترقی و کامیابی بلکہ مقاصد ہستی کے پورا کرنے کیلئے لازمی ہے اور کونسا شر اور فتنہ و فساد کے پیدا ہونیکی سرشت اپنے اندر موجود رکھتا ہے ،

تمدن اقوام کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے ، کہ جوں جوں دنیا کا تمدن بڑھتا گیا۔ مختلف الاغراض، مختلف الخیال، اور مختلف المذاق قومیں ایک دوسرے کو مغلوب کرنے اور اپنی عظمت و طاقت کے بڑھانے کیلئے باہمہ مصروف پیکار ہو گئیں، قتل و خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ صفحۂ ہستی پر بیشمار جنگیں وقوع میں آئیں جن کے نتیجے میں عام طور پر دو گروہ بن گئے ایک حق پر اور ایک باطل پر ،

تاریخ بتلاتی ہے کہ بارہا زمانہ کے آلام و مصائب، نصرت و کامرانی کا موجب بھی ہوئے، رامچندر جی کی جلاوطنی ان کی عظمت و حق شناسی کے اظہار کا باعث ہوئی، مہابھارت کا جنگ عظیم پانڈوؤں کے اظہار جوہر اور کوروؤں کی بدنفسی و بدکاری کی سزا کا باعث ہوا۔ آتش نمرود میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی صداقت و سچائی کا وہ سدا بہار گلزار بنا۔ کہ رہتی دنیا تک سرسبز رہیگا۔ یوسف علیہ السلام کی جلاوطنی، آل اسرائیل کی اقبالمندی اور اہل مصر کی ہدایت کا پیش خیمہ ہوئی۔ مسیح پر جو جو مظالم ہوئے سب حق کیلئے تھے، نہ اس لئے کہ دنیا کو نقصان پہنچے۔ پیغمبر اعظم جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مکہ معظمہ سے ہجرت کی زحمت گوارا نہ فرماتے تو آفتاب توحید کی کرنیں اقصائے عالم میں کیونکر چمکتیں ،

پس کفرستان ہند میں زمانہ حال کی ہندو سنگٹھن اور شدھی کی جدید تحریکات اسلام کے لئے کسی حیرت و استعجاب کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ از یادرفتہ خواب یاد دلانے کا موجب ہونگی، اور ازدیاد اسلام کا باعث ،

ظاہر ہے کہ ان تحریکات نے ملکی اتفاق اور باہمی اعتماد کو بہت بڑی حد تک نقصان پہنچا دیا ہے اور باہمی مغائرت و منافرت کی خلیج کو پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا ہے گو بادی النظر میں ان تحریکات کا مقصد مسلم قومیت اور توحید پر غلبہ حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں پایا جا سکتا۔ لیکن اس سے قبل مرہٹہ اور سکھ تحریکات تبدیل نوعیت کے ساتھ اسلام کے خلاف جس شدت سے اٹھیں، اور جس تیزی کے ساتھ اسلام کی دشمنی کی آگ میں جلکر بھسم ہو گئیں، ان کا اندازہ کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ؎

ہمارے مٹانیوالے نہ خود ہی مٹ جائیں آخر اکدن
کہ بارہا ہم نے یوں بھی ہوتے ہے چرخ کا انقلاب دیکھا

یہ اظہر من الشمس ہے کہ آٹھ سو سال تک اسلام کا فاتحانہ پرچم پوری عظمت و شوکت کے ساتھ سرزمین ہند پر لہرایا گیا اور ہنود حکومت کو پلٹ دیئے اور ملک پر قابض ہو چکنے کے باوجود سوائے اس کے کہ رعایا سے ملکی خراج لیا جائے۔ ان کے مذہب کے ساتھ تعرض نہ کیا گیا۔ اور انکی قومی ہستی برقرار رکھی گئی جس کے نتیجہ میں آج وہ بائیس کروڑ نفوس کی تعداد میں موجود ہیں۔

جب زمانہ نے پلٹا کھایا اور تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا تو قسام ازل کے دفتر سے ہمارا نوشتہ تقدیر یوں نکلا۔ کہ ہم اور عہد اسلام کی وہ دیرینہ مفتوح اور سابقاً محکوم قوم دونو باعتبار محکومیت مساوی الرتبہ حالت پر آجائیں جس پر ہم راضی برضا ہیں۔ کیونکہ

اول سے ہوتے آئے ہیں دنیا میں انقلاب
ایک طرح پر کسی کا زمانہ رہا نہیں
ہم بھی اگر زمانہ کی گردش میں آ گئے،
تقدیر و بخت و چرخ سے کوئی گلہ نہیں
گر سلطنت گئی تو گئی کیا مضائقہ
کیا اس بغیر کوئی جہاں میں جیا نہیں

برسوں رہے ہیں ہمسیہ کرم ہائے کردگار
اک پیر جی یہ روٹھنا شرط وفا نہیں

لیکن اس وقت ہمارے اور اس قوم کے درمیان قلیل التعداد اور کثیر التعداد کے حقوق کی تعیین اور حفاظت کا محیر العقول مسئلہ پیش آ پڑا ہے جس میں ہماری قومی بقا و فنا کا راز مضمر ہے اس لئے ہم غیر کو اپنے حقوق کی غاصبانہ دستبرد کیلئے اجازت نہیں دے سکتے، اور چاہتے ہیں کہ ہر نہج اپنی جداگانہ مسلم ہستی کو برقرار و قائم رکھیں، جو ہمارا طغرائے امتیاز ہے،

ہمنے مقابلتہً قلیل التعداد کی حیثیت میں ہونے کے باوجود فراخ حوصلگی کیساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھایا، کیونکہ ایکہزار سال سے ہندوستان کو ہم اپنا وطن اور مستقل دار الاقامت قرار

دے چکے ہیں، اس لیئے ہماری قومی اور شہری ذمہ داریاں تمام مناصب اور جائز ملکی مسائل میں کسی دیگر قوم سے کم نہیں۔ مگر اس وسعی کے نتیجہ کی جب پڑتال کی جاتی ہے تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ ؎

دل دیا، مال دیا، پیار کیا، انکو مگر

ان بتوں کو وہی کاوش ہے مرے دین کیساتھ

بحالیکہ کوئی عقلمند اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ہندوستان کی فلاح وبہبود کا دار و مدار ان دونوں قوموں کے باہمی اتفاق پر ہے مگر افسوس یہ ہے کہ جسقدر اتفاق کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے، اسی قدر یہ بھی نظر آتا جاتا ہے کہ سچے اتفاق کا ہونا دشواری کی حد سے متجاوز ہو کر غیر ممکن کی حد تک پہنچ رہا ہے، اور یہ شرمناک بات ہے کہ باہمی تصادم کے واقعات رونما ہو رہے ہیں جنکی روک تھام اگرچہ گورنمنٹ کی جانب سے کی جارہی ہے، مگر ہمارے لئے من حیث القوم باعزت زندگی بسر کرنے کا سوال روز بروز زیادہ اہمیت کے ساتھ قابل غور اور واجب لعمل ہورہا ہے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ یہ ایک ظاہر امر ہے کہ ہندو باعتبار اپنی اکثریت، دولت اور تعلیم کے اس بات کا استحقاق خیال کرتے ہیں کہ گورنمنٹ انکی خواہشات کو پورا کرنے پر مجبور ہو، اور جو کچھ انکو دے وہ انکی قوت وعظمت کا حق ہے، اور ہماری علمی اور اقتصادی کمزوریوں کا مآل کار یہ ہے کہ گورنمنٹ جو کچھ ہمکو دے، وہ اس کی فیاضی اور مہربانی ہے، بلکہ بالفاظ دیگر کہا جاسکتا ہے کہ کسی اچھے نوکر یا نیک غلام کو انعام دیئے جانیکے مترادف،

مگر غور طلب یہ ہے کہ باضابطہ جمہوری سلطنتوں میں بمقابلہ مہربانی اور انعام" کے حقوق کا زیادہ لحاظ اور خیال کیا جاتا ہے،

پس اندریں حالات اگر ہم زیادہ مستعدی اور زیادہ امن پسندی کے ساتھ علمی قابلیت وصلاحیت کے پیدا کرنے، تجارت میں اپنی حالت کو سنبھالنے اور اقتصادی پہلو میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونیکی کوشش نہ کریں اور "بھیک مانگنے" کی پالیسی اختیار کرکے ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ کے مذاق سے دور رہتے جائیں جس کے سایہ میں ہمیں اپنی قومی زندگی بسر کرنا ہے تو پھر سوچنا چاہیئے کہ ہمارا مستقبل کیا ہوگا؟

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق

او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم



صحافتِ حاضرہ پر ایک نظر

ایک مفید تحریک

دورِ حاضر کی صحافت آسمانِ عروج پر پہنچ چکی ہے۔ قصہ کہانیوں کے دلفریب فوٹو، عکسی تصویروں کے دلنواز نظارے پیش کرنے کا رواج عالمگیر ہو گیا ہے، موقت الشیوع جرائد میں نئی جدتیں اور نرالی اختراعیں پیش کیجاتی ہیں، ناظرین کے مذاق بھی کچھ اس قسم کے ہو گئے ہیں کہ ٹھوس اور معقول نویسی انہیں پسند نہیں آتی، اخبارات کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا معیار اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ حکومت پر آوازے کسیں اور جائز و ناجائز نکتہ چینی کریں، ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلا کریں، تو تو، میں میں، کی چپقلش لگی رہے اور بس! اور ماہوار رسائل میں عشق و محبت کی داستانیں اور فیشن ایبل فوٹو ہوں، مذاق و مسخرات کے ایسے مواد سے اوراق کو زیب و زینت دیجائے کہ ہنسی سے ناظرین کے پیٹ میں بل پڑ پڑ جائیں،

یہ طرزِ عمل مسلم پریس اور اسلامی جرائد کا ہے، ہندو پریس ٹھوس کام کرتا ہے اور وہ مقصود بالذات سے ایک انچ ادھر ادھر سرکنا گوارا نہیں کرتا۔ وہ ناظرین کو اپنے اصول کے ماتحت چلا کر ہمنوا بنانا اصولِ صحافت سمجھتا ہے، افراد قوم میں جوش خودداری پیدا کر کے مذہبی چٹان کو اور پختہ بنا دیتا ہے، قوم میں زندہ دلی، بہادری، شجاعت، دلیری اور اخوت و ہمدردی کی روح پیدا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور اسی پر تمام دماغی طاقتیں صرف کرتا ہے، مگر اسلامی جرائد ناظرین کے مذاق کی سرِ مو مخالفت نہیں کر سکتے۔ وہ کسی اصول کے پابند نہیں، اشتعال، تکفیر، مناظرہ بازی، اور خدا جانے کیا کیا باتیں ہیں جو ان کے حصہ میں آئی ہیں، کاش! اسلامی جرائد اور ان کے ناظرین ٹھنڈے دل سے ان امور پر غور کریں، اور اصلاح کی جانب متوجہ ہوں،

عکسی تصاویر کے متعلق قطع نظر اس کے کہ اسلام اس کے متعلق کیا کہتا ہے، ہم یہ کہنا چاہتے ہیں، کہ یہ ایک بے فائدہ اور فضول مشغلہ ہے، ایک تصویر کے بنوانے، چھپوانے

وغیرہ پر کم و بیش پندرہ بیس روپے کا خرچ اٹھ جاتا ہے اور سوائے اس کے کہ رسالہ کی خوشنمائی میں کچھ اضافہ ہو جائے ، قوم و ملت کو حقیقی طور پر اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ پس اگر اسے ترک کر دیا جائے اور وہی رقم کسی مفید تحریک اور نیک مقصد پر لگائی جائے تو بہتر از بہتر ین نتائج مترتب ہو سکتے ہیں ،

مذاق و تفنن اور دیگر از اں قسم مضامین کی بجائے اصلاحی اور اخلاقی مضامین پر زور دیا جائے ، ناظرین کے مذاق کو اصول صحافت پر لانیکی کوشش کی جائے ۔ اور حالات حاضرہ کا جائزہ لیکر ان مضامین پر قلم اٹھایا جائے ، جنکی فی الحقیقت ضرورت ہو ،

ہندو پریس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے سے نہیں چوکتا۔ شاہان اسلام سے بیہودہ و لغو الزامات منسوب کئے جاتے ہیں ، مگر مسلم پریس کیطرف سے ان کا کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔ حالانکہ تاریخی روایات و واقعات ماضیہ کی کھلی ہوئی تفسیر کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اور ان اتہامات کی بڑے زور کے ساتھ تکذیب کرتے ہیں ،

"القریش" اگرچہ ایک غیر معروف اور محدود الاشاعت رسالہ ہے ، مگر بفضلِ خدا اس میں شاہانِ اسلام کی نصفت شعاری اور حق پژوہی کے صحیح اور تاریخی واقعات منثور و منظوم صورت پیش کرنے کا سلسلہ قائم ہے ، اور حقیقت میں یہی جواب ہے ، ہند و جرائد کے ان بے سر و پا الزامات کا جو تاریخ کی روشنی سے دور رہکر تعصب مذہبی کے ظلمتکدہ میں تراشے جاتے ہیں

اس مفید تریں اور نہائت ضروری سلسلہ کو ہم نے اس اشاعت سے اور بھی وسیع کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالٰی اسے نباہنے کی امکان بھر کوشش کریں گے ،

اسلامی جرائد کا فرض ہے کہ وہ قوم و ملت کو مخالف ہوا سے مامون رکھنے کے لئے امکانی کوششوں کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیں ،

"شاہانِ اسلام کا انصاف" کے عنوان سے اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ مولانا محمد عبداللہ صاحب مہاس کا وہ قیمتی مضمون درج ہے جو اس موضوع کا افتتاح جدید کرتا ہے مضمون قابل قدر ہے ، ہمارے قلمی معاونین میں سے جو احباب اس سلسلہ کی انجام دہی میں ہماری مدد کریں گے ہماری شکر گذاری کا موجب ہونگے ،

حضرت مہاس پنجاب کے ان نامور اہل القلم حضرات میں سے ہیں جن کی تحریر میں جذب و تاثر موجود ہے ، آپ مخلص کام کرنیوالوں میں ایک ہیں ، اور ان ہستیوں میں سے ، جنہیں

فطرت نے قومی و ملی اصلاح کا سلیقہ عطا کر رکھا ہے۔

ہم آپ کی اس عنایت کا جو آپ نے "شاہان اسلام کا انصاف" ایسا بہترین مضمون عطا کرنے سے کی ہے بصد دل شکریہ ادا کرتے ہیں۔

حضور نظام ادھیش ہند و اخبارات

(دیپتکا کمیٹی کا اڈریشن دیکھئے)

سناتن دھرم ہندؤں سے سلوک

ہند و مہا سبھا ہندؤں کی مقتدر ترین جماعت ہے، ہندوستان کے طول و عرض میں اس جماعت کی شاخوں کا جال بچھا ہوا ہے، جہاں کہیں اس کی شاخ نہیں ہے وہاں اس کے کارندے موجود ہیں، کیا ہند و مہا سبھا کے کوئی رکن یہ کہہ سکیں گے، کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہندؤں کے معابد کی بیحرمتی یا مندروں کے پوجاریوں سے کسی قسم کے ناروا سلوک کی کوئی اطلاع انہیں موصول ہوئی ہے؟ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہند و مہا سبھا کے دفتر کے کاغذات پچھلے دنوں تک اس قسم کی کسی شکائت کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔

ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہندؤں کی آبادی زیادہ ہے، اسی تناسب سے ان کے مندروں اور معابد کی تعداد ہوگی۔ چونکہ مختلف مذاہب کے معابد کے لئے رقوم معین کی جاتی ہیں اس لئے جس مذہب کے معابد زیادہ ہونگے۔ اسے زیادہ رقم ملیگی، ہندؤں کے معابد کی تعداد زیادہ ہے اس لئے دولت عالیہ آصفیہ کیطرف سے انہیں بہت زیادہ امداد دیجاتی ہے۔

موسیٰ ندی کے کنارے پر عدالت عالیہ اور شفاخانہ کی عمارتوں میں منہدم شدہ مندروں کے کھنڈروں پر نئے مندر تعمیر کرا دیئے گئے ہیں۔ آرائش شہر کے سلسلہ میں اگر کسی جگہ کوئی دیول آگیا ہے تو اسے ہندؤں کے مذہبی احکام کے عین مطابق دوسری جگہ منتقل کیا گیا اور نیا دیول بنایا گیا۔

ونکاجی کے رشتہ داران کے سامنے عالی جناب نواب افسر جنگ بہادر کمانڈر اعظم افواج دولت آصفیہ نے مسجد تعمیر کرانی شروع کردی۔ مسجد کے نزدیک ہی ایک چھوٹا سا دیول تھا

مسجد کی عمارت تیار ہو چکی تھی اور اوپر کے گنبد بننے باقی تھے، کہ حکومت کی طرف سے احکام امتناعی
صادر ہو گئے، اور کمانڈر اعظم افواج نے مسجد کی تعمیر بند کر دی۔ آج کل اس عمارت میں مدرسہ
دینیات ہے۔ کیا کوئی ریاست یا برطانی ہند کا کوئی حصہ اس قسم کی مثال پیش کر سکتا ہے؟
کیا یہ حقائق تاجداران دکن کے تعصب کی مثالیں ہیں؟ کیا مذہبی آزادی اور رواداری
کسی اور چیز کو کہتے ہیں؟ انصاف دوست ہندو ان سوالات کا جواب دیں، اور غور فرمائیں
کہ جو افراد ان روشن حقائق کی موجودگی میں بھی مسلمان بادشاہان دکن کو متعصب کہیں،
وہ خود تعصب کے جوش میں اندھے ہو چکے ہیں یا نہیں؟

ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان بھر میں کوئی ہندو یہ شکایت نہیں کر سکتا۔ کہ دولت عالیہ
آصفیہ نے کسی دور میں ہندوؤں کو محض اس لئے نظر انداز کیا ہو کہ وہ ہندو ہیں۔ ہمیں یقین ہے
کہ اگر سرکار ابد قرار حیدر آباد کی طرف سے کبھی کسی وقت کسی ہندو کو سہواً کوئی تکلیف پہنچی
ہوتی۔ تو ہندوستان بھر کے جرائد میں اور ہندوستان کے ہر گوشے سے ایک فلک شگاف
شور بپا ہوا ہوتا۔ معمولی سے واقعہ پر کتابوں کی کتابیں لکھی گئی ہوتیں، قصے تراشے گئے
ہوتے، کہانیاں گھڑی گئی ہوتیں اور ہندوستان کے مختلف حصص میں یہ قصے ہندوؤں میں
مشہور ہو گئے۔ کیونکہ ہندوؤں میں ہر زمانہ اور ہر دور میں ایک نہ ایک جماعت مسلمانوں اور مسلمان
بادشاہوں کو بدنام کرنے پر ادھار کھائے بیٹھی رہتی ہے۔

شدھی اور تبلیغ

موجودہ دور میں جب ہندوؤں کو اپنی آبادی بڑھانے کا خیال پیدا ہوا اور شدھی کی تحریک
شروع کی گئی۔ تو اس کے اثرات ممالک محروسہ سرکار عالی تک پہنچے، ادھر آریاؤں کے پرچارک
اچھوتوں اور غریب مسلمانوں کو "ہندو جاتی" میں ملانے کے لئے پہنچے، ادھر اسلامی انجمنوں
نے تبلیغ اسلام کی اجازت حاصل کرنی چاہی۔ لیکن ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ محکمہ
امور مذہبی نے کسی بیرونی جماعت کو عام اس سے کہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، ممالک محروسہ
سرکار عالی میں اس تصادم و تقابل کی اجازت نہیں دی،

ہلاکِ تمدّن

(از جناب مولٰنا انیس مصطفٰے صاحب مینا زبیری)

زبیدہ کو کیا خبر تھی، کہ وہ عہد جوانی میں قدم رکھنے سے پہلے ہی مغربی تمدن کے دلدادہ والدین کی بدولت اپنے وطن سے دور عبدالاباد کی محدود چار دیواری میں انگریزی پڑھنے کے لئے مقید کر دی جائیگی، مکان پر ہر روز چاء کیوقت اس کے والد اور والدہ اس کی آئندہ زندگی کے اصول پر بحث کیا کرتے تھے، اور زبیدہ اپنے معصوم انداز سے ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرتی تھی،

شام کو کمپنی باغ کی سیر اور ٹینس لان پر وہ اپنے والدین کے ہمراہ جاتی تھی۔ اسکی ماں جب کوئی سیٹ جیت لیتی تو زبیدہ کے چہرے سے انتہائی مسرت کے آثار ہویدا ہوتے نظر آتے تھے، مغربی روش کی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کے والدین کو اردو زبان اور مسلمانوں کی نمائندگی سے دلچسپی تھی

پنجاب کی سرزمین میں صرف یہی ایک مرد و عورت ایسے تھے، جو رسم پردہ کے خلاف اور مغربی تہذیب و تمدن کے موافق چیخ و پکار کرتے نظر آتے تھے، ان دونوں نے مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت خاص اسی غرض کے لئے بنا رکھی تھی۔ اور اسیوجہ سے معترضین کے اعتراض سے بچنے کیلئے اسلام کی اکثر شان انکے بنگلہ سے ظہور پذیر ہوتی تھی،

زبیدہ ابھی نویں برس میں تھی کہ اس کے والد اسے عبدالاباد کی اس واحد تعلیم گاہ میں داخل کرانیکے لئے لیگئے جو ہندوستان کی مسلمان لڑکیوں کا حقیقتاً سب سے بڑا اسکول سمجھا جاتا ہے، منیجر سے چلد گھنٹہ گفتگو کرنیکے بعد اس نامحدود مسرت کا اظہار ناممکن ہے، جو زبیدہ کے والد کو اپنے قطعی ہمخیال دوست سے ملکر ہوئی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت منیجر اور زبیدہ کے والد کے خیالات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنیکو اب بھی موجود ہے، اسی وجہ سے مدرسہ میں ظاہر پردہ کا انتظام بہت کافی ہے،

زبیدہ تیسرے درجہ میں داخل ہوئی، ہوشیار تھی، ذہین تھی، محنتی تھی، زبان دان ماں باپ کی گودوں میں پلی تھی، اسکول کی مایہ ناز دختر بنگئی، ہر سال اس کو سب سے زیادہ انعامات ملتے تھے، درجہ میں اول نمبر پاس ہوئی تھی، ٹینس گرلس ٹورنامنٹ کا کپ سوائے زبیدہ کسی کو نہ ملتا تھا۔ مطالعہ کرنے کا یہ عالم تھا۔ کہ کوئی کتاب کتبخانہ میں ایسی نہ تھی جسے اس نے خوب

اچھی طرح سمجھ کر نہ پڑھ لیا ہو،

۵۔ جولائی ۱۹۳۲ء کو عبداللہ آباد کے سٹیشن پر ایک نہایت حسین جوان لڑکی انگریزی فیشن کی جدید طرز کی پوشاک میں ملبوس فرسٹ کلاس سے نمودار ہوئی، اور قلی کو آواز دیکر اسباب نکالنے کا اشارہ کیا۔ قلی نے درجہ کے اندر سے ٹرنک، ایک لکڑی کا صندوقچہ اور ایک بادامی کرمچ میں ملفوف بستر نکالا۔ اس لڑکی کے ایک ہاتھ میں انگلستان کا بنا ہوا لیڈیز منی بیگ اور دوسرے ہاتھ میں ایک پنکھیا تھی، پلیٹ فارم سے باہر نکلنے پر معلوم ہوا کہ گاڑیاں سب گھری ہوئی ہیں۔ کیونکہ عبداللہ آباد کا مسلم کالج بھی اسی دن کھلا تھا۔ جس کی وجہ سے باہر سے آنے والے طلبا کی تعداد بہت زیادہ تھی،

یہ نیم انگریزی لڑکی وہی زبیدہ ہے جس نے درجہ اعلےٰ میں ایف اے پاس کر کے اپنے قدیمی مدرسہ میں صدر معلمہ کی جگہ پر ملازمت کر لی ہے، اس وقت اور دشواری کا مرتع کھینچنا بہت مشکل ہے، جو زبیدہ کو گھوڑا گاڑی نہ ملنے پر پیش آرہی تھی، مسلم کالج کا ایک طالب علم ایک گاڑی کی چھت پر ایک بکس اور ایک بستر رکھے ہوئے روانہ ہوا۔ اس کی گاڑی تھوڑی دور آگے جاکر رکی اور واپس آئی، یہ طالب علم گاڑی سے اترا زبیدہ کے قریب آیا اور اس سے نہایت نرم لہجہ میں انگریزی میں دریافت کیا،

کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کہاں تشریف لے جائینگی ؟

میں، گرلس سکول میں جاؤنگی ،

یہاں کس کا انتظار ہے ؟

گاڑی کا !

میری گاڑی حاضر ہے اور جگہ بھی کافی ہے ،

ہاں، اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میں بھی حاضر ہوں ،

غرضیکہ شمیم اور زبیدہ دونوں باتیں کرتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے، گرلس سکول کے قریب ایک ٹینس کورٹ ہے جہاں اور شام کو مسلم کالج کا ایک طالب علم اور ایک سکول کی معلمہ ٹینس کھیلتے ہیں اور کھیلنے کے بعد بوتلیں پی کر بائیسکلوں پر بیٹھ کر روانہ ہو جاتے ہیں،

شمیم بی۔ اے کے امتحان کی تیاریوں میں بھی منہمک ہے اور زبیدہ کے دام الفت کا صید نو گرفتار بھی، اس کی آئندہ زندگی کی سرسبز شادابی صرف اسکی ایک سوختت اور

امتحان کی کامیابی میں جھلکتی ہے، مگر اس کے جذبات محبت پڑھنا تو پڑھنا کھانے پینے تک سے باز رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ کشمکش، رنج، مصیبت اور خیالات کی پریشانیوں نے اس کی تندرستی پر بھی اثر ڈالا ہے۔ اس کے ساتھ کے رہنے والے اس کی ظاہری کیفیات دیکھ کر طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں جن کا جواب سوائے خاموشی کے کچھ نہیں دیا جاتا۔

۷۔ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء کو شمیم اپنے وطن میں بیٹھا ہے۔ ہر روز اسے ایک زنانہ ہاتھ کا لکھا ہوا لفافہ ملتا ہے۔ جس کا جواب وہ نہائت بےصبری کے ساتھ اسی دن لکھ دیتا ہے۔ آج کی ڈاک میں بھی حسب معمول اسی ہاتھ کا لکھا ہوا لفافہ ملا۔ جسے شمیم کی کانپتی ہوئی انگلیوں نے نہائت بےصبری سے کھولا۔ یہ خط زبیدہ کا تھا۔

ڈیئر شمیم تمہارے خط برابر آتے ہیں اور میں بھی ان کا جواب فوراً لکھ دیتی ہوں، تمہارے امتحان کا نتیجہ عنقریب نکلنے والا ہے، اپنی استدعا تھوڑے دن اور پوشیدہ رہنے دو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں، کہ اگر تم بی۔اے پاس ہو گئے۔ تو میں ضرور بالضرور تم سے شادی کرونگی اور اگر خدانخواستہ نیل ہو گئے، تو نہ تمہیں اپنی صورت دکھاؤنگی، اور نہ تمہاری دیکھونگی، امید کہ تم میری اس تحریر سے مطلق مایوس نہ ہو گے" تمہاری زبیدہ

یہ خط پڑھ کر شمیم کی جو کیفیت ہوئی اس کا اظہار جادو نہ ہونیکی بنیاد پر بھی مبالغہ سمجھا جائیگا آٹھ مئی کی صبح ہے، شمیم اسی کی کرسی پر بالکل اسی انداز سے بیٹھا ہے، جس طرح ۲۴ گھنٹے پہلے بیٹھا تھا۔ کمرے میں ایک چپراسی داخل ہوا اور تار پیش کیا۔ شمیم نے اپنی سرخ آنکھوں سے اس تار والے کو کئی بار دیکھا اور پھر تار لیکر کھولا،

"افسوس تم نیل ہو گئے، انتہائی اظہار ہمدردی"

وہ امید جس کا دامن شمیم کے ہاتھ میں ۲۴ گھنٹے سے تھا، منقطع ہو گئی، وہ اٹھا۔ کمرہ کی تمام چیزوں میں ایک زلزلہ سا پیدا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے خون کے چند قطرے بہے، اور خود فرش پر گر پڑا۔ گھر بھر میں ایک کہرام مچ گیا۔ شمیم کے والد نے ڈاکٹر کو بلایا۔ نوکر عطر، خوشبو، اور لخلخہ کا سامان کرنے دوڑے، مگر افسوس شمیم ایک بےحس مجسمہ تھا۔

حسن و عشق کے یکطرفہ التفات کا، بےپردہ شکن عورتوں کے اصولی، اخلاقی اور لازمی جرم کا کالج اور اسکول کے کمزور خیال طبقہ کی کیفیات کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، کیا شمیم کو ہلاک کرنے والا زبیدہ کا غیر ملتفت و خودغرضانہ انداز اور اس واقعہ کا بانی مبانی پردہ شکنی کے گناہ کا ارتکاب نہیں ہے،

خط و کتابت

"خونِ جگر کے چند قطروں" اور جون "شذرات" سے متاثر ہوکر دردمندانِ قوم نے جو خطوط ارسال فرمائے ہیں، ان میں سے چند ایک ناظرین کرام کی واقفیت کیلئے درج ذیل کئے جاتے ہیں،

احباب اگر زبانی و قلمی گرمجوشی کے بجائے عملی ہمدردی کیطرف توجہ دیا کریں۔ تو القریش کی مالی کمزوری کا سوال بطریق احسن طے ہو سکنے کے علاوہ افراد قوم میں بیداری کی وہی لہر پیدا ہو سکتی ہے جس کے ہم تمنی ہیں،

دردمندانِ قوم اور بہی خواہانِ القریش وسط اگست تک اگر پانچ پانچ خریدار بہم پہنچانے کی کوشش کریں، تو القریش کی پانچ گنا اشاعت ہوجانا کچھ بھی مشکل نہیں، غفلت و لاپرواہی دوسری بات ہے ورنہ ہم خوب جانتے ہیں کہ معاونین القریش میں سے بفضل خدا کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اپنے حلقہ اثر سے پانچ خریدار نہ دے سکتا ہو، کیا احباب توجہ دینگے؟

ایک سو روپے کا گرانقدر عطیہ

خریدار نمبر ۳۴۴، آپ پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں اور علمی فیاضی کے مجسمہ آپکی امداد و اعانت کا تذکرہ ان صفحات میں ناظرین کرام بارہا ملاحظہ کرچکے ہیں، امداد و اعانت کا جو طریقہ آپ نے اختیار کیا ہے وہ بالکل جداگانہ اور احسن ترین ہے،

القریش کے معاونین میں بڑے بڑے جاگیردار، رئیس اور ممتاز ترین عہدہ دار بھی ہیں لیکن مالی امداد و اعانت میں جس قدر ہاتھ آپ نے بڑھایا ہے وہ آپ اپنی نظیر ہے، اور القریش کی بارہ سالہ عمر میں واحد اور اول، قوم کے درد میں آپ چور چور ہیں، اور قومی ارگن کی ترقی و توسیع کے لئے بے تاب، قومی ضروریات کے سامنے ذاتی ضروریات کو آپ ہمیشہ ہیچ خیال کرکے اس کا عملی ثبوت پیش کرتے رہے، قومی خدمت کو فرض عین اور شیوہ انسانی سمجھتے ہوئے آپ روپیہ پیسہ کی پرواہ تک نہیں کرتے، اس سے پیشتر وقتاً فوقتاً کم و بیش پچاس روپے کی رقم القریش کی امداد و اعانت کے لئے آپ ارسال فرما چکے ہیں، اور اب ایک صد روپیہ کے گرانقدر عطیہ کی ترسیل سے اپنی عالمدوستی و قومی محبت کا بے مثل عملی ثبوت پیش کرتے

جو نظیر آپ نے قائم کی ہے وہ آپ ہی کا حصّہ تھا۔ ہم آپ کی اس عملی ہمدردی کے بصد دل سپاس گذار ہیں خدائے تبارک وتعالےٰ جزائے نیک دے، آمین!

آپ اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں، جون کا رسالہ ملا، قوم کی حالت اس حد تک گر چکی ہے کہ اب اس کے ابھارنے کے لئے غیر معمولی استقلال کی ضرورت ہے، کہاں ہم دنیا کی اعلےٰ قوموں کے سردار اور کہاں آج ذلیل ترین لوگوں کی نظروں میں حقیر وخوار، یہ سب اپنے اعمال کا نتیجہ ہے، خدا ہمیں سدھرنے اور سنبھلنے کی توفیق دے، آمین،

(۲) اس حقیر ترین ہدیہ پر شکریہ کی ضرورت نہ تھی، میں نے جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا اور مجھے کرنا چاہیئے تھا۔ اگر نہ کرتا تو بے غیرتی تھی، اور اگر کیا ہے تو فرض کی ادائیگی، جو کسی حالت میں بھی شکریہ کی حقدار نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس میں بھی خود غرضی ہے یہ بھی اپنی ہی قوم کے لئے ہے،

(آپ کچھ بیمار ہیں، ناظرین کرام مخیر وہمدرد بھائی کے لئے دعائے صحت کریں، ایڈیٹر)

مولٰنا قاضی شاہ ولی صاحب وکیل

رسالہ ماہ جون موصول ہوا "خون جگر کے چند قطرے" کے مضمون نے میرے دل پر نشتر کا کام کیا، صفحہ ۸ پر مایوسی کے عالم میں "جی ٹھنڈا ہو گیا۔ اور اب قوم اور اصلاح کا نام تک نہ لیا جائے گا" ایسے الفاظ جو آپ نے تحریر کئے ہیں، کلیجہ کو چھلنی کر گئے، قوم فی الحقیقت مردہ دل ہو چکی ہے، لیکن اسے زندہ دل بنانے کے لئے گھبرانا نہیں چاہیئے، آپ نے جس قدر مصائب ومصارف برداشت کئے ہیں وہ قابل داد ہیں، بدستور لیس للانسان الا ماسعی پر چلے چلیں کامیابی یقینی ہے، لایضیع اجر المحسنین اور لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کی شہادت موجود ہے، گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کر رہا ہوں، جو منظور خدا ہے ہو رہے گا ہمت نہ ہاریں اور دیوانہ بکار خود ہشیار پر عمل پیرا رہیں

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است وبس

دربند آں مباش کہ نشنید یا شنید

مولوی محمد رفیق شاہ صاحب صدیقی

ملتان سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ القریش ماہ جون ملا۔ افتتاحیہ بعنوان "شذرات" اور "خون جگر کے چند قطرے" بار بار پڑھے، اور رویا۔ واقعی ہماری یہی حالت ہے، اور

یہی اس کا صحیح نوٹ ہے، جو آپ نے پیش کیا ہے، اس مردہ دل قوم کو جو اپنے آبا و اجداد کے کارنامے اور شان و شکوہ بھول چکی ہے، فوراً ترقی کے زینے پر پہنچا دینا امر ناممکن نہیں، تو محال ضرور ہے، میرے ناقص خیال میں آہستہ آہستہ ترغیبی براوران کو ابھارنا اور اکسانا شائد مفید ثابت ہو اور اس بظاہر زندہ اور بباطن مردہ قوم کو مدہوشی کی نیند سے جگا دے تو جگا دے، یہ تو اتنا جانتے ہیں بلکہ یہ بھی فراموش کر چکے ہیں، کہ پدرم سلطان بود،

آپکی سرتوڑ کوشش اور جد و جہد یا دو ایک اور ہمدرد اصحاب کی سعی بلیغ نے اتنا اثر تو پیدا کر دیا ہے کہ ہم ناخلف بنی قریش کو محسوس ہونے لگ گیا ہے کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے، مگر اتنا احساس نہیں، اتنی ہمت نہیں کہ ترقی کے میدان میں قدم بڑھا سکیں، ورنہ جی تو یہ چاہتا ہے کہ ہم بھی وہ سبھی کچھ بن جائیں جو دیگر اقوام عالم بن چکی ہیں، ہماری حالت بالکل اس شعر کے مصداق ہے ؎

کل ایک شوریدہ بارگاہ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

میرے خیال میں یہ تو امر محال ہے، کہ ہم فی زمانہ تھوڑے سے عرصے میں قوم کو ترقی کے زینے پر پہنچائیں ہاں البتہ یہ امید قوی ہے کہ موجودہ افراد قوم کی کوشش سے شائد آئندہ نسلیں فائدہ اٹھا کر سوئی ہوئی قوم کو جگا دیں، اور شائد وہ اپنے قومی ارگن کو مضبوط کر کے دنیا کی اعلیٰ اور ترقی پذیر اقوام میں شامل ہو سکیں،

ہماری برادری کی حالت، ۲۴-۲۵ اپریل ۱۹۳۲ء کو خانپور تحصیل چکوال ضلع جہلم میں ہماری صدیقی برادری کا ایک قومی جلسہ انجمن ابنائے صدیق اکبرؓ کے نام سے منعقد ہوا، برادری والوں نے دھوم، دھڑلے اور زور شور سے مخالفت کی اور کہا۔ کہ یہ جلسے ویسے سب بچوں کے کھیل ہیں، یہ صرف نام و نمود کا بہانہ ہے، ہمیں کچھ فائدہ نہیں،، یہ سب کچھ سننے کے باوجود ہم نے جلسہ کیا۔ اور انجمن کو قائم کیا گیا۔ کارروائی چھپ رہی ہے آپکو بھیجونگا۔ میرا خیال ہے کہ ذرا کام چل جانے اسے آپکی انجمن سے ملحق کر دیا جائے،

(آپ کا اکلوتا بیٹا چار ماہ ہوئے رحلت کر گیا تھا، اب ۵۔ مئی ۱۹۳۲ء کو آپ کی بیوی فوت ہو گئیں، مولوی صاحب پیہم صدمات سے رنجیدہ دل ہیں، ہمیں آپ سے کمال ہمدردی ہے، دعا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ آپ کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا کرے آمین۔ ایڈیٹر)

حکمت و موعظت

صبر کیا چیز ہے؟

یہ ایک فلسفہ غم کے بے اصل ثابت کرنے کا ہے۔ خدا نے فطرت کی زبان میں "تردید غم" کا نام صبر رکھا ہے، قرآن شریف میں بار بار اس کی تاکید ہے کہ صبر کرو، مطلب اس کا یہ ہے کہ غم کو بے وجود سمجھو اور عقل سے کام لیکر غم کے باعث حوادث کو لازم فطرت جانو، جب یہ سمجھ لوگے کہ حوادث کا ظاہر ہونا مقتضائے فطرت ہے، تو اس میں تم کو رنج نہ ہوگا۔ اور فضول غم میں تم اپنی زندگی کا قیمتی وقت برباد نہ کروگے،

چیونٹیاں اپنے طلب معاش میں دوڑی چلی جاتی ہیں، راستہ میں کسی کا پاؤں ان پر پڑتا ہے، تو بہت سی کچلی جاتی ہیں، مگر قطار اس حادثہ سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتی وہ برابر چلتی رہتی ہے اور طلب معیشت کی سعی جاری رکھتی ہے۔ پچھلے حصہ کی چیونٹیاں جب ان مردوں کے پاس آتی ہیں، تو انکو دیکھکر سونگھ کر کترا کر چلی جاتی ہیں۔ کیا مجال کہ ایک لمحہ بھی ٹھیریں، اور اپنا وقت ضائع کریں،

انسان اشرف المخلوقات کا مدعی ہے، اور نادانی کا یہ عالم، کہ حقیر حیوانوں سے بھی گیا گذرا دنوں، مہینوں، اور برسوں مرنیوالے کا سوگ کرتا ہے اور اپنی زندگی کے فرائض کو بھول جاتا ہے

اصلاح قلب

اصلاح قلب سے بہتر منہیات سے بچنے اور اوامر کے بجا لانے کا کوئی ذریعہ نہیں، انسان کے جسم میں تو یہی ایک ٹکڑہ گوشت کا ہے جس کی صحت و درستی پر اعمال جوارح کی درستی منحصر ہے اِنَّ فِی جَسَدِ اٰدَمَ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّھَا ۔

جہاں قلب کا آئینہ خطرات ہوائے نفسانی کے غبار سے پاک صاف ہو گیا۔ جمال شریعت اس سے محجوب نہیں رہ سکتا۔ شاہد مقصود کا جلوہ دیکھ لینا اس کیلئے کچھ مشکل نہیں، ساری طاعات و عبادات ذوق و شوق کے ساتھ اس سے عمل میں آئیں گے، اور نماز جو جامع طاعات و عبادات ہے پورے خشوع و خضوع سے ادا ہوگی، کہ الَّذِینَ هُمْ فِی صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ کے مصداق بن جاؤگے

اصلاح و فلاح کو پہنچ جاؤ گے، اور تمام نیکی باتوں ہی کنارہ کش ہو جاؤ گے،

عذاب الٰہی

فرانس کے علاقہ میں ریلوے تصادم کا اس قدر تباہ کن حادثہ پیش آیا۔ کہ آج تک تاریخ فرانس میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس حادثہ سے کئی جانیں تلف ہوئیں۔ کئی سو انسان زخمی ہوئے، ایک پادری صاحب کا بیان ہے کہ مائیں سر پیٹتی ہوئی ٹوٹی ہوئی گاڑیوں میں اپنے بچوں کو تلاش کر رہی تھیں، انکی گریہ وزاری اور آہ و بکا سے کلیجے پھٹے جاتے تھے، مرد اور عورتیں نالہ و فریاد کر رہے ہیں، اس حادثہ سے پہلے زبردست اور ہولناک حادثہ شدید طوفان باد و باران کا تھا۔ اور ایسا تھا۔ کہ گویا آسمان پھٹ پڑا ہے، بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سے یہ حال تھا۔ کہ

رستم کا کفن زیر لحد کانپ رہا ہے

اس قسم کے حوادث و نوازل غافل انسانوں کو متنبہ کرنے کے لئے ظہور پذیر ہوتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے، اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ہم یذکرون (پ ۱۱ س توبہ) کیا یہ لوگ اتنی بات بھی نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال ایک دو بار مبتلائے مصیبت ہوتے رہتے ہیں، نہ تو یہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔ فہل من مدکر۔

تقریظ و تنقید

حمایت اسلام

مولانا ابوالاثر حفیظ جالندھری کی ادارت میں "انجمن حمایت اسلام" لاہور کیطرف سے یہ شاندار ہفتہ وار اخبار حال ہی جاری ہوا ہے، عام اخباری معلومات کے علاوہ تاریخی، اصلاحی اور اسلامی مضامین کی گوناگوں دلچسپیاں نہایت محنت و عرقریزی سے بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ یہ اسلامی اخبار قابل مدیر کے ہاتھوں میں اسم بامسمیٰ ثابت ہوکر قوم کا حق نمائندگی بطریق احسن انجام دیگا۔

بقرعید کی تقریب پر "حمایت اسلام" کا "عید نمبر" نہایت دلپذیر صورت میں شایع ہوا۔ جو تمام و کمال عید سے متعلقہ منثور و منظوم مضامین پر مشتمل ہے، کاغذ طباعت، کتابت بہترین، حجم ۳۲ صفحات، تقطیع کلاں، قیمت سالانہ تین روپے ششماہی عہ، منیجر حمایت اسلام لاہور سے ملیگا۔

سرحد عید نمبر

کارپردازان رسالہ "سرحد" پشاور نے مئی و جون کا رسالہ "عید نمبر" کے نام سے خاص اہتمام
کے ساتھ شائع کیا ہے "سرحد" اگرچہ شروع ہی دیدہ زیب صورت میں نکلتا ہے لیکن یہ نمبر اپنی خصوصیات
کے لحاظ سے اپنے تمام پہلے نمبروں سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے، اس میں غازی امیر امان اللہ خان
والئے افغانستان (۲) امیر عبد الرحمن خان مرحوم (۳) سید لعل بادشاہ سرحدی (۴) نواب سر
صاحبزادہ عبد القیوم (۵) درۂ خیبر (۶) اسلامیہ کالج پشاور (۷) مسجد اسلامیہ کالج پشاور (۸) غازی مصطفےٰ
کمال پاشا۔ غازی عصمت پاشا (۹) سردار رضا خان شاہ ایران (۱۰) غازی عبد الرحمن شہید
پشاوری کی عکسی تصاویر دیگئی ہیں۔ اور عید سے متعلقہ مضامین کے علاوہ اور بھی بہت سے مفید
مضامین شائع کئے گئے ہیں، ایڈیٹر صاحب اگر انتخاب مضامین پر ذرا اور توجہ دیتے، اور "بوسہ"
"میں نہیں جانتی" "ایک رات" ایسے مضامین کو اس میں جگہ دیکر بہترین اصلاحی مضامین کی حق تلفی
نہ کرتے تو موجودہ شان میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا۔ کاغذ ولائتی سفید، کتابت و طباعت عمدہ، قیمت
سالانہ للعہ، خاص نمبر کی قیمت سرورق پر درج نہیں حجم علاوہ حصہ پشتو ۹۸ صفحات، منیجر رسالہ
"سرحد" پشاور سے منگائیے،

خزینۂ برکات ولی

مولانا پیر سید امام علیشاہ صاحب فریدی الصابری پاک پٹنی نے اس کتاب میں رسوم عرس
حضرت شیخ الشیوخ خواجہ فریدالدین گنجشکر رح، فضائل ماہ محرم اور ان بزرگان عظام کے مختصر حالات
شائع کئے ہیں جو پاکپٹن شریف میں آرام فرما ہیں پیر صاحب نے ترتیب کتاب میں بڑی محنت و عرق
ریزی سے کام لیا ہے۔ اس قسم کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ لیکن آپ نے اس میں کئی قسم
کی معلومات کا اضافہ کرکے اہل ذوق پر ایک نمایاں احسان کیا ہے، کتاب میں حضرت خواجہ صاحبؒ
کے مزار مبارک، بہشتی دروازہ اور کربلائے معلےٰ کے عکسی فوٹو بھی دیئے گئے ہیں، یہ رواج کی پابندی
ہے ورنہ انکی ضرورت نہ تھی۔ کتاب بہرکیف قابل دید ہے، کاغذ ولائتی چکنا۔ کتابت و طباعت دیدہ
زیب حجم علاوہ سرورق ۱۲۰ صفحات، قیمت ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ۔ پیر سید امام علی شاہ صاحب
پاک پٹن (منٹگمری)

دیگر کتب و رسائل موصولہ پر آئندہ ریویو ہوں گے

متفرقات

حیدرآباد، دکن

اعلیحضرت ہزاگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام خلداللہ ملکہ فرمانروائی دکن نے اپنی دو بڑے شاہزادگان بلند اقبال کی سالگرہ کی تقریب سعید پر دعوت عام دی اور خوشی منائی، حسب دستور نذریں بھی قبول کی گئیں ،

فرمانِ شہریاری

سکندرآباد - ۲۶ جون - اعلیحضرت شہریار دکن نے ایک شاہی فرمان جاری فرمایا ہے جس میں پرائیوٹ سکولوں کے کھولنے جانے پر زور دیا گیا ہے ، اس سلسلہ میں ایک اور بھی سرکاری اعلان شائع کیا گیا ہے جسمیں درج ہے کہ بعض حلقوں میں گورنمنٹ کے خلاف یہ خبر اڑائی جا رہی ہے کہ حکومت کے گذشتہ اعلان تعلیمی کے متعلق غلط فہمیاں واقع ہوئی ہیں لوگوں نے سمجھا ہے کہ پرائیوٹ سکولوں کے کھولنے کو روکا گیا ہے ،

سرکاری اعلان میں زور دیا گیا ہے - کہ حکومت نے پرائیوٹ سکولوں کے کھولنے کی کبھی مزاحمت نہیں کی ، بلکہ ہر ممکن امداد پہنچائی ہے اور ایسے سکولوں کے کھولنے کیلئے حکومت بہت خوش ہے مگر یہ خیال رکھا جائے کہ انہیں صحیح تعلیم پر زور دیا جائے ، تاکہ سرکاری یونیورسٹی انہیں اپنے ساتھ ملحق کر سکے ،

حجاز

حجاز کی تمام خبریں سنسر ہو کر آتی ہیں ، تاہم یہ بات یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہے - کہ وہاں کی حالت سخت نازک اور ناگفتہ بہ ہے ، ابن سعود ملک الحجاز ہو گئے ، لیکن آپ کے ہاتھ سے جو سب سے پہلا کام ہوا وہ مزارات مقدسہ کا انہدام ہے ، اس سے عالم اسلام میں ایک عالمگیر منافرت پیدا ہو گئی ہے ، جنت البقیع کے شہید کرنے سے مسلمانوں کے دلوں پر ایک ناقابل برداشت صدمہ ہوا - روضۃ النبی کے ساتھ جو سلوک وہ کرنے والا ہے وہ اس سے بھی زیادہ رنجدہ اور المناک ہوگا - موتمر اسلامی کے دو تین اجلاس ہوئے لیکن بے نتیجہ ، ابن سعود نے اس فعل سے غیض و غضب کی جو لہر پیدا کر دی ہے ، خدا معلوم وہ کہاں تک طول پکڑے اور اس کے عواقب و نتائج کیا

ہوں، شہر شہر، قریہ بقریہ سعودی مظالم کے خلاف جلسے ہو رہے ہیں، حجاج کی واپسی اور موتمر کے اختتام کا انتظار ہے، صحیح واقعات کا انکشاف ہونے پر دیکھیں حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں، بہر کیف سعود کی دست درازی رنگ لائے بغیر نہ رہیگی،

بھوپال

ریاست بھوپال کی عنانِ حکومت ایک سو سال کی طویل مدت سے صنف نازک کے ہاتھ میں رہی نواب سلطان جہاں بیگم دامت ظلہا جو اب بطیب خاطر اپنے نورچشم کے حق میں دست بردار حکومت ہوئی ہیں سے قبل نواب قدسیہ بیگم صاحبہ جنت آرام گاہ (۲) نواب سکندر جہاں بیگم صاحبہ خلد نشیں، اور (۳) نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ خلد مکاں نہائت عزت واحترام کیساتھ شاندار طریق پر انتظام ملکداری فرماتی رہیں، تقریباً ۲۰ سال ہوئے، جب علیا جناب نواب سلطان بیگم صاحبہ اورنگ نشیں حکومت ہوئیں، اس وقت قحط وگرانی کیوجہ سے عام حالات نازک اور ریاست کا نظم ونسق ناقابل اطمینان تہا۔ لیکن آپ نے کمال دانشمندی کے ساتھ بے سروسامانی کیحالت میں اور اس وقت جبکہ نواب عالی جاہ سلطان دولہا صاحب دفعتہً رحلت فرما ہوئے حکمرانی وجہانبانی میں رعایا برایا کو شاد وخورم فرمایا۔ اور اب آپ نے بکمال ہوشمندی اپنی زندگی ہی میں زمام حکومت اپنے جائز وارث یعنے اپنے صاحبزادہ نواب کرنل حاجی محمد حمید اللہ خاں بہادر بی۔ اے علیگ، سی، ایس، ای، سی۔ ای، او کے سپرد فرمائی، ہماری دعا ہے کہ خدائے تبارک تعالیٰ نے اور نوجوان حکمران کو نواب قدسیہ بیگم کا سا رحم، نواب سکندر جہاں بیگم کا سا تدبر، نواب شاہجہاں بیگم کی سی فیاضی اور نواب سلطان جہاں بیگم کا سا عزم واستقلال اور فرزانگی عطا فرمائے، آمین!

آپ کی تاجپوشی اور مسند نشینی کا دربار نہائت شان وشوکت اور تزک واحتشام کے ساتھ ہو چکا ہے میاں آپکا دورِ حکومت تابناک کرے اور علیا جناب کا سایہ ہماپایہ قائم رکھے، آمین،

ریف

بعض خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ امیر محمد بن عبد الکریم گرفتار نہیں ہوئے بلکہ آزاد ہیں۔ صحیح حالات کا انتظار ہے،

قریشی ڈائرکٹری سے متعلقہ مراسلات کے جواب میں التماس ہے، کہ اس میں صرف ذاتی وخاندانی حالات بالاختصار درج کئے جائیں گے، برادری، برادری کے کسی خاص شخص کی سوانح

حیات مددگار نہیں، اپنے خاندانی حالات میں انکا ضمنی تذکرہ مناسب ہو تو کر دیا جا سکتا ہے، برادری کے مفصل شجرہ کی بھی ضرورت نہیں، خاندانی نسب نامہ اگر ہو سکے تو خاص انداز میں قلمبند کر دیا جائے، ایسے مضامین جس قدر جلد ممکن ہو بھجوا دئے جائیں، اور علاوہ ازیں برادری کے سربرآوردہ حضرات کے اسمائے گرامی، تذکرہ جاگیر، ملازمت کی صورت میں عہدہ، مشاغل تجارت وغیرہ، مقام سکونت اور صحیح پتہ کی فہرست مرتب کر کے بھجوائیں، تاکہ باہمی تعارف کے لئے رہنمائی کا کام دے،

رفتار اشاعت

فاروقی فیملی گوجرانوالہ "القریش" سے خاص انس و محبت رکھتی ہے، قومی تحریک میں سبقت کرنا اور میدان عمل میں آنا انہی کے حصہ میں ہے، القریش کی قلمی و مالی امداد کرنے اور اصلاحی مشوروں میں حصہ لینے میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہی ہے، قاضی نظیر حسین نے توسیع اشاعت میں مدد دینے کے علاوہ جس قدر قلمی اعانت کی ہے، ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ اب انکے عزیز قاضی محمد امین صاحب فاروقی نے تین خریداروں کی سالانہ قیمت بھجوا کر آپ کا بہترین تتبع کر کے شکرگذاری کا موقع دیا ہے، جزاھم اللہ خیر الجزاء

آپکی طرف سے حسب ذیل احباب کے نام القریش جاری کیا گیا،

(۱) جناب سید احسان علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر

(۲) جناب قاضی محبوب عالم صاحب حکیم (۳) جناب قاضی عطاء احمد صاحب حکیم.

احباب اپنا اپنا فرض محسوس کریں، پانچ پانچ خریدار ونکا بہم پہنچانا کچھ مشکل نہیں، ذرا توجہ کی ضرورت ہے،

علاوہ ازیں احباب ذیل نے خریداری منظور فرمائی،

(۱) جناب منشی منظور محمد صاحب پٹواری حلقہ نمبر ۳۴۳، خود

(۲) جناب منشی محمد ظہیر صاحب فاروقی منجانب خریدار نمبر ۳۴۳ ۶

(۳) جناب منشی محمد عبداللہ صاحب فاروقی " "

(۴) جناب شیخ خورشید احمد صاحب اسلامیہ کالج لاہور منجانب خریدار نمبر ۳۴۳ ۶

(۵) جناب مفتی محمد جمیل صاحب انصاری، کلکتہ، خود

(۶) جناب قاضی غلام جیلانی صاحب فاروقی بتوسل جناب منشی محمد حسین صاحب گرداور [illegible]،

ایک ٹریولنگ انسپکٹر صاحب کا دلچسپ اور ضروری مراسلہ بوجہ عدم گنجائش رہ گیا ہے، آئندہ درج ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ،

اطلاع

انجمن حمایت اسلام لاہور کی انتظامیہ مجلس اعلیٰ کیلئے جو نیا نظام تجویز ہوا ہے اس کے مطابق کونسل کے اکثر ممبران کا عام انتخاب ہوگا۔ جس کا حق مفصلہ ذیل اصحاب کو دیا گیا ہے (۱) ان عطیہ دہندگان کو جنہوں نے جنوری ۱۹۲۵ء سے آج تک بلکہ ۳۱ جولائی ۱۹۲۶ء تک کم ازکم ایک سو روپیہ کی امداد کی ہو (۲) گریجوایٹ لائف ممبران انجمن کو جن کے نام ۳۱ دسمبر ۱۹۲۵ء کو درج فہرست تھے، (۳) غیر گریجوایٹ بشرح ضمن ۲-(۴) گریجوایٹ عام ممبر کو جو ۳۱ دسمبر ۲۵ء کو ممبر تھے اور اب ہیں لیکن انتخاب میں ووٹ دینے کا حق انکو اسی صورت میں ہوگا جب ووٹ کے دن ان کے ذمے کچھ بقایا نہ ہو (۵) غیر گریجوایٹ عام ممبران جو ۳۱ دسمبر ۲۵ء کو ممبر تھے اور اب بھی ہیں لیکن انتخاب میں ووٹ دینے کا حق انکو اسی صورت میں ہوگا۔ جب ووٹ کے دن انکے ذمے کچھ بقایا نہ ہو، مذکورہ بالا ووٹران کی فہرست مرتب ہوچکی ہے اور دفتر میں موجود ہے، دفتر کے وقت میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اسوائے عطیہ دہندگان کے جن کے نام ایک اور فہرست میں بھی درج ہو سکتے ہیں۔ کسی شخص کو دو شقوں میں ووٹ دینے کا حق نہ ہوگا۔ لہٰذا اعلان عام کیا جاتا ہے کہ اگر کسی حقدار کا نام فہرست میں درج ہونے سے رہ گیا ہو یا کسی غیر حقدار کا درج ہوگیا ہو تو ہر ممبر کا فرض ہے کہ اس سہو کو درست کرائے، ایسی اطلاعیں ۲۵ جولائی تک دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔ اس کے بعد کوئی ترمیم نہ کی جائیگی

۱۱ جولائی ۱۹۲۶ء } عبدالعزیز آنریری سکرٹری۔ انجمن

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۴۷۴

اللہ اکبر



ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ——— فی پرچہ چار آنہ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس پرنٹر قریشی محمد علی رونق پبلشر کیلئے چھپا اور شائع ہوا!

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی، کا سبق دینے اور رسوماتِ قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ "القریش" کی آواز بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں

(۱) **قلمی اعانت** ہو اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل سے جو مجوزہ مقاصد کے موافق ہوں

(۲) **ترقی اشاعت** (حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار دیکر) سے

(۳) **القریش** کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر، کہ یہی ہیں پیر ہمارا قوم کی شیرازہ بندی کا راز مضمر ہے،

نیازمند

مینجر

فہرست مضامین

جلد (۱۲) القریش امرتسر بابتہ اگست ۱۹۲۶ء نمبر (۸)

نمونہ ملاحظہ کرنیوالے احباب بواپسی ڈاک منشائے خریداری و عدم خریداری سے دفتر کو مطلع فرما کر مشکوری کا موقع دیں

مینجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلام الملوک ملک الکلام

خسرو معظم شہریار دکن کا نعتیہ کلام

ہے فخر رسل انجمن آرائے مدینہ
مولائے جہاں ہے میرا مولائے مدینہ

زاہد کو ہوائے چمن خلد مبارک
ہم جان سے رکھتے ہیں تمنائے مدینہ

آنکھوں میں کھنچے عالم لاہوت کا نقشہ
دل سے جو کوئی دیکھے تماشائے مدینہ

اے اہل نظر غور سے دیکھو تو ذرا تم
تصویر کا عالم ہے سراپائے مدینہ

ہے طائر سدرہ بھی ہوا خواہ ہمارا
جس روز سے ہم ہو گئے شیدائے مدینہ

کیا آنکھ پڑے گلشن ہستی کی فضا پر
ہے اپنی مقابل رخ زیبائے مدینہ

اک سلسلۂ گیسوئے محبوب ہی یہ بھی
رہتا ہے میرے سر میں جو سودائے مدینہ

غیرت دہ صد برق تجلّی گل طیبہ
رشک شجر طور شجرہائے مدینہ

ہر دم دل مشتاق رہے محو نظارہ
اے کاش یہ سینہ میرا بنجائے مدینہ

یثرب کے ہر اک ذرّہ میں محبوب کا دیدار
دیکھوں جو مقدر مجھے دکھلائے مدینہ

اے باد صبا خاک کو عثماں کی پس مرگ
لیجا کے اڑا دے سر صحرائے مدینہ

جن معاونین کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ سال آئندہ کا زر چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر مشکور کریں، مینجر۔

اگست ۱۹۲۶ء
جلد ۱۲ نمبر ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

شذرات

دردِ دل کی آواز رائیگاں نہیں جاتی۔ قلوب پر آخر کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے۔ الحمد للہ، کہ "خونِ جگر کے چند قطرے" اثر پیدا کئے بغیر نہ رہے، اس نے قریش کے یخ بستہ خون کو گرما ہی دیا۔ چنانچہ بارہ سال کی طویل مدت میں یہ پہلا موقع ہے کہ وہ جن کے کان ہماری صدا اور دردبھری آواز سننے سے قاصر تھے، آج خود بخود انجمن اور اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے انعقاد اجلاس کی تحریک کر رہے ہیں اور بیتابانہ منتظر! سچ ہے، کُلُّ اَمْرٍ مَرْہُوْنٌ بِاَوْقَاتِہٖ۔

اب سوال یہ ہے کہ اجلاس کہاں ہو اور کب؟ اسے کامیاب بنانے کے لئے کون سے وسائل و ذرائع اختیار کئے جائیں؟ اس کا جواب دردمندانِ قوم کے ذمے ہے، ہمارے خیال میں دسمبر کی تعطیلات موزوں ہونگی۔ کافی وقت مل جانے سے پراپیگنڈا باحسن وجوہ ہو سکیگا۔ جملہ ناظرین اپنی اپنی رائے کے اظہار سے بواپسی مشکور کریں

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی قلمی و مالی امداد و اعانت کا معیار شکریہ کی حدود سے بہت بلند ہے، القریش کی توسیع اشاعت میں اگر آپ کوشش کرتے ہیں، تو اوراقِ القریش کو مزین بنانے کیلئے قلمی ایثار سے بھی دریغ نہیں کرتے، القریش کی کوئی اشاعت نہیں جو آپکی قلمی امداد کی رہین منت نہو، آپ بہترین دل و دماغ رکھتے ہیں آپ کے قلم کو پاکیزہ خیالات اور حسن تجاویز خوبی کے ساتھ پیش کرنیکی قدرت قدرت نے عطا کر رکھی ہے، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ،

"مسلمانوں کا نوروز" کے عنوان سے اس اشاعت میں احترام محترم پر آپ کا ایک بہترین مضمون ہے، جو دراصل اُس کمی کو پورا کرتا ہے جو القریش کی گذشتہ اشاعت میں اس موضوع پر کسی مضمون کے شائع نہ ہونے سے ہوئی ہے، ہم قاضی صاحب کی توجہ فرمائی کے مشکور ہیں، کہ انہوں نے ایک فروگذاشت کے رفع کرنے میں ہماری مدد فرمائی۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء،



"آوان برادری" سادات علوی ہونیکی دعویدار ہے، اس پر مولانا سید محمد عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی مورخانہ حیثیت میں یہ تحقیق کر رہے ہیں کہ آیا وہ اپنے اس دعوے میں حق بجانب بھی ہیں یا نہیں، آپ کا ایک محققانہ مضمون اس موضوع پر شائع ہو چکا ہے اور منوز اس کا بہت سا حصہ ہمارے پاس محفوظ ہے،

رسالہ "اعوان" جلد ا نمبر ۲ میں منشی نواب الدین خاں نے اپنے اس دعوی کے ثبوت میں کچھ ناتسلی بخش سے دلائل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "قاضی نظیر حسین اور مولانا فرحتی صاحبان اگر ہمیں سادات علوی سمجھ کر ہماری عزت نہیں کرنا چاہتے تو قریش سے تو خارج نہیں کردیں گے"، ہم کہتے ہیں کہ ابھی ہمیں آوان برادری کے قریشی ہونے میں بھی شک ہے، اور یہ شک اس وقت تک نہیں رفع ہو سکتا۔ جب تک کہ معتبر تاریخی روایات سے اس دعوی کا بین ثبوت نہ پیش کیا جائے،

آوان برادری ہندوستان کی ممتاز قوموں میں شمار ہوتی ہے، قریش کو انہیں اپنے اندر جذب کرنے میں فخر ہے بشرطیکہ وہ بنی ہاشم و بنی قریش کی ذریات میں سے ہونے کا کامل ثبوت پیش کر سکیں، اگر یہ نہیں تو پھر دعوی بے دلیل ... ...

جس کا جو چاہے بنا پھرے، کوئی کسی کو کیونکر منع کر سکتا ہے؟

مولانا فرحتی نے "کیا آواگون قرین قیاس ہیں؟" کی دوسری قسط ارسال فرمائی ہے، اس کا آخری حصہ چونکہ اعوان جلد ۱ نمبر ۲ کے جواب سے متعلق ہے، اس لئے ہم اسے اسی اشاعت میں درج کرتے ہیں، اگر ضرورت ہوئی تو پہلا حصہ پھر درج کیا جائے گا۔ امید ہے کہ ناظرین کرام بالخصوص مکرم منشی نواب علیخان صاحب آواگون اسی حصہ سے کچھ حاصل کرنیکی کوشش کریں گے،



ترتیبِ ڈائرکٹری سے متعلق کثرت رائے قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی مؤید ہے حال میں جتنے خطوط اس بارہ میں موصول ہوئے ہیں، ان سب کا ملخص یہ ہی کہ "ڈائرکٹری سے متعلقہ مضامین ساتھ کے ساتھ شائع کئے جائیں"۔ لہٰذا احباب ترسیل مضامین میں عجلت سے کام لیں، انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت سے ہی ایک باب اس موضوع پر کھولدیا جائے گا۔



جولائی کا رسالہ کتابت کی اغلاط سے اس قدر پُر ہے کہ الٰہی توبہ! ان اغلاط کا صحت نامہ بنانیکے لئے وقت اور درج کرنے کے لئے جگہ، ایں خیال است و محال است و جنوں، ہمیں کمال افسوس اور رنج ہے، انشاءاللہ تعالےٰ آئندہ پروف بغور دیکھا جایا کریگا۔ داستانِ ریف اور دیگر مضامین نثر کی غلطیاں تو ہم نظر انداز کرتے ہیں ناظرین خود درست کرلیں گے، چونکہ منظوم مضامین کی غلطیاں بعض ناظرین از خود درست نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے انکی بعض اہم غلطیوں کا صحت نامہ درج ذیل کیا جاتا ہے، وھو ھذا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	حوالہ
۱۷	۹	داستان	راستان	دوسری رباعی۔ چوتھا مصرعہ
۱۷	۹	تہید ستم	تہید ستی	تیسری ،، پہلا ،،
۱۸	۲	کن طیب	کس طیب	
۱۸	۷	توانستے بدن	توانستے بہ تن	
۱۹	۱۵	زہد شکیبے	زہد شکیبے	

آج کل "گورمنٹ انگریزی اور حضور نظام" کے عنوان سے اخبارات میں طرح طرح کے مضامین اشاعت پا رہے ہیں، کہا جاتا ہے کہ گورمنٹ انگریزی کیطرف سے نظام گورمنٹ کا چند الزامات کی بنا پر جواب طلب کیا گیا ہے۔"

۵۔ اگست کے ٹربیون نے تو یہاں تک لکھدیا کہ "۲۰۔ اگست تک اگر نظام گورمنٹ کیطرف سے تسلی بخش جواب نہ آیا۔ تو تحقیقاتی کمیشن کا تقرر عمل میں آئیگا۔"

"ڈیلی میل" "سٹیٹسمین" "اور ایسوسی ایٹڈ پریس" کے علاوہ عام اردو اخبارات بھی اس موضوع پر مختلف النوع خیالات کا بڑے وثوق کیساتھ اظہار کرتے رہے، لیکن ہمارا شبہ یقین کے درجہ تک نہ پہنچا۔ اور وہ اسلئے کہ قلمرو نظام کا نظام ملکداری اور اعلیحضرت نظام کا انصاف و مساوات اس قدر قابل تحسین و لائق تعریف ہے کہ ریاست کے ۹۵ فیصدی ہندو آپکی تعریف و توصیف کے گیت گاتے ہیں۔ لاریب پچھلے دنوں حیدرآباد میں بیشتر ہندوؤں کی زبانی حضور کی تعریف و ثنا ہمنے اپنے کانوں سنی، اور یہ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ چاروں طرف مذہبی تعصب اور ملی منافرت کی آگ شعلہ زن ہو بالکل نرالی بات تھی، اس سے زیادہ ہر دلعزیزی کی کوئی مثال اس زمانہ میں پیش کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے،

"گورمنٹ انگریزی اور حضور نظام" کے تعلقات "یار وفادار" سے خطاب کرنیمیں جس شرح و بسط سے پنہاں ہیں، اس کیلئے کسی نکتہ رسی اور دقیقہ فہمی کی ضرورت نہیں، حضور نظام شہریار دکن نے جنگ عظیم کی مصیبت کبریٰ میں جانی و مالی قربانی سے جس وفاداری کا حق ادا کیا۔ گورمنٹ انگریزی اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتی، جب رعایا سے وہ تعلقات ہوں اور برطانیہ سے یہ، تو پھر دوستانہ مشوروں اور معمولی باتوں کو اس قدر اہمیت دینے والوں کے بیانات پر اعتماد کرنیکی گنجائیش ہو تو کیوں؟

ہندو اخبارات اور ان کے وقائع نگار تو قیام سلطنت ہی سے بے پر کی اڑاتے چلے آئے ہیں بیسیوں دفعہ پہلے بھی اعلیحضرت حضور نظام کے خلاف مضمون لکھے گئے، اور یہ کہ وائسرای نے آپ کو دہلی طلب کیا، فلاں تاریخ کو نظام گورمنٹ کے صدر اعظم جوابدہی کیلئے شملہ آنیوالے ہیں، اسیطرح یہ بھی ایک شوشہ چھوڑ دیا گیا۔ اصل میں ہندو کمیونٹی کے مسلم آزار رویہ کی یہ بھی ایک شق ہے، ورنہ بات کچھ بھی نہیں! اعلیحضرت حضور نظام کی گورمنٹ نے اخبارات کے ان تمام بیانات کی تردید کرکے معاملہ کو صاف کردیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ضروری امور کیمتعلق گورمنٹ انگریزی نے ایک دوستانہ مشورہ پیش کیا ہے اور بس! امید ہے کہ گورمنٹ انگریزی اپنے "یار وفادار" سے اپنے تعلقات کو اور بھی مستحکم و استوار کرنیکی تدابیر پر عمل پیرا رہیگی، اور ایک اعلان کے ذریعے ان تمام غلط فہمیوں کی تردید کردے گی،

مسلمانوں کا نوروز

(از جناب مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مسعودی الریاست تلات)

دنیا میں ہر قوم کے نئے سال کا آغاز خوشی اور خوشی سے ہوتا ہے، لیکن اہل اسلام کا سال رنج اور غم سے شروع ہوتا ہے۔ محرم کا چاند دیکھکر مسلمانوں میں خوشی کی تمام رسمیں اور تقریبیں معین ایام کے لئے ترک اور ملتوی ہو جاتی ہیں۔ اور ہر مسلمان محرم کا چاند دیکھکر رنج و غم کے گہرے اثر کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

مرور ایام کوئی خوشی کی بات نہیں۔ کیونکہ زمانہ ہوا کا ایک جھونکا ہے، جس کے روکنے کے لئے خواہ کتنے ہی جتن کیوں نہ کئے جائیں مگر رکنے میں نہیں آتا۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے، کہ اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ کیونکہ دن کے بعد دن۔ مہینہ کے بعد مہینہ اور سال کے بعد سال گذرتے چلے جاتے ہیں۔ مگر کیا مجال کہ کوئی روک سکے،

بیک لحظہ، بیک ساعت، بیکدم
دگرگوں مے شود احوالِ عالم

انقلاباتِ عالم باعتبار اپنی گوناگوں نیرنگیوں کے مختلف نوعیتوں پر واقعہ ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا نے بامراد، اقبالمند، اور کامیاب کیا۔ وہ خوشیاں مناتے اور ایک مسرت سے لطف اندوز ہو چکنے کے بعد دوسری مسرت کی آمد کے منتظر اور امیدوار رہتے ہیں اور جن برگشتگانِ بخت کی قسمت اور نصیبے میں ناکامی و نامرادی لکھدی۔ انہیں اسباب کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ کہ "مبادا ازیں بترگردد" کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ ایک مصیبت گئی نہیں اور دوسری آپہنچی، عنفوانِ شباب کے متوالے خوشی و شادمانی کے ساتھ سالگرہ مناتے اور ہر نئے سال کی صبح سے نئی امیدوں اور نئی آرزوؤں کا خیال باندھتے ہیں، مگر سنِ انحطاط میں منازلِ زندگی طے کرنے والوں کو ہر انقلابِ زمانہ پر افسوس آتا ہے، کہ ایک سال اور بھی موت کے قریب آگیا،

اندریں حالات فطرتِ انسانی کے نزدیک غور طلب سوال یہ ہے کہ آیا انقلابات

زمانہ پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے یا غم کا ؟

بنظرِ تعمق غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ طبائع اور مذاق پر منحصر ہے اور یہ سب باتیں اعتباری ہیں، جن کا دار و مدار حالت، حیثیت، اور نقطۂ نگاہ (پوائنٹ آف ویو) سے تعلق رکھتا ہے،

غم اور خوشی کی حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ دنیا اپنے ان فرزندوں کو جو خاص قابلیت رکھتے ہوں مصیبتیں ڈال کر انکی آزمائش کرتی ہے، جیسا کہ سونے کی سلاخ کو آگ میں ڈالنے سے اس کا کھرا پن معلوم ہو سکتا ہے، اسی طرح انسان سخت ترین آزمائشوں، ابتلاؤں اور امتحانوں میں ڈالا جاتا ہے، کیونکہ عظمت کا ایک بڑا ثبوت حوادث و مصائب کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنا بھی ہے، بلکہ اکثر نے اپنی عظمت و بڑائی ہی کی وجہ سے تکالیف برداشت کی ہیں،

انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں بعض اشخاص بہادرانہ طریق پر شہید ہوئے، اور اگرچہ ہر ایک ملک، ہر ایک مذہب اور ہر ایک قوم کا اپنا اپنا شہید ہے۔ لیکن تاریخ اسلام ایسے شہدائے عظام کے تذکروں سے پر ہے۔ جن پر ہر ایک معقول پسند قوم کو ناز ہو سکتا ہے،

غرہ محرم دنیائے اسلام میں وہ المناک تاریخ ہے جس میں محرم کی چاندنی رات جدی الاعلیٰ والاطہر، امیر المومنین، فاروق اعظم۔ حضرت عمر رض رحلت فرمائے خلد بریں ہوئے اور ممالک مقبوضہ کی شہنشاہی کا تاج اپنے جانشینوں کے سپرد کر گئے، آپ کے عہدِ خلافت میں ان ممالک کا کل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل تھا جس میں شام مصر، عراق۔ جزیرہ، خوزستان، عراق عجم، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان خراسان اور مکران جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ بھی تھا شامل تھے، آپ کے زمانہ میں فتوحات اسلامی کی وہ عدیم النظیر ترقی ہوئی کہ آپ کے ایام خلافت یعنے دس سال اور چھ مہینے میں چھتیس ہزار شہر اور پانچ سو قلعے فتح ہوئے، گویا اس عرصہ میں عساکر اسلامی کی اوسط رفتار تقدم یہ رہی کہ ایک دن میں دس شہر فتح ہوا کئے، یہ اور آپ کے دیگر ہمیشہ زندہ رہنے والے عظیم الشان کارنامے صفحۂ یاد کے چمکیلے حروف ہیں۔ جو فرزندانِ اسلام کو رہتی دنیا تک ان کے فرائض سے انکو آگاہ کرنے کے لئے زبانِ حال سے پکار پکار کر کہتے

رہیں گے۔ کہ — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قانونِ قدرت بتلاتا ہے کہ رنج راحت پر مقدم ہے، چنانچہ پیدا ہوتے اور آنکھ کھولتے ہی انسان کے بچے کا پہلا فعل رونا ہوتا ہے، جو حکیمانہ اصول کے رو سے منحوس نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ مولود کا بوقتِ ولادت نہ رونا بدشگونی پر محمول کیا جاتا ہے اور بااوقات دنیا میں اس نئے آنیوالے بچے کی زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے، لہٰذا اسلامی سال کا رنج وغم سے آغاز قانونِ قدرت کے منافی نہیں،

آغاز پر ہی کیا منحصر ہے، سن ہجری کا اختتام بھی ایک ایسے مہینہ پر ہوتا ہے، جو خدا کی درگاہ میں جانوں کی قربانیاں پیش کرنے اور جان کا خراج خالقِ جان کی نذر کرنے کے لیے مخصوص ہے،

ابوالانبیأ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بڑے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کیلئے آمادہ ہوگئے تھے، جب وقت آیا تو خدا نے ایک دنبہ فدیہ میں قبول کیا۔

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے، کہ انسان کی قربانی موقوف ہوگئی ہے، بلکہ یہ جاننا چاہیئے کہ اس صرف اس بات کا سلسلہ موقوف ہوگیا۔ کہ انسان دوسرے انسان کو پکڑکر، لٹا کر اور اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے پر چھری پھیرے، لیکن سچے ایثار نفس اور حق پژوہی کو ظاہر کرنیوالا انسانی قربانی کا پاکیزہ اور اعلیٰ طریقہ ہمیشہ دنیا کا سرمایۂ ناز رہا اور رہے گا۔ کہ انسان کلمۂ توحید پڑھتا ہوا خدا کی راہ میں حق کی حمایت کیلئے جان دیدے،

تاریخ اسلام بتلاتی ہے کہ اس مبارک اور عظیم المرتبت قربانگاہ پر بہت سی ممتاز اور قیمتی جانیں چڑھ چکی اور حیاتِ جاودانی کی سند حاصل کرچکی ہیں، وَلاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولکن لاتشعرون (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انکو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں، بلکہ زندہ ہیں، مگر ان کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے،

حضرت ذکریاؑ اور حضرت مسیحؑ کی قربانی اسی پر چڑھی، اسی پر حمزہ و جعفر کی مبارک زندگیاں قربان ہوئیں، اسی پر فاروق اعظم، عثمان ذی النورین اور علی مرتضیٰ کی قربانیاں چڑھ ہیں۔ اور اسی پر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے سارے خاندان کیساتھ دس محرم ۶۱ھ مطابق ۹۔ اکتوبر ۶۸۰ء کو میدان کرب و بلا میں یوم جمعہ کو عصر کیوقت اپنی بیش قیمت قربانی چڑھائی۔ جس کی یاد نے سن ہجری کے پہلے مہینے کو ابد تک دنیائے اسلام میں رنج و غم اور نوحہ و ماتم کا مہینہ بنا

ویلہے ؎ بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند آں پاکبازانِ محبت را ،

تاریخ اسلام میں یہ ایک ایسا درد انگیز اور خوں ریز حادثہ ہی جسکی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی ، عیسائیوں میں باوجود اس اعتقاد کے کہ حضرت مسیح نہایت ہی مظلومی اور بیرحمی کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے ، اور باوجودیکہ ان کا خون انسان کے گناہوں کا کفارہ تصور کیا جاتا ہے مگر انکی مظلومی اور مصلوبی پر عیسائی دنیا میں کوئی رنج وغم نہیں کیا جاتا۔

حضرت مسیح علیہ السلام جب صلیب پر چڑہائے گئے تو ان کے ہاتھوں میں شاید صرف دو میخیں گاڑی گئی تھیں ، لیکن جناب امام حسین ؑ کا جسمِ اطہر قاتل دشمنوں کے اسلحہ کا تختۂ مشق بنا۔ اگرچہ امام مظلوم کی شہادت نے دنیا پر مخالف و موافق اثر ڈالا ہی ، مگر اسمیں کلام نہیں ، کہ آپ نے اپنے خون سے باغِ اسلام کی آبیاری کی اور آپکی شہادت سے اسلام نے از سرِ نو زندگی پائی ، خواجہ خواجگان سر سردار چشتیاں معین الدین چشتی اجمیری رح نے کیا خوب فرمایا ہے ،

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقاکہ بناء لا الٰہ است حسین ؑ

یہ کہدینا کہ مسیح کی قربانی کے بغیر دنیا ہمیشہ کے جہنم میں جھونکی جاتی ، بہت آسان ہی مگر یہ ثابت کرنا کہ مسیح کے مصلوب ہونے سے درحقیقت دنیا کو کیا فائدہ ہوا۔ بہت مشکل ہے ،

مظلومیت کی یہ انتہا ہی کہ امام ؑ کا سر تن سے جدا کیا گیا۔ اور نعش مبارک کو پائمال کیا گیا اگر دنیا کی نجات کسی اکیلے شخص کے دکھہ درد سہنے پر ہی منحصر ہوتی ، تو وہ شخص مسیح نہیں ، بلکہ سید الشہدا امام حسین ہوتے ،

امام حسین نے شجاعت واستقامت اور صبر و رضا کی نہ مٹنے والی یادگار صفحہ عالم پر قائم کی ، اور " ایلی ایلی۔ لما سبقتنی " یعنے اے خدا۔ اے خدا ، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ پکارنے والا کوئی اور تھا ؟

پس مذہبی طریقہ سے ہو یا اپنی موجودہ افسوسناک حالت کے لحاظ سے ، ہمیں شروع سال پر غم وافسوس ہی کرنا چاہئے ، ہاں۔ یہ علیحدہ بات ہی کہ ہمیں غم کرنا چاہئے تہا۔ مگر افسوس کہ غم کرنا بھی نہ آیا۔ کیونکہ فلسفۂ شہادت کے اصول کو سمجھ کر اس سے کوئی مفید عملی سبق حاصل نہیں کیا جاتا۔

کہ گالی دینا بُری عادت ہے، کیونکہ جو شخص خود گالی دیتا اور ایسی عادت رکھتا ہو وہ ہی اس سے نفرت کرتا ہے،

ایک مسخرہ دوسروں سے ہر روز مسخری اور ٹھٹھا کرتا ہو لیکن جب کوئی اس سے مسخری کرتا ہے تو بیزار ہوتا ہے۔ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ بیجا مسخری ایک تکلیف دہ بات ہے،

ایک رشوت خوار ہر روز مقدمہ والوں سے بخوشی رشوت لیتا تھا۔ ایک دفعہ گاؤں کے پٹواری یا کسی دوسرے اہلکار نے اس سے بھی رشوت مانگی، تو بُرا مانا۔ اہلکار نے کہا حضور انور یہ ہی کام ہے جو آپ بھی روز کرتے ہیں، اگر لیتے ہو تو دو بھی!

جو شخص دوسرے کا منہ چڑاتا ہے، اپنے منہ چڑائے جانے پر کیوں ناراض ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ یہ روش فی الحقیقت بُری ہے،

جو شخص کسی دوسرے سے نیکی کرتا ہے، اس کا دل خوش ہوتا ہے، اور وہ اس طریق عمل میں ایک طمانیت پاتا ہے، صرف اس وجہ سے اور اس باعث یہ طمانیت ہوتی ہے، کہ جب کوئی دوسرا اس سے نیکی کرتا ہے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نیکی فی الواقع اور فی نفسہٖ ایک اچھا عمل اور نیکی ہے،

ایک پرانا مقولہ ہے "ہر کہ بر خود مپسندی بر دیگراں ہم مپسند"، ہر ضمیر اور ہر دل آواز دیتا اور وقت پر جتاتا ہو، ہر ضمیر اور ہر دل کا جو فرض ہے وہ پورا کرتا ہے، سننے اور غور کرنے کیواسطے کان چاہیئے، سمجھنے کے دل بینا۔ ضمیر کی یہ صدا ہے کہ اگر تم سلامتی کی راہ دیکھنا چاہتے ہو تو میری سنو اور میری آواز پر غور کرو اور کان دھرو،

طرفہ حرف است ایں کہ زلف یار میگوید بہ من
از بلا گر میگریزی ؟ در پناہِ من بیا

خدا نے انسان کو مردہ دل اور بے حس ضمیر نہیں دیا۔ اس میں ایک زندگی اور ایک حس رکھی گئی ہے، ایسی زندگی اور ایسی حس جو اس کو زندہ کرتی اور اس میں غیر فانی اور روشن روح پھونکتی ہے، اس روح کا نام سرشتی یا فطرتی شریعت بھی ہو، یہ وہ روح ہے جو ہر ذی روح کو بایں اوصاف حاصل ہو، یہ پورا کرتی ہے اس نوشتۂ الہامی کو کہ خدائے کبیر نے انسان کو اپنی کل مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ بنایا ہے، اور اس امر کو بھی کہ دنیا میں بُرائی اور نیکی دونوں معمول ہیں اور دونوں کی نسبت ضمیر نوٹس دیتا ہے، اگر کسی کی روح اور فطرت مردہ نہیں ہو چکی تو تقویٰ اور

مجور کی بابت ہر زندہ ضمیر صدا دیتا اور اعلان کرتا ہے ۔
دیکھو ۔ ایک شخص کسی بیگناہ کو دکھہ دیکر پیچھے اپنے دل میں ہی پچھتاتا اور شرمندہ ہوتا ہے ۔
یہ اس حس اور اس ضمیر کا اثر ہے جو اس کی سرشت میں اور اس کے پہلو میں رکھدیا گیا ہے ۔ اس سے شریعت اور احکام شریعت کی تائید اور تصدیق ہوتی ہے ۔ اور انسان غور کے بعد کہنے لگتا ہے ۔ کہ "انبیا علیہ السلام جو کچھہ لائے ہیں" اور جو کچھہ کہتے ہیں" وہ عین برحق ہے ۔ یہ ضروری تھا ۔ کہ ضابطہ ضمیری کے مقابلہ میں ایک ضابطہ ظاہری بھی ہو اور یہی پیمانہ ہے مقابلہ صداقت اور تائید حق کے واسطے چونکہ دین اسلام ایک فطرتی دین ہے ۔ اور شریعت اسلامی عین فطرت کے مطابق ہے ۔ اسی واسطے اس آیت میں یہ ارشاد ہوا ۔ یہ آیت ضمیری رنگ میں گویا شریعت اسلامی کی ایک تائیدی اور تصدیقی شہادت ہے ۔ ضمائر اور دلوں پر غور کرو ۔ اور انکی آوازیں سنکر ان کے معنی لگاؤ ۔ ضمیر اور دل پر غور کرنا اور اس کی صداؤں پر کان دھرنا بجائے خود ایک عبادت اور ایک ریاضت ہے ۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ ؛

(خان بہادر مرزا سلطان احمد منشی ڈپٹی کمشنر)

تاریخ اسلام کا ایک ورق

کیا اسلام تلوار سے پھیلا ؟

جنگ صفین میں حضور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ایک زرہ گم ہوگئی ۔ جب آپ مراجعت فرمائے کوفہ ہوئے تو اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھکر فرمانے لگے ۔ یہ زرہ تمہیں کہاں سے ہاتھہ لگی ۔ یہ تو میرا مال ہے ۔ یہودی کی شوخ چشمی ملاحظہ ہو ۔ باوجودیکہ اچھیطرح جانتا تھا ۔ کہ جس شخص کے مال پر اس نے دست تصرف دراز کیا ہے ۔ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ایک عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا ہے ۔ اور اس بات پر قادر ہے ۔ کہ اس سے بہ جبر اپنا مال وصول کرلے ۔ کہ یہ جبر بھی حق پر مبنی ہے ۔ لیکن صاف انکار کردیا اور کہنے لگا ۔ کہ

سالانہ آمدنی کا تخمینہ ۴۰ کروڑ پاؤنڈ یعنے ۶۰ کروڑ روپیہ انگریز مورخوں نے لگایا تھا لیکن سونے کی قیمت بڑھ جانے سے یہ آمدنی ایک ارب سے بھی زیادہ ہو جاتی، اگر اجناس کی گرانی پر خیال کرتے ہوئے جائزہ لیا جائے تو اس زمانہ کے حساب سے کئی ارب روپیہ عالمگیر کے خزانہ میں سالانہ آتا تھا۔ لیکن وہ اس تمام آمدنی کو بیت المال سمجھے ہوئے تھا جس کا اپنے آپ کو امین سمجھتا تھا۔ چنانچہ مدح خوانوں اور شاعروں کے عہدے اس خیال سے تخفیف کر دیئے کہ بیت المال پر کوئی ناجائز بوجھ نہ پڑے، اور خود فرصت کیوقت کلاہیں بناتا اور اپنے ہاتھ کی محنت سے ذاتی مصارف کا متحمل ہوتا۔

تاریخ ہند منکسر المزاجی کی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتی، پھر کیا یہ تعصب مذہبی نہیں۔ کہ ایک ایسے شخص پر عیاشی و عشرت پسندی، نخوت و کدورت کے الزامات لگائے جائیں، جو تاج و تخت کا مالک ہو کر بھی اپنے ہاتھ کی محنت پر گذر اوقات کرتا ہو۔

سنہ ۲۵ جلوس کے بعد عالمگیر برابر دکن میں رہا۔ اور اس کی فوج میں مسلمانوں کیطرح چھتری بھی تھے اور بڑے بڑے عہدوں پر آخیر تک رہے، عالمگیر کے ہندو افسروں کی فہرست دیکھیئے تو آخیر تک اس میں مرہٹے اور راجپوت نمایاں عہدوں پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ ہندوؤں کو عالمگیر نے ناخوش کر دیا تو ہندوؤں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ واقعات سے چشم پوشی کرنا نہیں تو کیا ہے؟

جسونت سنگھ نے داراشکوہ کے اشارے سے عالمگیر سے مقابلہ کیا۔ اور شکست کھائی۔ عالمگیر نے تخت پر بیٹھ کر اس کی سرکوبی کرنے کی بجائے اس کا قصور معاف کر دیا۔ بلکہ اسے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ سپہ سالاری کے زمانہ میں عین حالتِ جنگ میں یہ عالمگیری فوج سے علیحدہ ہو کر شجاع سے جاملا۔ میدان عالمگیر کے ہاتھ آیا۔ تو عالمگیر نے اس کی خطا پھر معاف کر دی۔ اور اعتماد کر کے پھر سیواجی کے مقابلہ میں بھیجا گیا۔ تو اس نے سیواجی ایسے دشمن سلطنت مغلیہ سے رسم دوستی قائم کر لی۔ عالمگیر نے پھر درگذر کی، اور کابل کی مہم میں اسی سپہ سالار مقرر کیا اور جب وہ مرا تو اس کے دو نابالغ بیٹوں کو دربار شاہی میں بلا کر عالمگیر نے مطابق دستور خاندان مغلیہ منصب، ریاست اور خطابات عطا کئے، باوجود ان مراعات کے راجپوت ان لڑکوں کو دربار شاہی سے خفیہ طور پر نکال لے گئے، اور علم بغاوت بلند کیا۔

کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے عالمگیر پر اعتراض کرنے میں کوئی حق بجانب ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

زنانہ نصابِ تعلیم اور مصلحانِ قوم

تعلیم نسواں پر اطراف واکناف سے آوازیں اُٹھ رہی ہیں۔ ضرورت بھی ہے۔ کہ اس کے لئے پرزور صدائیں بلند ہوں اور عملی طور پر جس قدر ممکن ہو اس میں حصہ لیا جائے۔ کیونکہ ملک وملت کی حالت اس وقت تک روباصلاح نہیں ہوسکتی جب تک کہ تربیت اولاد کا انتظام احسن طریق پر نہ ہو اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک کہ تعلیم نسواں پر پوری پوری توجہ نہ دیجائے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا زنانہ مدارس ومکاتب کی موجودہ حالت تسلی بخش بھی ہے یا نہیں! اور زنانہ نصاب تعلیم حصول مقصد میں ہماری کہاں تک مدد کرسکتا ہے؟

کسی راستے پر چلنے سے قبل اگر اس کے نشیب وفراز پر غور نہ کیا جائیگا۔ تو ظاہر ہے کہ منازل کو طے اور مشکلات کو عبور کرنے میں کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی،

موجودہ تعلیم اور نصاب تعلیم کے عواقب ونتائج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں روزمرہ کے مشاہدات ہمارے سامنے ہیں اور اس پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں!

"ہلاکِ تمدن" کے عنوان سے القریش کی گذشتہ اشاعت میں جن رنجدہ اور افسوسناک واقعات درج ہوئے ہیں... ایسی کئی ایک آئے دن ہمارے دیکھنے میں آتے ہیں۔ پھر کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ ہم تعلیم نسواں پر تو زور دیں، مگر اس کی اصلاح پر ذرہ برابر بھی غور نہ کریں،

تاریخ قدیم کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ کی خواتین نے بڑے بڑے شاندار کارنامے کئے، قومی وملی خدمات کی انجام دہی میں وہ مردوں سے کسی طرح پیچھے نہ رہیں! یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ تعلیم وتربیت مخصوص اصولوں کے ماتحت ہوتی تھی، اور بس! اور آج اگر طالبات ننگِ خاندان ثابت ہوتی ہیں تو کیوں؟ اس لئے کہ اصولِ تعلیم ناقص ہے۔ غیر مذاہب کی استانیوں کے رحم پر ننھی ننھی بچیوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور پھر خبر تک نہیں لی جاتی!

تاریخ ابن خلقان ایسے واقعات سے پُر ہے، جن سے قرونِ ماضیہ کی خواتین کی علمدوستی وفرزانگی کا پتہ چلتا ہے، کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم ان واقعات سے کچھ حاصل کرنیکی کوشش کریں؟

متفرقات

ابن سعود ملک الحجاز جو نہ کرنا تھا کر چکنے کے اب چند روز سے ساکت و صامت ہیں، مقابر و مآثر حجاز کی حالت عمومی کیا، یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ "موتمر" کی اس قرار داد کا کیا حشر ہوا، جو بقیہ مآثر، مقابر اور روضۃ النبی صلعم کی حفاظت کی خواہش پر مبنی تھی،

جریدہ "فتی العرب" قاہرہ سے ۴ ماہ حال کی خبر ان الفاظ میں لکھتا ہے، کہ ایرانی گورنمنٹ کی جو آخری سرکاری اطلاعات موصول ہوئی ہیں، انسے یہ خبر پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ ایران نے تمام اسلامی اقوام کو ایک موتمر میں دعوت دی ہے جسمیں ابن سعود کے اعمال شنیعہ اور تخریب مآثر متبرکہ پر صدائے احتجاج کیجائیگی، لیکن ابھی تک اس آواز پر کسی طرف سے لبیک کی صدا نہیں آئی،

ہمعصر "خلافت" کو لکھنؤ سے ایک نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ انجمن خدام الحرمین کا ایک وفد جس میں سیٹھ سلیمان قاسم مٹھا۔ مرزا ہاشم اصفہانی اور مولانا حسرت موہانی ہونگے، رضا پاشا پہلوی فرمانروائے ایران کے پاس جا رہے ہیں، چند اشخاص اور بھی شرکت وفد کیلئے آمادہ ہیں، حکیم مجندی اور حکیم اصفہانی کا نام بھی کنیٹیٹ وفد کیلئے پیش ہوا تھا۔ مگر مخالفت کے باعث واپس لیلیا گیا۔ وفد کے سیکرٹری مولوی سعید الرحمن قدوائی ہونگے، یہ ابھی طے نہیں ہوا۔ کہ وفد کب اور کس غرض سے جائیگا۔ یہ تمام تفصیلات لاہور میں اکتوبر کی کسی تاریخ میں طے ہو جائینگی، اخراجات وفد کیمتعلق سیٹھ سلیمان قاسم مٹھا صاحب ہی فراہمی سرمایہ کی اپیل کیگئی ہے،

قاہرہ کی ایک خبر ہے کہ عربی خاندان جو اندلوں مصر میں مقیم ہیں، وہ آج کل ان خبروں کو بہت غور سے پڑھتے ہیں، جو جزیرۃ العرب کیمتعلق اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں اور خصوصیت سے ان خبروں پر بڑی توجہ کیجاتی ہے، جو شام، فلسطین، عراق اور حجاز کیمتعلق ان تک پہنچتی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قاہرہ کے اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ کہ ان عربی خاندانوں نے اپنا ایک وفد مرتب کیا ہے جو بلاد عرب کا دورہ کریگا۔ اور سب سے پہلے شاہ یمن امام یحییٰ اور یسی سے ملاقات کریگا اس وفد میں چار بزرگ شام کے اور تین مصر کے ہیں۔ اس وفد کا یہ بھی مقصد ہے کہ امام یمن اور ابن سعود کے درمیان مصالحت کراوے، کیونکہ ان دونوں حکمرانوں میں عسیر کے معاملہ میں سخت اختلاف رونما ہو گیا ہے، اسی کے ساتھ یہ عظیم الشان وفد ان دونوں حکمرانوں کے سامنے یہ تجویز بھی پیش کریگا

کہ بڑے پیمانہ پر ایک خالص عربی کانفرنس منعقد کیجائے ۔ جس میں اقوام عرب کے باہمی تعلقات پر آخری طریقہ سے بحث کیجائیگی ،

ہندو مسلم فساد کی روک تھام کیلئے مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت موتی لال نہرو نے ایک نئی انجمن موسوم بہ "انڈین نیشنل یونین" کے قیام کا اعلان کیا ہے ۔ تجویز و تحریک تو نیک ہے دیکھیں "عمل" کیا رنگ لاتے ہیں ،

"آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس" اس وقت تک پنجاب میں ۲۷ طلبا کو ۵۱۴۸ ، اور کشمیر میں ۶۳ طلبا کو ۹۳۳۹ ، روپیہ وظیفہ کے طور پر عطا کر چکی ہے ۔ گویا کانفرنس کی سعی سے ۲۲ ہزار ۷ سو ۴۸ روپے کے صرف سے ۹۰ طلبہ اب تک زندگی میں کامیاب ہو چکے ہیں ، جو ممکن ہے کہ اگر انجمن مدد نہ کرتی تو اس وقت آوارہ گردی میں مبتلا ہوتے ،

حضور نظام اور سرکاری انگریزی سے متعلق جس قدر خبریں اشاعت پذیر ہوئی ہیں ، وہ سب بے بنیاد اور غلط ہیں ،

ہندوستان میں سونے کا ایک معیار قائم کرنے کی تجویز زیر غور ہے ،

پیامِ امین

یہ لاجواب کتاب صدہا انگریزی۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ ہندوستانی اور چینی کتابوں کا انتخاب ہے، جو مولانا محمد عبداللہ صاحب متنا س سابق ایڈیٹر وکیل امرتسر کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے،

قرآن کریم کے متعلق علمائے مغرب کے کیا خیالات ہیں؟ کتاب پاک کی نسبت دنیا کا اعلیٰ دماغ کیا رائے رکھتا ہے؟ دنیا کی کس کس مغربی یا مشرقی زبان میں کلام اللہ کا ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ ترجمے کب اور کہاں کہاں سے شائع ہوئی ہیں۔ قرآن کریم کی مجلدات دنیا میں کن ذرائع سے اور کیونکر پھیلیں۔ ان سوالات کا صحیح اور محقق جواب صرف پیامِ امین کے اوراق دے سکتے ہیں، انیس سو کے قریب دنیا کے غیر مسلم نامور مورخوں، مصنفوں اور صاحب نظر لوگوں نے قرآن کریم کی عظمت و صداقت کی زبردست شہادت دی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں قرآن عظیم کے متعلق اس سے زیادہ عظیم الشان ومعنی خیز و بصیرت افزا کتاب تصنیف نہیں ہوئی، اگر آپ نے ابتک کتاب اللہ کا مطالعہ نہیں کیا۔ یا آپکو نعوذ باللہ قرآن کی صداقت میں کچھ شبہ ہے تو پیامِ امین کا مطالعہ فرمائیے، یقیناً آپکا دل قرآنی عظمتوں سے معمور ہو جائیگا۔ اور آپ کتاب مبین کے مطالعہ کی طرف مائل اور اس کے کلام الٰہی ہونے کے قائل ہو جائیں گے،

اس کتاب نے لامذہبیت کے فتنے کو رد کر دیا ہے، واعظین اور علما ادب اور منطقی طبع کے حضرات، جدید تعلیم پذیرفتہ نوجوان لڑکوں۔ لڑکیوں اور مستورات کے لئے پیامِ امین کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ یہ کتاب کفر و الحاد لامذہبی و بے راہ روی کے خیالات دور کر کے دل و دماغ میں الٰہی نور اور قرآن و اسلام کی عظمت کا ایک پائیدار احساس پیدا کرتی ہے اس کی قبولیت کا یہ حال ہے کہ اعلیٰحضرت حضور نظام نے اسے اپنی ممالک محروسہ کی انعامی کتابوں میں شامل کر لیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی۔ پشتو۔ ملیالم زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ کاغذ کتابت، طباعت نہایت اعلیٰ۔ قیمت علاوہ محصول ایک روپیہ (عہ)

حقیقۃ السیادۃ الہاشمیۃ

مصنفہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی۔ اس میں ایک نامہ نگار اخبار اثنا عشری کے مضمون "سید" کی تنقید کرتے ہوئے سادات بنی ہاشم کی سیادت کا ثبوت دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آل عباس آل علی آل جعفر آل عقیل یہ سب سادات ہیں اور شریف و سید کے لقب سے حضور سرور عالم کے زمانہ سے ابتک ملقب رہے ہیں، کتاب نہایت دلچسپ، کتابت و طباعت دیدہ زیب، قیمت علاوہ محصول آٹھ آنہ (۸) **مینجر القریش امرتسر** سے طلب کیجئے،

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۷۸

الفرقان رسول نمبر

الفرقان کا یہ خاص نمبر خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا تھا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی شرح و بسط سے نظم و نثر میں دیئے گئے ہیں، مضامین ملک کے مشہور ادیب اور انشا پردازوں کے لکھے ہوئے ہیں، جو نہایت دلچسپ ہیں، آپؐ کی زندگی کے اہم ترین واقعات تواریخوں میں ملتے ہیں، لیکن رسول نمبر کا انداز تحریر جداگانہ ہے، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنے، ۴ر،

الفرقان صدیق نمبر

سیدنا عبداللہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے فضائل، اخلاق و ایثار، و لطف کا وہ جامع الاوصاف مجموعہ، جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل، زہد و تقوےٰ، عصمت و عفاف، احسان و کرم، حلم و عفو، عزم و ثبات، ایثار و لطف، اور غیرت و استغنا کا سبق حاصل ہوتا ہے،

منثور و منظوم مضامین ان چوٹی کے انشاپردازوں کے ہیں، جو عہد حاضر میں مسلمہ اہل قلم و مورخ مانے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف چار آنہ،

المشتہر

منیجر رسالہ الفرقان امرتسر (پنجاب)

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ





القریش امرتسر کا نبی نمبر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت عہ

القریش کے مقاصد

القریش قدیم تاریخ اسلام کو نئے رنگ میں پیش کرکے مسلمانوں کو اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی تاکید کرنے، معتبر تاریخی روایات کی شہادة سے شاہانِ اسلام کی صداقت، انصاف شعاری اور حق جوئی کا ثبوت دینے حالاتِ حاضرہ پر دلچسپ، نتیجہ خیز بحث کرکے اتحاد بین المسلمین کی اہم تجاویز پیش کرنے اور قوم قریش کی شیرازہ بندی کے لئے اصلاحی و قومی مضامین کی اشاعت کرنے کے لئے بارہ سال سے قریشی محمد علی صاحب ذوق کی ادارت میں امرتسر سے ہر انگریزی مہینہ کی ۱۶ تاریخ کو آب و تاب شائع ہوتا ہے،

سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس فرمانروائے دکن ادام اللہ سلطنتہ وحشمتہ کے تلطفِ شاہانہ سے مدارس محروسہ سرکار عالی کے لئے کثیر تعداد میں خریدا جاتا ہے،

اگر آپ

کو

ان مقاصد سے اتفاق ہے، اور قوم وملت کے لئے مفید سمجھتے ہیں
تو خود خریدئے اور اپنے احباب کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیجئے

قیمت سالانہ

عوام سے تین روپے — طلباء سے دو روپے آٹھ آنہ — فی پرچہ ۴ر

نیازمند
منیجر

القریش نبی نمبر

جلد ۱۲ نمبر ۹ | بابتہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۵ھ مطابق ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء | قیمت سالانہ تین روپیہ فی پرچہ ۴ر

فہرست مضامین

جو احباب "نبی نمبر" کی قیمتاً تقسیم میں مدد کرنا چاہیں، وہ بہت جلد مطلع فرمائیں، مینجر

نبی نمبر اور ہم

مالی کمزوری اور اس پر قدر دانوں کی قدر ناشناسی اور پھر یاران قریش کی بے التفاتی مانع ہے، ورنہ خدائے برتر و اکبر کے فضل و کرم سے القریش بھی صحافت حاضرہ کی مروجہ خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکتا اور ہر اسلامی و قومی تقریب پر اپنے مخصوص نمبر حسن ظاہری و باطنی سے آراستہ کرکے صوری و معنوی خوبیوں کا گنجینہ، دیدہ زیب صورت اور دلاویز حالت میں شائع کر سکتا ہے، کاش! برادران قریش اور ناظرین کرام اپنا فرض محسوس کریں اور اس خصوص میں دوسری اقوام کی قومی و علمی جدوجہد سے متاثر ہو کر اپنے قومی آرگن کی وسعت و ترقی کے لئے دل سے کوشاں رہتے ہوئے اس کی مالی کمزوری کو دور کرنے کیلئے امکانی مساعی سے کام لینے لگیں،

ہمارے معاصرین نے عید نمبر، میلاد نمبر، معراج نمبر، کانفرنس نمبر، قومی نمبر، وغیرہ ناموں سے مختلف تقاریب و اوقات پر اپنے اپنے مخصوص نمبر شائع کئے، اور انہیں بہتر سے بہترین اور دلکش بنانے میں امکانی کوششوں سے کام لیا۔ تتبع اور تقلید کا اشتیاق ہمیں بھی بارہا پیدا ہوا، مگر افسوس کہ مالی کمزوری کیوجہ سے ہر دفعہ اور ہر موقع پر ہم اس ارادے سے ہاتھ اٹھا لینے پر مجبور ہوئے اور ناکام آرزوئیں کرکے رہ گئے،

حالات کا تو اثر اب بھی وہی ہے، مالی پریشانیوں سے اطمینان نہیں ہوا، لیکن اب کے میلاد النبی کی مبارک تقریب نے کچھ ہیجان سا پیدا کر دیا، کہ میلاد نمبر یعنی نبی نمبر کی اشاعت کا تہیہ ہو ہی گیا، اور امیر تائید غیبی یہ ہوئی کہ اسی موضوع پر مضامین کی بلا مطالبہ آمد شروع ہوئی، چنانچہ سب سے پہلا مضمون میلاد النبی کے عنوان سے ہمارے محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے ارسال فرمایا، اور پھر بھائی نامی کوہ سوا نے ایک تضمین بھیجدی، ازاں بعد مخدومی مرزا سلطان احمد صاحب کا مضمون "کیا کہا اور کیا جانا" اور ایک نعت دونوں ایک ہی ڈاک میں ملگئے، علیٰ ہذا اسیطرح اس موضوع پر چند بہترین مضمون موصول ہونے سے ہمارے عزم و ارادہ میں استقلال ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک،

افسوس کہ وقت بہت تھوڑا ملا، ورنہ اشتہارات و اعلانات سے بہتری کی اور بھی صورتیں پیدا ہو جاتیں، بہر کیف خدائے تبارک و تعالیٰ کے الطاف و اکرام کا شکر ہے، کہ نبی نمبر ایسے بہترین نمبر کی اشاعت کا القریش ایسے ناچیز و ناتواں رسالہ کو بھی شرف و اعزاز حاصل ہوا،

نبی نمبر گو میلاد کی تقریب پر شائع ہوتا ہے، مگر مضامین میلاد ہی تک محدود نہیں، بلکہ آپ کی ولادت بعثت، سیرت، اسوۂ حسنہ، اور زندگی کے جستہ جستہ اہم واقعات پر مشتمل ہیں، اس طرح سے "نبی نمبر" بفضل خدا ہر نوع ایک جامع کتاب بنگئی ہے، جو نہایت کارآمد اور مفید تریں ہے، امید ہے کہ ناظرین کرام اسکی

مطالعہ سے محظوظ ہوتے ہوئے، اور رسالہ کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ فرما کر اراکین کو ممنون فرمائیں گے، ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلام الملوک ملک الکلام

یعنی

سلطان العلوم اعلیحضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس فرمانروائے دکن ادام اللہ اقبالہ واجلالہ

کے

نعتیہ قطعات

ورفعنا بہ عروج تو سند شاہا ہست — قاب قوسین بشانت صفت ادنیٰ ہست
جبینہ تاج تو طغرائے انا فتحنا دارد — حرز بازوئے ن و قلم و طٰہٰ ہست

تجھ سا سرور ہی کہاں تاج فتحنا والے — اے شہنشاہ عرب یثرب و بطحا والے
ہم تو ہیں کعبۂ ابرو کے تری سجدہ گذار — اے شہ ختم رسل گنبد خضرا والے

تاج ہی فرق نبی کا فتدلّیٰ کیا ہے — قاب قوسین سے ظاہر ہے کہ رتبہ کیا ہے
منکر قول شفاعت سے یہ پوچھے کوئی — معنی آیت یعطیک فترضٰی کیا ہے

مصلحت تھی یہی حضرت کے یہاں آنے میں — تیرگی تا نہ رہی دہر کے کاشانے میں
جب ہوا مہر عرب جلوہ نمائے عثماں — سرنگوں بت ہی ہوئے سجدہ ہوئے بتخانے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۲ نمبر ۹ ٭ اہلحدیث امرتسر ٭ بابت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ

کا

نبی نمبر

شذرات

فضیلت ماہِ ربیع الاول

ماہ مبارک ربیع الاول کو اور اسلامی مہینوں پر یہ خاص شرف حاصل ہے کہ اسی مہینہ میں ہمارے آقائے نامدار مولائے ذی وقار سردار دوجہان نبی آخر الزمان حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے رونق افروز ہو کر اس عالم کو اپنے جمال باکمال سے منور و روشن فرمایا

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے، کہ وہ خدا تعالیٰ کے اس عظیم الشان احسان یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تشریف آوری کے عملی شکریہ میں بفحوائے آیت کریمہ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ فَلْيَفْرَحُوا حسب حیثیت و بقدر استطاعت احکام مطہرہ شریعت کو ملحوظ رکھ کر فرحت و سرور کا اظہار کرے، محافل ذکر ولادت و فضائل سرور کائنات میں صدق و خلوص سے شریک ہو، اس ماہ متبرک میں درود شریف کا بکثرت ورد کرے اور یتامیٰ و مساکین کو نقدی اور کپڑا وغیرہ تقسیم کرے، ہر شہر اور ہر قصبہ کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے یہاں عید میلاد النبی ؐ کا ایک عام جلسہ نہایت اہتمام و شان سے منعقد کریں، اور اسمیں علمائے باعمل اور متدین واعظوں سے حضرت نبی کریم ؐ کے فضائل

ومحامد کرائیں، آداب ذکر مبارک کو ان مجالس میں پورے طور پر ملحوظ رکھیں، اور قارئین وسامعین سے کوئی امر خلاف شرع مطہر سرزد نہ ہونے دیں، افسوس ہے کہ آج کل کے ہوا پرست مسلمانوں نے محافل میلاد شریف جیسی متبرک ومقدس مجلسوں کو بھی نعوذ باللہ اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ قرار دے رکھا ہے، میلاد شریف پڑھنے کیلئے چھانٹ چھانٹ کر ایسے خوش الحان گویوں کو بلایا جاتا ہے، جو از سرتا پا فسق وفجور کی مجسم تصویر ہوتے ہیں۔ مجلس کی زیبائش وآرائش میں اسراف ونمائش سے کام لیا جاتا ہے، ذکر نبی کے آداب کو مطلق ملحوظ نہیں رکھا جاتا مجلس شریف کو نعتیہ غزلوں کا مشاعرہ بنا دیا جاتا ہے، غلط سلط روایتیں اور بے سروپا حکایتیں بیان کیجاتی ہیں، ایسے لغو اشعار پڑھے جاتے ہیں جن سے حب رسول میں زیادتی ہونے کی بجائے نوجوانوں کے طبائع میں فسق وفجور کی تحریک اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہوتی ہے، اللہ تعالے ہمیں ان مفاسد سے بچنے اور منہیات شرعیہ سے محترز رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے مگر بلاد اسلامیہ میں عید میلاد النبی عموماً ۱۲ ربیع الاول کو منائی جاتی ہے، اہل مکہ کا بھی اسی پر عمل ہے، اسی تاریخ کو مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جاتی ہے، نوشیرواں کے انتقال کیوقت حضور انور کی عمر شریف آٹھ سال کی تھی، صاحب فن تحقیق التواریخ لکھتے ہیں کہ نوشیرواں کا انتقال ۵۷۹ء میں ہوا اس سے ثابت ہوا کہ حضور انور کی ولادت ۵۷۱ء میں ہوئی،

ولادت

شہنشاہ کونین حضرت محمد صلعم کی ولادت باسعادت کی صحیح تاریخ میں مؤرخین کا اختلاف ہے لہذا بعض استدلالات کا خلاصہ ذیل میں دیا جاتا ہے،

محمود فلکی لکھتا ہے، کہ

( ) صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صغیر السن صاحبزادے) انتقال کیوقت آفتاب میں گہن لگا تھا اور سنہ ۱۰ھ تھا۔

(۱) ریاضی کے قاعدہ سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گرہن ۷ نومبر ۶۳۲ء ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

(۲) قواعد ہیئت سے معلوم ہوتا ہے کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق

تھی ،

(۳) تاریخ ولادت میں اختلاف ہے ، لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لیکر ۱۲ تک میں منحصر ہے ،

(۴) ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے ، ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً ۳۰ ، اپریل ۵۷۱ء تھی ،

ارباب سیر کا بیان ہے کہ شب ولادت ایوان کسرے کے ۱۴ کنگرے گر گئے ، آتشکدۂ فارس بجھ گیا ، دریائے ساوہ خشک ہو گیا ۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسرے کیا شان عجم ، شوکت روم اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے ، آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر ، آتشکدۂ کفر ، آذرکدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے ، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی ، بتکدے خاک میں مل گئے ، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا ۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ہو کر ایک ایک کرکے جھڑ گئے ،

توحید کا غلغلہ اٹھا ، چمنستان سعادت میں بہار آگئی ، آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں ، اخلاق کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا ،

پیغمبروں میں آنحضرت صلعم کی تاریخی فضیلت

عالم فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں ، اس لئے یہ ہستی جامع ، دنیا میں اگر ہمیشہ نہیں رہ سکتی ، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی زبان کا ایک ایک حرف ، اس کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا ، اس کے حلیۂ وجود کے ایک ایک خط و خال کا عکس لے لیا جائے ، کہ مراحل زندگی میں جہاں ضرورت پیش آئے ، رہنمائی کے کام آئے ، لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جسطرح دیگر تمام بانیان مذہب حیات معنی کبرے کے وصف سے خالی تھے ، ان کے کارنامۂ زندگی کی تصویریں بھی ناتمام لیگئیں ، جناب مسیح کے ۳۳ سالہ زندگی میں صرف ۳ برس کے حالات معلوم ہیں ، فارس کے مصلحان دین صرف شاہنامہ کے ذریعہ سے روشناس ہیں ، ہندوستان کے پیغمبر ، افسانوں کے حجاب میں گم ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت آج جو کچھ معلوم ہے ، اس کا ذریعہ موجودہ توراۃ ہے ، جو حضرت موسیٰ کے ۳۰۰ برس بعد عالم وجود میں آئی ، یہ قدرت کیطرف سے اشارہ تھا ۔ کہ ان کے کارنامے اور اصول تعلیم ابدی نہ تھے ، اس لئے نقل و روائت کے آئینہ میں جس قدر اس کا ناتمام عکس اترا

اس سے زیادہ ضروری بھی نہ ہتا۔ قدرت، خود ضرورت کی اندازہ داں ہی اور جب جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ خود مہیا کردیتی ہے،

تمام ارباب مذاہب میں ہر ایک کو اپنا مذہب اسی قدر عزیز ہے جسقدر دوسرے کو ہے اس لئے اگر بے پردہ یہ سوال کیا جائے، کہ دنیا میں کون ہستی تھی جس میں جامعیت کبریٰ کا وصف نمایاں رہا؟ تو ہر طرف سے مختلف صدائیں آئیں گی، لیکن اگر یہی سوال اس پیرایہ میں بدل دیا جائے، کہ دنیا میں وہ کون شخص گذرا ہے جس کا کارنامۂ زندگی اس طرح قلمبند ہوا۔ کہ ایک طرف سے توصحت کا یہ انتظام تھا۔ کہ کسی صحیفۂ آسمانی کے لئے بھی نہ ہوسکا۔ اور دوسری طرف وسعت اور تفصیل کے لحاظ سے یہ حالت ہے کہ اقوال وافعال، وضع قطع، شکل وشباہت، رفتار وگفتار، مذاق طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، طریق معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی، تو اس سوال کے جواب میں صرف ایک صدا بلند ہوسکتی ہے،

محمد عربی فدیۃ ابی ؤ امی

ایک چڑیا کا ذوق دیدار

ہجرت کے ارادہ سے حضور صلعم مکہ چھوڑ غار ثور میں تشریف لے آئے ہیں، کفار قریش تلاش میں سرگرداں ہیں، کئی بار غار ثور کے دہانہ تک آتے اور نامراد وناکام واپس چلے جاتے ہیں نہ ہیں نہ رسول دکھائی دیتے ہیں اور نہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ،

غار بہت تنگ تاریک ہی، سانپ بچھو اور سینکڑوں موذی جانوروں کے بل ہیں، اور اس قدر کہ گویا کسی بدنصیب عاشق کا سینہ ہے، جسے فراق اور ہجران کے تیروں نے چھلنی کر رکھا ہے،

حضور صلعم اور آپ کے وفادار دوست خدا کی یاد میں مشغول ہیں، ناگاہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دیکھا۔ کہ ایک چھید کے اندر ایک چڑیا بالکل بے حس وحرکت کسی کے انتظار میں آنکھیں کھولے بیٹھی ہے، تین دن اور تین رات کا زمانہ گذر جاتا ہے، مگر صدیق اکبر رضؓ نے اسے اپنی گھونسلے سی باہر نکلتے نہیں دیکھا، اس لئے وہ اس کی اصلیت وحقیقت معلوم کرنے کے اشتیاق میں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں، حضور اقدس واعلیٰ سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست سے اس محویت

کا سبب دریافت فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے کہا۔ کہ

فداک امی وابی حضورؐ میں تین دن اور تین رات سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ اس چھید میں ایک چڑیا ساکت وصامت اور بےحس وحرکت آنکھیں کھولے بیٹھی ہے، اور اپنی گھونسلے سے باہر نہیں گئی۔ تعجب ہے کہ یہ کہاں پئے بغیر جیتی کیونکر ہے، حضورؐ نے یہ سنکر دیکھا اور فرمایا۔ کہ بیشک چڑیا بیٹھی ہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ کیا راز ہے، حضورؐ اس پر غور کر رہے تھے، کہ جبریلؑ حاضر ہوئے اور اور بعد سلام کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے، کہ آپ ابوبکر صدیق سے چڑیا سے اس کی کیفیت کا مطالبہ کرائیں، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی دریافت پر چڑیا بولی، کہ

اے رسولؐ کے یار غار اور حبیب خدا کے غمخوار جب خدائے تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو روئے زمین پر بھیجا اور پیغمبر آخر الزماںؐ کے اوصاف جن وانسان اور چرند وپرند تمام مخلوق میں بیان ہونے لگے تو میں نے یہ بھی سنا۔ کہ وہ اس طرح ہجرت کرینگے اور غار ثور میں آکر بیٹھیں گے، اور آپ کے ساتھ ان کا ایک سچا دوست ہوگا جس کا نام ابوبکر صدیق ہوگا۔ مجھے اشتیاق ہوا۔ کہ میں اس رسول اور اس کے باوفا دوست کی زیارت کروں، میں نے درگاہِ الٰہی میں دعا کی، اور وہ مقبول ہوگئی، میں اس غار میں آئی اور آشیانہ بنا کر بیٹھ گئی، خدا تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے اتنی عمر دی کہ آدم علیہ السلام کے دور سے آج تک زندہ رہی اور میرے دل میں القا کر دیا۔ کہ جب تجھے بھوک لگے تو رسول اللہ اور ابوبکر صدیق کا نام لے لینا، تیری بھوک جاتی رہیگی، اور جب تجھے پیاس لگے، تو ان کے دشمنوں اور ستانیوالوں پر لعنت کرنا، تیری پیاس بجھ جائیگی، اسیطرح ہزاروں برس سے جیتی ہوں، اے ابوبکر عاشقوں کے لئے انتظار کا زمانہ بڑا مزہ دار ہوتا ہے، حالانکہ دنیا کا یہ آخری دور ہے، کیونکہ پیغمبراتی رونق افروز ہو گئے، مگر مجھے شوق وآرزو میں یہ مدت ایک گھڑی سے زیادہ معلوم نہ ہوئی، خدا کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ میں نا چیز اپنی مراد کو پونچی اور اللہ کے حبیب اور تمہاری زیارت سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں،

آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ

آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے قبل عرب اور عربیوں کی حالت وحشیانہ تھی۔ انکی عمریں بت پرستی کی لعنت سے معمور گذر رہی تھیں، ان کی زندگی قتل وغارتگری سے گلگون تھی۔ ان کی راتیں باوجود تابانئ قمر اور ضیا پاشئ مہر ان کے اعمال باطلہ کے سبب سفاک قاتل

کی سمنیر کی طرح تاریک تھیں، ان کے دن باوصف سورج کی نور افشانی کے انکی راتوں سے زیادہ سیاہ تھے، خدا کی بتلائی ہوئی راہ ہدایت کو وہ اس قدر فراموش کر چکے تھے۔ کہ ساری عرب وحجاز کے گھرانے ابلیس اعمال کے نمائش گاہ تھے، ایک ایک گھر شیطانوں کی ملعون بستیاں بنی ہوئی تھیں، ان کے طبائع یکسر فنا و دوست، ضلالت پسند اور مخالفت آشنا تھی اور وہ، جن کی بدعات وسیئات سے تنگ آکر حضرت نوح ایسے اولوالعزم رسول نے اللہ میاں سے انکی تباہی کی خواہش کی ہو جن کی بدکرداریوں سے حضرت موسیٰ ایسے ہادی و رہنما اور حضرت عیسیٰ ایسے پیغمبر تنگ آکے رہ گئے ہوں، کے سامنے ان کے تمام معتقدات کے خلاف ایک یتیم و بیکس جس کا بجز خدا کی ذات کے کوئی یار و مددگار نہ ہو، حق و صداقت کی صدا بلند کرنا یقیناً ایک بہت بڑا معجزہ ہے،

روحی فداہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا یہ ثبات واستقلال تھا کہ آپ نے جوش مخالفت کے خوفناک طوفان میں توحید کی صدا بلند کی اور ہزاروں مصیبتوں اور سختیوں کو تحمل و بردباری سے برداشت کرتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے، اور ایسے کامیاب ہوئے کہ بیس پچیس سال کے عرصہ میں ایک ایسی قوم کے شش صد سالہ تاریخ اعمال وعقائد کو یکسر منقلب کر دیا۔ کہ ایک نئی زندگی یا نئے باب کا آغاز کر دیا جو پہلی حالت کے بالکل متضاد و متباین ہو، یقیناً اعجاز ہے اور ایسا اعجاز جو کسی ہادی و مصلح کو نصیب نہیں ہوا ہا

آپ کے فرامین

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے فرامین "احادیث" کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، اور مسلمان صراط مستقیم کی تلاش اور قرآن کریم کی تفصیل و تشریح انہیں احادیث سے حاصل کر نہیں کامیاب ہوتے ہیں، آنحضرت سے تیرہ سو سال سے یہ تواتر قائم ہے اور یہی سے اسلام و اسلامیاں فلاح وبہبود پاتے آئے اور پاتے رہائیں گے،

شومئی قسمت سے چودھویں صدی کے دور میں مسلمانوں میں سے ہی ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو اپنے آپ کو "اہل قرآن" تعبیر کرتا ہوا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے فرامین (احادیث) سے قطعی منکر ہے، ان کے خیال میں معاذاللہ پیغمبر آخرالزمان ایک معمولی انسان تھا۔ لہذا اس کے فرامین قابل قبول نہیں، "اللہ اکبر کہنا"، "اذان دینا"، درود پڑھنا وغیرہ ان کے نزدیک کفر وشرک

اور بدعت ہے، نعوذ باللہ،

احادیث کیطرف سے سوء ظنی رکھنے سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ نفس اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے، مگر افسوس کہ عواقب و نتائج پر کوئی غور نہیں کرتا، ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ لوگ مسلمان ہو کر کیوں اقوال رسول مقبول سے منہ پھیرے لیتے ہیں، اور بدعات و سیئات کیطرف رجوع کرتے ہیں،

یوں تو کل اہل اسلام "اہل قرآن" ہونیکا حق رکھتے ہیں، مگر قرآن کے جدید دعویداروں کو دعویدار ہونیکے باوجود بھی خود "قرآن کریم" پر اتنا عبور نہیں معلوم ہوتا کہ وہ قرآن کریم ہی سے احادیث کی تکذیب و تردید کرسکیں، اور رسول کریم ص کے پیش کردہ لائحۂ عمل کے سوا کوئی دوسرا راستہ بنا سکیں،

ان لوگوں میں یہ جنوں روز بروز بڑھتا جاتا ہے، اور اس مذاق کے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہیں جو اسبات کی کوشش میں ہیں کہ دینی علوم اٹھ جائیں اور نماز روزہ کی زحمت سے نجات ہو، اللھم اھدنا الصراط المستقیم،

چندروز ہوئے لائل پور کے علاقہ سے ایک گم کردہ راہ کا ایک طویل مراسلہ تبلیغ چکڑالویت کے لئے ہماری معرفت ہمارے ایک بھائی کو موصول ہوا جسمیں ہمیں اور ہمارے جملہ خاندان کو مخاطب کرتے ہوئے احادیث، پیروان احادیث، اور خود آنحضرت ص کی ذات ستودہ صفات کے خلاف اس قدر دریدہ دہنی کیگئی ہے کہ اس کی یاد سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ فرقہ حنفیہ اور خصوصاً مخاطبین کو راقم نے کافر و مرتد، ملعون و شیطان لیسے کریہہ الفاظ سے کوس کر اپنا جی ٹھنڈا کیا ہے، اور خود مبلغ کی شان میں رہ کر لکھا ہے کہ خداوند کریم اپنے کلام پاک میں یہ الفاظ تم سے منسوب کرتا ہے اس مراسلت میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ "مولانا عبداللہ چکڑالوی کے سوا آج تک کوئی شخص قرآن مجید کی حقیقت، اس کے مطالب معانی اور رموز و معارف کو نہیں پا سکا" ان الفاظ کو سپرد قلم کرکے راقم نے اپنی جہالت، کم علمی، کج فہمی، اور نادانی کا جو ثبوت دیا ہے وہ آپ اپنی شہادت ہے قرآن شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ مگر وہ نہ سمجھ سکے کہ اسمیں کیا ہے؟ حضرت عمر فاروق رض نے اس کلام الٰہی کے منتشر اجزا کو خوبی و قابلیت کیساتھ ترتیب تو دے لئے مگر کیا اتنا نہ سمجھ سکے کہ اسمیں سے کیا؟ اور اگر حقیقت و صلیت کا پردہ کھلا تو محض عبداللہ پر! خوب، اصل میں راقم کو ان الفاظ کو سپرد قلم کرنے سے دانستہ آنحضرت ص کی ذات والا صفات

پر حملہ کرنا مقصود تھا اور بس!

چونکہ یہ ایک جداگانہ بحث ہے اس لئے ہم اس کو اس دعاء پر ختم کرتے ہیں، کہ خدائے تبارک و تعالیٰ ان گم گشتگان راہ ہدایت کو سیدھی راستے پر چلنے کی توفیق دے، اور انہیں چشم بینا عطا کرے، کہ وہ "ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا" پڑھ سکیں اور دماغ دے کہ اس فرمان ربانی پر غور کر سکیں کہ اس سے احادیث کا وجود اور انکا تسلیم کرنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

آپ کا صبر و شکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم انتقال کر جاتے ہیں، آنحضرت صلعم کو طبعاً ملال ہوتا ہے، مگر آپ اس موقع پر نہ آسمان کا شکوہ کرتے ہیں نہ ستاروں کو کوسنے دیتے ہیں، نہ گردش زمانہ پر الزام لگاتے ہیں نہ اس کو نحوست سے تعبیر کرتے ہیں، صرف یہ کہکر رہجاتے ہیں، کہ تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول ما یسخط الرب وانا علی فراقک یا ابراھیم یعنی آنکھوں میں آنسو بھرے ہیں، دل رنجیدہ ہے مگر ایسی بات نہیں کہتے، جو خدا کو ناراض کر دے، ہمیں تری جدائی کا ملال ہے،

انہی دنوں میں آفتاب کو گہن لگتا ہے، اور دلوں میں ایک ہول بیٹھ جاتا ہے، کہ حضرت ابراہیم کی وفات کا یہ اثر ہے، آنحضرت سلام اللہ علیہ سنتے ہیں تو ارشاد فرماتے ہیں "الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ .. .. ..الخ" یعنی آفتاب و ماہتاب خدا کی دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے سے ان کو گہن نہیں لگتا،

مصطفیٰ جب خاک میں بیٹے کو آئے سونپ کر　　　ٹکڑے ٹکڑے تھا کلیجہ پارہ پارہ تھا جگر
کہتی تھی شان رسالت ہے یہ وقت صبر و شکر　　　گرچہ تھا دل کا تقاضا روئیے دل کھولکر
تھے صحابہ بھی شریک اس غم میں پیغمبر کیساتھ　　　سب کے دل اس صدمۂ جانکاہ سے تھے پُر اثر
اتفاقاً آفتاب اس دن گہن میں آگیا　　　بنگیا ظلمت ستاں جس سے مدینہ سر بسر
اک صحابی نے کہا فرط عقیدت سے کہ آج　　　سوگوار اس غم میں سورج بھی ہے یا خیر البشر
جو جواب اسبات کا اس کو پیمبر نے دیا　　　آب زر سے ہے منقش صفحۂ تاریخ پر
کیا تعلق آدمی کے غم سے سورج کو بھلا　　　اک نشان قدرت حق ہے کسوف اے بیخبر

یہی شان حقیقت نوازی تھی جس نے سارے عرب کی اوہام پرستی مٹادی اور ساری دنیا کو

اوہام باطلہ کی غلامی سے آزاد کر دیا،

ساری دنیا میں بڑا ہے کون حضرت کے سوا

رحمۃ للعالمین، دامانِ رحمت کے سوا
زیبِ سر تاجِ شہی تاجِ شفاعت کے سوا
ہادیٔ خیر البشر، ماہِ ہدایت کے سوا
لاتعد اوصاف ہیں ان میں نبوت کے سوا
ساری دنیا میں بڑا ہے کون حضرت کے سوا

رشکِ حسنِ حور ہے حسنِ حسیناں کا ابھار
رشکِ غلماں ہیں غلامانِ حبیبِ کردگار
رشکِ طوبیٰ ہے قدِ رعنائے شاہِ روزگار
خلد والے دیکھتے ہیں آکے یثرب کی بہار
ایک جنت اور بھی ہے باغِ جنت کے سوا

خواہشِ دیدارِ جاناں بیکسی امداد کر
جذبۂ الفت، تمنائے دلی، امداد کر
وحشتِ قلبِ حزیں وارفتگی امداد کر
اے تصور یوں نگاہِ شوق کی امداد کر
کچھ نظر آئے نہ اس کو انکی صورت کے سوا

رات دن تڑپا رہی ہے وحشتِ دل دیکھئے
تنگ آیا ہوں تمنائے رخِ پرنور سے
قلب پر ہیں حسرت و ارماں کے حملے ہو رہے
دے رہی رحمت کے بلائیں ابنو روضہ پر مجھے
داغِ فرقت بھی ہیں دل میں دردِ الفت کے سوا

بادشاہِ دوسرا ہے کون، کوئی بھی نہیں
شافعِ روزِ جزا ہے کون، کوئی بھی نہیں
صدرِ بزمِ انبیا ہے، کون؟ کوئی بھی نہیں
اور محبوبِ خدا ہے کون، کوئی بھی نہیں
میرے آقا کے علاوہ میرے حضرت کے سوا

چشمۂ آبِ بقا ہیں آپ بیشک مان لوں
مشعلِ راہِ ہدایت آپ ہیں یہ جان لوں
شافعِ میدانِ محشر آپ ہیں یہ ٹھان لوں
دیکھ لوں میں آپ کو میں آپکو پہچان لوں
عقل صائب بھی ملے چشمِ بصیرت کے سوا

داورِ محشر ہے وہ، یہ ہیں شفیع المذنبیں
وہ شہِ ارض و سما یہ شاہِ خوبانِ زمیں
وہ الٰہ العالمین، یہ رحمۃ للعالمیں
عشقِ محبوبِ خدا، عشقِ خدا سے کم نہیں
اس کو کیا جانے کوئی اہلِ محبت کے سوا

مطلع الحمد لاکر جگمگا دے خلق کو عارضِ روشن دکھا کر جگمگا دی خلق کو
نورِ وحدت کی ضیا سے جگمگا دی خلق کو کفر کی ظلمت مٹا کر جگمگا دے خلق کو
یہ ضیا کس میں تھی خورشیدِ رسالت کے سوا

غنچۂ باغِ جناں زیبا ہی اسکو گر کہوں غیر موزوں کچھ نہ ہوگا ماہِ کامل مان لوں
روشنی بخشِ دلِ تاریک لازم ہی کہوں عارضِ احمد کو میں سورج سی کیا تشبیہ دوں
یاں تو سورج میں نہیں کچھ بھی تمازت کے سوا

میہمانی کیلئے گردوں پہ بلوایا گیے صورتِ مرکب سجا جبریل کو بھیجا گیے
پردہ ہائے راز دکھلائے شبِ اسریٰ کسے مرتبہ معراج کا اللہ نے بخشا کسے
میرے حضرت کے علاوہ میرے حضرت کے سوا

عارضِ روشن کی شوخی سے ہوا خورشید مات مصحفِ رخ دیکھکر چھپتا پھرا ماہتاب
الّا میں تھی کون کعبہ میں بجز حضرت کی ذات ظاہر و باطن کے جلوہ ہی ہوئی ظاہر یہ بات
حسنِ صورت بھی تھا انمیں حسنِ سیرت کے سوا

تھا جنھیں شوقِ زیارت رات دن شام و سحر غیر کے دیدار کو اٹھتی نہ تھی جن کی نظر
تھے سراپا زخم ہجرِ شاہ میں جن کے جگر مر گئے میں جو پہنچکر آستانِ شاہ پر
کون اٹھا سکتا ہے ان کو اب قیامت کے سوا

بارِ عصیاں سے فراغت ہو خدا کیواسطے پاس رنج و غم سے مہلت ہو خدا کیواسطے
عاشقِ بیکس پہ رحمت ہو خدا کیواسطے نوحؑ پر بھی چشمِ شفقت ہو خدا کیواسطے
شکل راحت ان سے کب دیکھی جراحت کے سوا

پربھو دیال عاشق

حضور صلعم اور حصین ابن سلام

ایک واقعہ

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ مدینہ اور اس کے نواح میں علمی وادبی فضائل کے لحاظ سے یہود کی اس جماعت کا طوطی بول رہا تھا۔ جو حضرت یعقوب و اسرائیل کی اولاد ہونے کے باعث بنی اسرائیل کے معزز لقب سے ممتاز تھی، اس خاندان میں ایک شخص حصین ابن سلام جو خاص حضرت یوسف الصدیق کی اولاد سے تھا۔ بنی اسرائیل کا گل سرسبد اور احبار (علمائے یہود) کا سرتاج مانا جاتا تھا،

حصین توریت کا عالم اور اسرائیلی شریعت کا زبردست ماہر تھا۔ اس نے مدتوں اپنی آسمانی کتاب کی آیات میں تدبر اور اس کی بشارات پر غور کرنیکے بعد جو نتائج اخذ کئے تھے، اور جو معیار نبی آخر الزمان کی شناخت کیلئے قائم کرلئے تھے، ان کو خاص اپنے ہی سینے کے سر مکنوں بنایا ہوا تھا،

آخر اس کے شوق وتجسس کے جذبے نے اسے ۲۰۰ کوس کی مسافت سے سنگلاخ حجاز کا سفر کرنے اور نبی آخر الزماں کیخدمت میں حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ جب وہ آنحضرت ؐ کے سامنے پہنچا۔ تو چشم حقائق بین کے آگے اس کے تمام حالات وخیالات آئینہ ہوگئے، آپ نے فرمایا۔ کیا ابن سلام تمہارا ہی نام ہے اور یثرب کے ایک عالم ہو؟

حصین! ہاں،

تم کو قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی ہے، سچ بتاؤ، کہ کیا تم نے کتاب اللہ میں میری صفت پڑھی ہے یا نہیں؟

حصین! میں ابھی عرض کئے دیتا ہوں، آپ پہلے اتنا بتادیں۔ کہ اللہ کا حسب ونسب کیا ہے؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس عجیب وغریب اور غیر مانوس سوال پر ابھی پورا غور بھی نہ کرنے پائے تھے۔ کہ وحی نازل ہوئی، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ

لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ، کہدو، وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے، اور نہ کوئی اس کا رشتہ ناطہ ہے،

یہ کلام کوئی انسانی کلام نہ تہا۔ کہ منہ سے نکلا اور ہوا میں اڑ کر رہگیا۔ خدا کا کلام تہا۔ اور نبی کی زبان، بس ان کلمات کا حضرت ص کی زبان سے نکلنا تھا۔ کہ وہ دل تھام کر رہگیا، اور بولا بے شک آپ سچے رسول ہیں، اللہ آپ کو اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر فوقیت دیگا، میں نے کتاب اللہ میں آپکی صفت یوں پڑھی ہے،

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ مِثْلَهَا وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحَ بِهٖ اَعْيُنًا عُمْيًا وَّ اٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا

اے نبی ہم نے تجکو شاہد اور خوشخبری دینے والا۔ اور ڈرانیوالا بناکر بھیجا ہے، تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ وہ تند و بدمزاج نہیں ہے اور نہ بازاروں میں غل مچانیوالا ہے، اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتا ہے ہاں معاف کردیتا ہے، اور درگذر کرتا ہے اور اسکی زندگی کا خاتمہ نہ کریگا۔ تاوقتیکہ وہ بگڑی ہوئی قوم کو راستی پر نہ لے آئے، یہاں تک کہ سب توحید کے قائل ہو جائیں، اور اس کے فیض صحبت سے اندھی آنکھیں، بہرے کان، اور حجاب غفلت میں لپٹے ہوئے دل کہل جائیں،

گو حصین کے دل میں اب شک و ارتیاب کا کوئی شائبہ باقی نہ رہگیا تہا۔ مگر نبی کے مشکل کشا ہاتھ کا جلوہ دیکھنے کیلئے جو لاینحل عقدے وہ مدتوں سے تیار کئے بیٹھا تہا آج انکو پیش کئے بغیر نہ رہ سکا۔ بولا میرے تین سوال اور ہیں، جن کو نبی ہی حل کر سکتا ہے،

(۱) وہ سب سے پہلا واقعہ کونسا ہے، جو قرب قیامت میں ہوگا؟

(۲) وہ سب سے پہلا طعام کونسا ہے جسے اہل جنت تناول کریں گے؟

(۳) کیا وجہ ہے کہ بچہ باپ کا ہمشکل ہوتا ہے یا ماں کا؟

آپ نے ان سوالات کا بالترتیب یوں جواب دیا،

(۱) قرب قیامت میں سب سے پہلا واقعہ یہ ہوگا۔ کہ ایک آگ پیدا ہوگی، جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کیطرف دہاتی ہوئی لیجائیگی،

(۲) بہشتی لوگ سب سے پہلے جو طعام تناول کریں گے، وہ مچھلی کے جگر کے کباب ہونگے

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مرد کا مادہ تولید عورت کے مادہ پر سبقت لے جائے تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوگی، ورنہ اس کے برعکس۔

اب سائل کے دل میں کوئی گرہ ایسی باقی نہ رہی جو کھلی نہ ہو، وہ صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ مکہ واپس آیا اور رسول کی محبت والفت کو اپنے سینے میں چھپا لایا۔ مگر یہود کے زبردست گروہ کے اندر اپنے اسلام کا اعلان کر دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ اس پیاری ودیعت کو دل کے گہرے نہاں خانہ میں لئے بیٹھا تھا اور کسی موقع کا منتظر تھا۔

اب وہ وقت آگیا کہ عقیدتمندان اوس وخزرج کے جذب ارادت نے آنحضرت کو مدینہ تشریف لانے پر آمادہ کر دیا۔ جب آپکی سواری قبا میں پہنچی جو مدینہ کے دو میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے تو شوق عام کا سیلاب قبا کیطرف امڈ پڑا، ادھر حصین بن سلام کو بھی یہ نوید روح افزا ملی۔ کہ آفتاب رسالت قبا کی افق سے طلوع ہو رہا ہے، اس وقت وہ ایک کھجور پر کچھ کام کر رہا تھا۔ نیچے اس کی پھوپھی خالدہ بیٹھی تھی حصین کے دل میں اشتیاق کی جو آگ دبی ہوئی تھی، یہ خبر اس کیلئے باد تند کا کام کر گئی، ایک جوش کے عالم میں تکبیر کا نعرہ لگایا۔

پیرانہ سال پھوپھی اپنے بادفتار بھتیجے کی یہ غیر معمولی وارفتگی دیکھکر خاموش نہ رہ سکی اور بولی،

"نامراد! اتنا جوش! واللہ اگر تجھ کو موسیٰ کے آنکی بھی اطلاع ملتی تو اسطرح آپے سے باہر نہ ہوتا،

حصین! پیاری عمہ اگرچہ وہ موسیٰ نہیں، مگر واللہ موسیٰ کا بھائی ضرور ہی، اور انہی کے دین کی تعلیم دیتا ہے (حصین کے ان کلمات میں صداقت کا وہ جادو بھرا ہوا تھا جس نے اس بڑھیا کے دل پر جس کی تمام زندگی اسرائیلی تعلیمات میں کٹی تھی خاص اثر کیا)

خالدہ! اے ابن اخی! اگر واقعی یہ ہے، تو کیا وہی نبی ہوگا جس کے متعلق ہم کو بتایا گیا ہے، کہ قرب قیامت میں آئیگا؟"

حصین! بیشک،

بارگاہ نبوی میں شوق وارادت کا دربار لگا ہوا ہے، ہزاروں زن ومرد کی محبت بھری نگاہیں اس فخر روزگار ہستی پر حلقہ کئے ہوئے ہیں، جو نہایت محبوبی کے عالم میں اپنے نامی وگرامی تبدیلیٔ پرستش کو داغ جدائی دیکر اور اس کے نوشتۂ قسمت پر ناکامی کی مہر لگاکر یثرب کی

گمنام بستی کو اپنے وجود باجود سے آسمانِ شرف پر پہنچا دینے کا عہد کر چکا ہے، ان مخلصانہ نگاہوں میں ایک حصین بن سلام کی نگاہ بھی شامل ہے، جو اس چہرے پاک پر پڑتے ہی یہ نتیجہ پیدا کرتی ہے انه وجه غیر کذاب بیشک یہ صورت ایک جھوٹے انسان کی صورت نہیں، اتنے میں پیغمبر کی زبان سے یہ کلمات سنے گئے، یٰاَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ ؛ لوگو باہم سلام کیا کرو، اور خویش اقارب سے سلوک کرو اور مساکین کو کھانا کھلاؤ اور رات کو نوافل پڑھو، جبکہ لوگ غزت خواب ہوں، تم اس کے عوض میں بخیریت جنت میں جاؤ گے،

یہ کمال بلاغت اور حسن ادا کا تیر کوئی پہلا تیر نہ تھا۔ جو حصین نے کھایا، کیونکہ وہ اس سے مدتوں پیشتر کامل اعتقاد کی رسی میں بندھ چکا تھا، ہاں اب جوش صداقت کا اس پر اس قدر غلبہ ہو گیا کہ ایمان و ایقان کا وہ فوارہ جو مدت سے اس کے دل میں سے ابلنا چاہتا تھا اور وہ مصلحتاً اسے دبائے بیٹھا تھا۔ اب اس کے بس کا نہ رہا۔ اسے اپنا اعتقاد چھپانے کی تاب اور اپنے قبائل یہود کے تعرض کی پروا نہ رہی، اپنے ایمان کا اعلان کیا، مگر اعلان بھی اس متبحر فاضل نے کس حکمتِ عملی سے کیا، کہ جس سے اس نے اپنی پوزیشن کی عظمت کو جسے قدرتاً تبدیل مذہب کے بعد صدمہ پہنچا کرتا ہے۔ اور اس لئے قبول حق کو آجکل کی اصطلاح میں ایک بہترین قربانی سمجھا گیا ہے، اس نے بال بال بچا لیا اور طائفہ یہود کو جس کا علمی کبر وغرور اس زمانہ میں حد سے بڑھ نکلا تھا، اہلِ عالم کے سامنے متعصب و بدعہد ثابت کر دیا

حصین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذارش کی کہ یا رسول اللہ قوم یہود بڑی خلاف گو اور متعصب جماعت ہے، آپ مجھ کو ایک کوٹھری میں بند کر دیجئے، پھر اعلام یہود کو بلا کر میرے متعلق سوال کیجئے کہ میں کیا آدمی ہوں، مگر یہ سوال اس طرح کیا جائے کہ میرا اسلام ان لوگوں پر منکشف نہ ہونے پائے،

آپؐ نے اس کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور ان لوگوں کو بلایا، وہ حاضر ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے، آپؐ نے پوچھا تمہاری جماعت میں حصین بن سلام جو شخص ہے، وہ کیسا ہے؟ سب نے یکزبان ہو کر کہا، وہ ہمارا واجب التعظیم بزرگ ہے اور بزرگ کی اولاد ہے، وہ ہمارا عالم ہے ہمارا مجتہد ہے، ہمارا مفتی ہے، جب وہ لوگ اس تعریف و توصیف کا ہار پرو چکے تو اندر سے حصین نکلا اور اس نے یوں تقریر کی،

اے قوم یہود! اللہ سے ڈرو، یہ رسول جو ہدایت کرتا ہے، اس کو تسلیم کرو، بخدا

تم بخوبی جانتے ہو کہ یہ اللہ کا رسول ہے، تم اس کا نام اور اسکی تعریف توریت میں پڑھتے ہو، میں صدق دل سے گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے، میں اس پر ایمان لے آیا، اور اسکی تصدیق کرتا ہوں، اور اس کو خوب پہچانتا ہوں،

یہ تقریر یشوریدہ سر یہود کے خرمن صبر کے لئے برق خاطف ثابت ہوئی، سب چلانے لگے کہ نہیں نہیں، یہ شخص (حصین ابن سلام) جھوٹا ہے، کذاب ہے، برا ہے، برے کا بیٹا ہے،

حصین کا اسلام یہود کیلئے صدمۂ عظیم ثابت ہوا، ادہر اسلام کے لئے تائید غیبی (ساتھ ہی اس کے کنبہ کے تمام لوگ مع اس کی پھوپھی خالدہ کے مسلمان ہو گئے، قرآن مجید میں کئی آیات اسکی شان میں اتری ہیں، رسول اللہ صؐ نے اس کا نام عبداللہ بن سلام رکھا ؎ محمد نذیر عرشی

اس اشاعۃ کو بہترین کاغذ پر عمدہ کتابت کیساتھ چھپوانیمیں معمول سے چار گنا زیادہ اخراجات بڑھ جانیکی وجہ سے ۶۰ صفحات پر ہی چھوڑ دیا گیا، ورنہ بہت سے مضمون ہنوز باقی ہیں، فاغدہ کا ارادہ نہ تہا مگر اخراجات کے بوجھ نے مجبور کردیا ہے، کہ اکتوبر کا رسالہ شائع نکیا جائی، پرچونکی فرصت سے کچھ بہت ہو گئی تو نکالدیا جائیگا۔ ورنہ ناظرین معذور سمجھیں۔ منیجر

رسول کریم عربی

نے

کیا کہا اور کیا چاہا

سلسلہ انبیاء پر غور کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کسی امت میں آیا یا مبعوث ہوا تو وہ اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ فرائض بھی لایا۔ ہر نبی تشریعی کے فرائض حسب ضرورت زمانہ کے جداگانہ ہوا کرتے ہیں، ہمارے رسول مقبول جب عرب میں مبعوث ہوئے تو انکے حدود تبلیغ خطۂ عرب تک ہی محدود نہیں تھے، بلکہ کل عالم کیواسطے وسعت پذیر تھے،

پڑھو، ما ارسلناک .... جب کوئی رسول اور نبی مصروف تبلیغ ہوتا ہے تو اس ایسے حدود وہ عنصر رکھتے ہیں،

کیا کہا اور کیا چاہا !

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے رسول مقبول نے بعثت پذیر ہو کر کیا کہا ؟

یہ کہا

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اعلان تھا، گویا ان الفاظ میں یہ کہا گیا اور یہ منادی کیگئی کہ میری بعثت بغرض اشاعت توحید ہوئی ہے، آؤ ہم اس مرکز مشترکہ پر اکٹھے ہو جائیں جو ہم میں اور تم میں برابر ہے، یعنی مرکز توحید،

اب پوچھو کہ چاہا کیا، یعنی ان باتوں کو مان کر کرو کیا،

(۱) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مدد پاؤ ساتھ صبر و نماز کے، یعنی پہلا کام انسان کا مرکز توحید پر قائم ہو کر یہ ہے کہ وہ ہر طرح سے تذکیۂ نفس اور تذکیۂ فطرت کرے،

اس ارشاد میں نماز سے میری رائے میں صرف نماز خمسہ اوقات مراد نہیں، بلکہ اسی شامل

کرکے ہر دعا اور ہر سعی تذکیۂ نفوس بھی مراد ہے، نماز کیساتھ صبر مشروط کرنا اس فلاسفی پر روشنی ڈالتا ہے، جو انسان کو اپنی زندگی میں وقت بوقت کام میں لانا پڑتا ہے،

(۲) اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اس آیۃ میں یہ جتایا گیا ہے کہ تمہاری دنیاوی اور روحانی زندگی اسی صورت میں فلاح پذیر ہوسکتی ہے کہ جب تم اللہ سے ڈرتے رہو،

(۳) جب تم کوئی عزم کرو تو اعتماد کرو اللہ پر، کیونکہ اللہ دوست رکھتا ہے، اعتماد کرنیوالوں کو" اس آیت میں یہ جتایا گیا ہے کہ کوئی ارادہ اور کوئی عزم اس وقت تک کامران اور کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کیساتھ دو قسم کے اعتماد نہوں، اعتماد باللہ اور اعتماد نفس، اعتماد باللہ کے ساتھ جب تک اعتماد نفس بھی نہ ہو، تب تک بات نہیں بن سکتی، اعتماد نفس کیا ہی؟ خود اپنے ساتھ وفادار رہنا اور محبت کرنا، محبت کی پہلی کڑی کیا ہے؟ اپنی فطرت اور اپنے ضمیر پر بھروسہ کرنا، دوسری کڑی کیا ہے؟ خودداری!

(۴) اگر تم صبر کرو، اور پرہیزگاری بھی کرو تو بس یہ ہمت کے کاموں سے ہے، یعنی اس آیت میں یہ جتایا اور جتایا گیا ہے کہ اگر تم اپنی زندگانی کے دن پرہیزانہ اور صبر سے گذارو گے تو یہ بات من عزم الامور سمجھی جائیگی، پھر یہ جتایا گیا ہے اور مدد کرو اوپر بھلائی اور تقویٰ کے" اس آیت میں صاف طور پر یہ جتایا گیا ہے کہ کوئی زندگی اس وقت تک ہر رنگ میں کامیاب نہیں ثابت ہوسکتی۔ جبتک کہ اسمیں نیکی کی خواہش، نیکی کی مدد اور نیکو کاری کی تمنا اور بدی سے نفرت نہو،

(۵) اور ہو جاؤ تم صادقوں کیساتھ،

(۶) اور کہو بات مضبوط، ان دونوں آیتوں میں یہ جتایا گیا ہے کہ بلاتمیز مذہب و بلاتمیز قوم صداقت کی پیروی اور صداقت حمایت میں ثابت قدم رہو اور ہمیشہ ہر کسی سے خواہ وہ کسی ملت اور کسی مذہب کا ہو، وہ بات کہو جو وزن دار اور صادق اور مضبوط ہو،

(۷) اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو، اس آیت میں یہ جتایا گیا ہے کہ اگر ڈرو تو صرف خدا سے، ڈرو صداقت کی پیروی میں، بعض اوقات انسان کو بہت سی بیبدلی باتیں اور خوف نرغہ کیا کرتے ہیں لیکن صداقت کے پیروان کو ان حالات میں بھی اللہ کے سوا اور کسی سے خوف نہیں کھانا چاہیئے

پھر ارشاد ہوتا ہے،

(۸) خدا کی رحمت سے کبھی بے امید نہو، یعنی خواہ کچھ ہو کیسی ہی مایوسی ہو جائے، کیسے ہی کوائف اور حالات خوفناک اور مایوس کنندہ ہو جائیں، کبھی بھی ناامید نہو، اللہ کے فضل اور رحم کے

امید وار رہو،

(۹) ملک اور زمین پر (خواہ مخواہ) فساد نہ کرتے پھرو، اس آیت میں یہ چاہا گیا اور یہ کہا گیا ہے، کہ اپنی زندگیاں خواہ مذہبی رنگ میں ہوں یا تمدنی پیرائے میں امن سے گذارو، لیکن غیرت کو ساتھ لیکر،

یہ سب احکامات

دال ہیں اسبات پر کہ مسلمانوں کو مسلمان ہو کر اور اسلام کے لئے غیرت مند بنکر، اس میعادی زندگی کو جس کے ختم ہونیکا کسی کو علم نہیں اور جو ناگہاں ختم ہونیوالی ہے، اور جس کے سامنے کوئی ہمارا چارہ نہیں چل سکتا۔ ان باتوں اور ایسی دیگر باتوں کے ظل میں رہکر گذارنا چاہیئے،

اب تم سمجھ گئے

کہ حضرت صلعم نے فرائض رسالت کے ادا کرتے ہوئے ہمیں کیا کچھ کہا اور اس کے ساتھ ہی ہم سے کیا کچھ چاہا بھی، جو کچھ کہا اور جو کچھ چاہا، وہ مذکورۃ الصدر سطور میں مدار دکھلایا گیا ہے، آپ لوگ خیال کر سکتے ہیں کہ ان باتوں کے کہنے اور چاہنے میں آپؐ نے اپنی "سیرت حسنہ" اور "اسوہ حسنہ" کا کس خوبصورتی سے خاکہ کھینچا ہے،

جو کچھ انہوں نے کہا اور جو کچھ انہوں نے چاہا وہ صحیح فطرتوں کے نزدیک نہ تو کسی سے کاوش ہے، اور نہ خواہ مخواہ کی عداوت، جو کچھ صحیح فطرت چاہتی تھی، وہی کہا اور وہی چاہا۔ غور کر کے دیکھو جس قدر احکامات دئے گئے ہیں، انمیں کس قدر صداقت اور کس قدر سادگی ہے، افسوس ہے کہ لوگ آنحضرتؐ کی زندگی کا جو قرآن کے قوانین کے تحت بسر ہوئی، مطالعہ نہیں کرتے، اور اس عظیم الشان ہستی کے احترام اور اعزاز میں وہ موقع نہیں نکالتے، جو نکالنا چاہیئے،

گفتن بسیار نیست لازم
حرفے کہ کند اثر بگوشد

یکم ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء (خان بہادر) مرزا سلطان احمد (پنشنر ڈپٹی کمشنر)

گستاخی کی سزا

صلح حدیبیہ کے بعد ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم، خسرو پرویز کجکلاہ ایران عزیز مصر، نجاشی بادشاہ حبش، رؤسائے یمامہ اور رئیس حدود شام، حارث غسانی کے نام دعوۃ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے، جن لوگوں کو یہ خدمت سپرد ہوئی حضور صلعم نے انہیں فرمایا کہ دیکھو حواریین عیسیٰ کیطرح اختلاف نہ کرنا، جاؤ اور میری طرف سے پیغام حق ادا کرو، "چنانچہ ایلچی خطوط لیکر چلے گئے، اور اپنی اپنی منزل مقصود پر پہنچکر انہوں نے اپنے فرائض انجام دئے،

قیصر روم نے دعوتی مراسلہ کی بڑی قدر وعزت کی اور ابو سفیان ایلچی کیساتھ ایک دلچسپ مکالمہ کرکے حضور صلعم کے دعوی نبوت کی تصدیق کی نجاشی بادشاہ حبش بھی اپنے ایلچی کیساتھ شفقت پیش آیا اور بخوشی تمام بیعت قبول کرلی،

عزیز مصر گو اسلام نہ لایا لیکن اس نے آپکی نبوت کو تسلیم کیا۔ اور کچھ تحائف ارسال کئے، اسی طرح دیگر رؤسائے عرب و عجم نے ایلچیوں کو عزت کی نظر سے دیکھا، اور جو جو مناسب سمجھا جواباً تحریر کیا۔ لیکن خسرو پرویز کجکلاہ ایران بڑی شان وشوکت کا بادشاہ تھا۔ اس کی سلطنت کو جو آج شان و تجمل حاصل تھا اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ وہ اس خط کو اپنی شان کے خلاف سمجھکر سخت برہم ہوا اور یہ کہکر کہ "میرا غلام ہوکر مجھہ کو یوں لکھتا ہے"۔ باذان گورنر یمن کے نام فرمان بھیجا۔ کہ حجاز میں کسی شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے، اسے پکڑکر میرے دربار میں حاضر کرنے کے لئے فوری کارروائی عمل میں لائے جائے، باذان نے یہ خدمت بابویہ اور کا خرخسرہ کے سپرد کی، وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا۔ کہ "شہنشاہ عالم (کسرے) نے تمکو بلایا ہے، اگر تعمیل نہ کروگے تو وہ تمہارے ملک کو برباد کردے گا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جاؤ اور کہدو، کہ اسلام کی حکومت کسرے کے پایۂ تخت تک پہنچیگی"۔ ان لوگوں پر حضور کے رعب وجلال کی اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ زبان گنگ ہوگئی اور پھر کچھہ بول سکے،

جب یہ دونوں یمن میں آئے تو معلوم ہوا۔ کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کا سر تن سے جدا کردیا ہے، اور اسے اپنے غرور و تکبر اور گستاخی کی سزا مل گئی ہے، چند روز بعد

اس سلطنت کے پرزے پرزے ہو گئے ،

شیریں خسرو کے مصنف نظامی نے اس داستان کو اسلامی جوش کیا ہے جس رنگ میں نظم کیا ہے، اس کا کچھ حصہ چاشنی کے طور پر ذیل میں درج کیا جاتا ہے، امید ہے کہ ناظرین القریش دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے ،

دراں دوراں کہ گیتی رام او بود[1] — ز مشرق تا بمغرب نام او بود
رسول ما بہ حجت ہائے قاہر — نبوت در جہاں میکرد ظاہر
گہے با سنگ خارا راز میگفت — گہے ریگش حکایت باز میگفت
خلائق را ز دعوت جام در داد — بہر کشور صلائے عام در داد
بفرمود از عطا عطرے سرشتند — بنام ہر یکے سطرے نوشتند
چو از نام نجاشی باز پرداخت — ز بہر نام خسرو نامہ ساخت
چو قاصد عرض کرد آں نامہ تو — بجوشید از غضب اندام خسرو
ز تیزی گشت ہر مویش سنانی — ز گرمی ہر رگش آتش فشانی
سوادے دید روشن ہیبت انگیز — نوشتہ از محمد سوئے پرویز
چو عنوان گاہ عالم تاب را دید — تو گفتی سگ گزیدہ آب را دید
غرور پادشاہی بردش از راہ — کہ گستاخی کہ یارد با چو من شاہ
کرا زہرہ کہ با ایں احترامم — نویسد نام خود بالائے نامم
رخ از گرمی چو آتش گاہ خود کرد — بخود اندیشۂ بد کرد و بد کرد
درید آں نامۂ گردن شکن را — نہ نامہ بلکہ نام خویشتن را
فرستادہ چو دید آں خشم ناکی — بہ رجعت پائے خود را کرد خاکی
ازاں آتش کہ آں دود تہی داشت — چراغ آگہاں[2] را آگہی داشت
ز گرمی آں چراغ گردن افراز — دعا را داد چوں پروانہ پرواز
عجم را زاں دعا کسری درافتاد — کلاہ از تارک کسرے درافتاد

زہے شہنشاہ کز بیم دامیند
قلم راندہ بر افریدون و جمشید

[1] خسرو [2] حضور صلعم

نعت

اے شافعِ تر دامناں وی چارۂ دردِ نہاں — جان و دل و روحِ رواں یعنی شہِ عرش آستاں

اے مسندت عرشِ بریں وے خادمت روح الامیں — مہرِ فلک ماہِ زمیں شاہِ جہاں زیبِ جناں

اے مرہمِ زخمِ جگر یاقوت لب والا گہر — غیرت دہِ شمس و قمر رشکِ گل و جانِ جہاں

اے جانِ من جانانِ من ہمدردِ من درمانِ من — دینِ من و ایمانِ من امن و امانِ امتاں

اے مقتدا شمعِ ہدا، نورِ خدا ظلمت ربا — مہرت فدا ماہت گدا نورت جدا از این و آں

عینِ کرم زینِ حرم ماہ قدم انجم حشم — والا حشم عالی ہمم زیرِ قدم صد لامکاں

آئینہ ہا حیرانِ تو شمس و قمر جویانِ تو — سیارہ ہا قربانِ تو شمعت فدا پروانہ ساں

گل مست شد از بوئے تو، دل فدائے روئے تو — سنبل نثارِ موئے تو طوطی بیادت نغمہ خواں

بادِ صبا جویانِ تو، باغ خدا از ان تو — بالا بلا گردانِ تو شاخِ چمن سروِ چماں

در ہجرِ تو سوزاں دلم پارہ جگر از رنج و غم — صد داغ سینہ از الم در چشم دریا ہا رواں

بہرِ خدا مرہم بنہ از کارِ من بکشا گرہ — فریاد رس داد بدہ دستے بما افتادگاں

مولیٰ ز پا افتادہ ام دارم شہا چشمِ کرم — مہرِ عرب ماہِ عجم رحمے بحالِ بندگاں

شکر بدہ گویک سخن تلخ است بر من جاں کن

بارے نقاب از رخ فگن بہرِ رضائے خستہ جاں

علامہ حضرت بریلوی رح

(مرسلہ نیاز مند عوزی)

عید میلاد النبی

صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

عنوان بالا سے ذیل کا مضمون قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے "الفرقان" نبی نمبر کیلئے ارسال فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس کی ایک نقل "حمایت اسلام" لاہور کے میلاد نمبر کیلئے بھیجی گئی ہے۔

"الفرقان" کے اس مخصوص نمبر کیلئے اگر ہم کوئی باقاعدہ اعلان کرتے اور اس کیلئے آپ سے مخصوص مضمون کا مطالبہ ہوتا۔ تو آپ اپنی ایک تحریر کے مطابق اس میں کچھ اور بھی خوبیاں پیدا کر کے بھیجتے۔ مگر خیر ابن مانگے ملتا بھی تو ایک خوبی ہے۔ "فاروق نمبر" کے لئے آپ ابھی سے فکر کر لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تیاری عمل میں آنے والی ہے۔ (ایڈیٹر)

یاد سے جس کی کیا کرتے تھے آدم غم غلط
لطفِ مدحت اس کی لکھ کر کرتے ہیں ہم غم غلط

ازمنۂ ماضیہ میں اکابرینِ اقوام کی عظمت و رفعت کا خیال ان کے ماننے والوں کے دلوں میں حدِ اعتدال سے گذر کر اسقدر منتہاء ضلالت پر پہونچ چکا تھا۔ کہ یونانیوں بابلیوں۔ کلدانیوں اور اسوریوں کے پوجاری۔ ہندوؤں کے برہمن۔ یہودیوں کے احبار۔ عیسائیوں کے پادری اور پوپ۔ تورانیوں کے ماگی اور ایرانیوں کے موبد۔ سیاہ وسفید کے مالک اور بہشت و دوزخ کے اجارہ دار سمجھے جاتے تھے۔

چینی اور جاپانی بڑوں کی موت پر انکی تصویریں بناتے۔ بت تراشتے۔ ماتھا ٹیکتے۔ پوجا کرتے۔ ہاتھ جوڑتے۔ سہرے چڑھاتے اور انکو معبودِ حقیقی کے برابر سمجھتے تھے۔

مصری اپنے اکابر کے بُت تو نہ بناتے۔ مگر ان کا پیٹ چاک کر کے ایک خاص قسم کے ہنوط سے بھر کر انہیں اوپر سے سی ڈالتے۔

ہندوؤں میں اوتار یعنے خدا بشکل انسان کا تصوّر عام طور پر مروّج تھا۔ فیضی بھگوت گیتا کے ترجمہ میں کہتے ہیں ؎

چوں آئینِ دیں سست گردد بسے
نمائیم خود را بشکلِ کسے

وحشیوں کی اشیاء پرستی (فیٹش ازم) بت پرستی (پیگن ازم) کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اور

تعدد معبودین (پالی تھی ازم) کا رواج دنیا پر محیط ہو چکا تھا۔ اور یہ ایسا زمانہ تھا۔ جسکو ہم اسلامی اصلاح میں دورِ مشرکانہ کہہ سکتے ہیں۔ ان اقوام کے تمدنہائے قدیم کے اصولوں پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ روحانی پاکیزگی تو بجائے خود دنیوی امور کے کسی شعبہ میں بھی ان قوموں نے اخلاق کو کبھی بِنائے تفوق نہیں گردانا۔

روتیوں نے صاحب علم ہونے کے باوجود غیر ملکی علماء کی بھیڑ بکریوں کی طرح خرید و فروخت کی۔ اسیرانِ جنگ کو درجۂ انسانیت سے گرا ہوا سمجھکر ہزاروں کی تعداد میں بلالحاظ کبر و سن تہ تیغ کیا۔ مغلوب قوموں کے زن و مرد سے وحشیانہ سلوک کیا۔ ان کی عالیشان تاریخی یادگاروں۔ ان کے علوم و فنون اور ان کے معابد و مساکن کو نذرِ آتش کیا۔ عہد قدیم میں جو شخص بے زر ہو کر مقروض ہو جاتا۔ تو قرض خواہ کو کامل اختیار ہوتا۔ کہ تا وصولئے قرضہ اس سے حیوانوں کا سا کام لے۔ مفلسی کو دیوتاؤں کی پھٹکار سمجھا جاتا۔ بتوں پر انسانی قربانی دی جاتی۔ پادشاہ وقت کبھی کبھی اپنی پرستش کرانے اور اپنے آپ کو دیوتاؤں کی اولاد کہتے۔ جمشید و کیکاؤس ایران کے فراعنہ مصر کے۔ چندر بنسی اور سورج بنسی ہندوستان کے۔ سکندر یونان کا۔ نمرود بابل کا۔ اور نینس نینوا کا۔ معاذ اللہ خدا یا دیوتاؤں کی اولاد کہلائے۔

قسطنطین اعظم نے جو چوتھی صدی عیسوی کے پہلے ربع میں گذرا ہے۔ ایک بلند مینار بنوایا۔ اور اس میں مسیح کی تصویر کے ساتھ اپنا نام معاذ اللہ خدا لکھوایا۔ ان زمانوں میں شراب خوری۔ زنا کاری۔ قمار بازی اور دختر کشی مستحسن خیال کی جاتی اور عورتیں نیلام اور قمار بازی میں ہاری یا جیتی جاتیں۔

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے۔ ان بدترین دورہائے مشرکانہ کا جنہیں خدائے واحد کے نام کیلئے اس وقت زمین پر کوئی جگہ نہ تھی۔ ایسی صورتوں میں جبکہ دنیا کیا بلحاظ مذہب و سیاست اور کیا بلحاظ اخلاق و معاشرت مر چکی تھی تو

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت ۔۔۔ بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت ۔۔۔ چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

مکّہ کے ایک مقدس مکان۔ عبدالمطلب کے خاندان۔ ہاشم کے گھرانے عبداللہ کے گھر۔ اور آمنہ کی گود میں بارہ ربیع الاول یوم دوشنبہ اور ایک تحقیقات کے مطابق موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو بعد از

صبح صادق اور قبل از طلوع آفتاب افضل البشر خاتم الانبیا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سراپردۂ لاہوت سے جلوہ افروز عالمِ ناسوت ہوئے۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ محمد و آلِ محمد وبارک وسلّم۔ کسی ہندی شاعر نے خوب کہا ہے۔

"کیا بھاگ لگے عبد اللہ کو جس پوت سپوت محمد جایا"

دنیا کی تاریخ میں ۶۱۰ء یعنی اول سالِ نبوت وہ مبارک و مسعود سال ہے جس میں "دورِ مشرکانہ" کا خاتمہ۔ اور "دورِ موحدانہ" کا آغاز ہوا۔ اور جبلِ حرا سے "توحید" (ماخوذ از زم زم) کا آفتابِ عالمتاب ظلمت کدۂ دنیا کو منور کرنے کے لئے طلوع ہوا۔

ہوئے محو عالم سے آثارِ ظلمت　　　　کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدت　　　　کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت

یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

اس سے قبل مختلف زمانوں میں ہر ایک نبی ایک خاص ملک اور ایک خاص قوم کے لئے آیا۔ اور ایسے قومی نبیوں کا دائرہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منتہی ہوا۔ تو رحمت اللعالمین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا اور دنیا کی تمام قوموں کی ہدائیت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور آپ کے بعد دنیا میں کسی اور نبی کی ضرورت نہ رہی۔

"توحید" بنیادِ اسلام ہے۔ اور "شرک" مخربِ اسلام۔ اس لئے جس شدت کے ساتھ اسلام نے توحید الوہیت کو دنیا بھر کے سلسلہ ہائے روحانیت کا جزو لاینفک قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا نزولِ اسلام کی اصلی اور حقیقی غرض و غائیت "توحید" ہی تھی۔

دنیا کے بت شکن اعظم محمد عربی صلعم نے لات و منات اور عزہ کے مادی سنگی اور خشتی بتوں ہی کو نہیں توڑا۔ بلکہ ان کے پرستاروں کی ذہنی اور عقلانی مجسمات کی اصلاح اور قطع و برید بھی کی۔ جنہوں نے حسب و نسب کی امتیازات کو بناءِ فوقیت و برتری گردان کر عالمِ انسانی کے افراد کو ایک دوسرے سے جدا اور الگ کر رکھا تھا۔

آپ کی روشن تعلیمات نے تھوڑے ہی عرصہ میں تمرد کو انکساری سے غرور کو حلم سے۔ ظلم کو عدل سے۔ پستی کو بلندی سے۔ بیچارگی کو سرفرازی سے۔ غلامی کو حریت سے اور شرک کو توحید سے بدل دیا۔ اور عالمِ انسانی کی کایا پلٹ دی۔

اسلام کسی انسان کو بحیثیت انسان کے اچھوت اور نیچ قرار نہیں دیتا۔ بلکہ سب انسانوں کی نسبت صاف الفاظ میں کہتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ساتھ ہی ہر انسان کی امتیازی حیثیت یہ قرار دیتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ پس جس نے یہ پہلو حاصل کر لیا۔ وہی عظمت اور بڑائی کے زینہ پر چڑھا۔ گویا اس صورت میں اتقا کے اعتبار سے درجہ بندی ہو گئی۔ اور باوجود اس درجہ بندی کے مساوات کے نظام میں بھی کوئی کسر نہ رہی

پیغمبر اعظم صلعم کی رسالت کا عدیم النظیر کارنامہ ہے۔ کہ حیاتِ انسانی کے لاتعداد دردوں میں "عورت ذات" کو پہلی مرتبہ دنیا کی "زینت" فرما کر مرد کے ہم رتبہ جگہ دی۔ اور اسے وہ حق عطا کیا۔ جو آجکل کی تہذیب جدید بھی طبقۂ نسواں کو نہیں دے سکے۔

دنیا کے اس مصلحِ اعظم کی بعثتِ مبارک کا منشا چونکہ اعلائے کلمۃ اللہ تھا۔ اس لئے آپ نے خدائے واحد کے نام کو ایسی بلند آہنگی کے ساتھ بےمثل انداز میں بلند کیا۔ کہ بت پرستی کے چہرہ پر مدتِ مدید کا جو سیاہ نقاب پڑا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے اُٹھ گیا۔ اور دنیا توحید کے نور سے جگمگا اٹھی

آپ کی روشن اور منور تعلیم نے قومی قیود کو توڑ کر نسلِ انسانی کی وحدت کی بنیاد رکھی۔ اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قایم کیا۔ انما المومنون اخوۃ۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی مقدس تعلیم کا یہ ایک نمایاں اعجاز ہے۔ کہ آپکی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے۔ اور تمام بیماریوں کا علاج آپ کی تعلیم میں موجود ہے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یتیمی کی حالت اور بے یار و بے مددگار ہونے کی حیثیت سے اٹھکر آپ نہ صرف فاتح بلکہ شہنشاہ اور شہنشاہ ہی نہیں بلکہ شہنشاہ گر بنے۔ اور اس عظیم الشان سلطنت کے بانی ہوئے۔ جو آج ساڑھے تیرہ سو سال بعد بھی اعدا کی ان متفقہ کوششوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ جو اس کے مٹانے کیلئے جاری ہیں

آپ کا نام "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" ایسی زندہ طاقت ہے۔ جس سے بڑھکر اور کوئی طاقت نہیں۔ اور اسی نام کی برکت ہے۔ جو دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کی خدائی رسیماں میں جکڑ سکتی ہے۔ اسی نام کی ہیبت ہے۔ کہ بدخواہانِ اسلام تمام سامانوں کے باوجود مسلمانوں کی اس گئی گذری اور افتادہ حالت میں بھی ان سے چونکتے اور خائف رہتے ہیں۔

نیّرِ اسلام کو طلوع ہوئے۔ آج ساڑھے تیرہ صدیاں ہونے کو ہیں۔ اس دوران میں

دنیائے اسلام میں جسپر کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ آپ کے غلاموں اور جاں نثاروں کے درمیان ہر قریہ۔ ہر قصبہ اور ہر شہر میں ہر روز پانچ وقت بلند میناروں پر خدائے واحد کے نام کے بعد اذاں کے ذریعے آپ کے نام کی آواز بلند منادی کی جاتی ہے۔ یہ وہ خصوصیتِ عظمیٰ ہے۔ جو آجتک کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔

اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا تاریخ عالم کسی ایسے انسان کا پتہ دے سکتی ہے۔ جس نے یکہ وتنہا بیکسی وبے لبسی کے عالم میں۔ ایسی عالمگیر ضلالت کے ایام میں اور تمرّد کے پر آشوب زمانہ میں۔ اصلاحِ دنیا کا بیڑا اٹھایا اور پھر اپنی زندگی ہی میں ہر اعتبار سے مظفر ومنصور ہوا؟

اگر اسکا جواب نفی میں ہے۔ اور یقیناً نفی میں ہے۔ تو پھر کسقدر بوالعجبی اور ناشکر گذاری ہوگی اگر ہم ایسے رسلِ عظیم الشان اور ہمدرد بنی نوعِ انسان کے یوم ولادت کی تقریبِ سعید کی یادگار منانے میں کوئی جائز امکانی دقیقہ اٹھا رکھیں۔

ہندوستان کی ادبی دنیا میں اس سے چند سال قبل عید میلاد کی مسرت کا اسقدر عام دستور نہ تھا۔ مگر اب اسلامی اردو صحافت کا یہ ایک معجزہ ہے۔ کہ عید میلاد کی مسرتوں میں وافر حصّہ لے رہی ایمان کیا ہے؟ "محبت رسول" ہی کا نام ایمان ہے۔ جیسا کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے "لا یؤمن احدکم حتیٰ کون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔ یعنی نہیں ایماندار ہوگا۔ تم میں سے کوئی جب تک کہ میں زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس کے نزدیک ماں باپ سے۔ بیٹوں سے۔ سب مخلوق اور لوگوں سے۔ پس افضل الرسل صلعم کی ذاتِ مقدس سے جسقدر زیادہ محبت ہوگی۔ اسی قدر ایمان زیادہ مضبوط اور قوی ہوگا۔ اور جتنی محبت کم ہوگی۔ اتنا ہی ایمان بھی ضعیف اور کمزور ہوگا۔

محبت کا "نشان" کیا ہے؟ رسول اللہ صلعم پر کثرت سے درود بھیجنا۔ قولہٗ تعالیٰ۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوصلوا علیہ وسلموتسلیما (ترجمہ) تحقیق حق تعالےٰ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اے ایمان والو تم بھی درود پڑھا کرو اسی بناء پر صوفیائے کرام اور علمائے عظام نے محفل میلاد کو قائم کیا کہ مسلمان ملکر اور جمع ہو کر درود اور سلام پڑھیں۔ تاکہ تقویتِ ایمان حاصل ہو۔

بزمِ میلادِ محمدؐ میں جو شامل ہوگا
ہے یقیں مجھکو کہ وہ خلد میں داخل ہوگا

عید کے لغوی معنے "مسلمانوں کا روزِ جشن" کے ہیں۔ لیکن وائے برحالِ ما۔ کہ ہمیں اپنی

نا قابلیتوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے "عید میلاد" کا منانا بھی نہ آیا۔ کیونکہ اس سے کوئی مفید عملی سبق حاصل نہیں کیا جاتا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ رسمی طور پر سال کے بعد ایک دن چند گھنٹوں کے لئے چند جزوی اور ظاہری رسوم کا ادا کر دینا اور پھر سال بھر کیلئے کسی قومی نصب العین کا پیش نظر نہ ہونا اگر قومی گراوٹ کا نشان نہیں تو اور کیا ہے؟

مقصود بالذات تو یہ تھا۔ اور یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کا اسوہ حسنہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ تاکہ وہ آنحضرت کی زندگی سے واقف ہو کر اس کی پیروی کرنے کی کوشش کریں۔ جس کیلئے خود نمونہ بننا بھی شرط ہے۔ کیونکہ اگر شرط ہی مفقود ہو۔ تو پھر مشروط کا کیا کہنا؟

اسوقت ہندوستان میں حضورؐ کے ادنے غلاموں کی تعداد سات کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔ جن کے نزدیک سب سے زیادہ اہم اور ضروری مسئلہ اگر کوئی اسوقت ہو سکتا ہے تو وہ "اشاعت اسلام" ہے۔ کیونکہ حالات حاضرہ بہت کچھ پیچیدگیات سے مملو ہو رہے ہیں۔ اور بپتسمہ۔ بائبل۔ شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات باعتبار اپنی اپنی نوعیت کے اسلام کی رفتار ترقی میں حائل ہونے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ اور بزعم خود اپنی اپنی جگہ پر اسلام پر غلبہ پانے کی متمنی۔

کون نہیں جانتا۔ کہ عیسائی مذہب اسلام کے مذہبی اور سیاسی اثر و اقتدار کا دیرینہ اور دانا مگر چالاک حریف ہے۔ بائبل چار سو سال سے اسلام کی بدترین دشمن ہے۔ جسکا اجرا سیاسی اغراض پر مبنی تھا۔ شدھی زمانۂ حال کی ایجاد ہے۔ اور مسلمانوں کے خلاف یہ ایک سیاسی جنگ ہے۔ جو مذہب کی آڑ میں لڑی جا رہی ہے۔ اور اسکے ذریعے مسلمانوں کو ہندوستان سے باہر نکالنا یا انکو کسی نہ کسی صورت سے ہندو دہرم میں شامل کر لینا مقصود ہے۔ وہ برادران وطن جو اب "سوراج" نہیں چاہتے۔ اور بزعم خود افغانستان اور ایران میں کوئی خطرہ خیال کرتے ہیں۔ درجۂ نو آبادیات چاہتے ہیں۔ اور ہوم رول یا حکومت داخلیہ کے متمنی تاکہ برطانوی شاہنشاہیت کے زیر سایہ رہکر ملک کے اندرونی انتظام میں آزاد اور دخیل کار ہو جائیں۔

احیاناً اگر کبھی ایسا وقت آ سکے تو پھر اس صورت میں بلحاظ اکثریت و ثروت مسلمانوں کو دبا لینا ان کیلئے کوئی مشکل کام نہ ہو گا۔

بعض ہندوؤں کا میلان طبع اسطرف ہے۔ کہ سنگٹھن ہندوؤں کی ہر جماعت کو مضبوط اور منضبط کر کے مسلمانوں کے بالمقابل ایک جنگجو جماعت پیدا کر دے گا۔

بفرض محال اگر ایسا ہو سکنا ممکن ہو۔ تو پھر ایسی صورت میں ایسے نتیجہ کا پیدا ہو سکنا غیر ممکن خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ گائے کی قربانی، اذان، تعزیہ داری۔ اور اجتماع عیدین کے متعلق مسلمانوں کی

خانگی زندگی بباعث قلیل التعداد ہونے کے دوبھر ہو جائے ۔ گو یہ ظاہر ہے کہ

باطل مٹا تھا مٹ ہی رہا اور مٹے گا بھی
ٹل جائے حکم کس طرح امّ الکتاب کا

مگر قابل غور بات یہ ہے کہ اگرچہ اسلام کبھی خطرے میں نہیں ہو سکتا ۔ لیکن اگر خطرے میں کوئی چیز ہو سکتی ہے ۔ تو وہ فقط ہماری "مسلمانی" ہے ۔

اسلام بذاتِ خود ندارد عیبے
ہر عیب کہ ہست در مسلمانیٔ ما است

اسلئے ہمیں زیادہ مستعدی اور زیادہ بیداری کے ساتھ اپنی "مسلمانی" کی موجودہ کمزوریوں اور نقائص کو رفع کرنے پر آمادہ ہو جانا چاہیئے ۔ کیونکہ

زندگی جہد است استحقاق نیست
جذبہ علم النفس در آفاق نیست

اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ۔ کہ تمام مسلم کہلانے والی اقوام مختلف العقائد ہونے کے باوجود پھر بھی اس ایک ہی رشتہ کبریٰ میں منسلک ہیں ۔ جس کے سردار اور امام و پیشوا جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اس لئے اسلام اپنے تمام فرزندوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مطالبہ کرتا ہے ۔ اور اسی کا نام "تبلیغ اسلام" بھی ہے ۔

پس آیئے کہ ہم عید میلاد کی سچی خوشی منانے اور حب رسول کا عملی ثبوت دینے کیلئے اس بات کا تہیہ کرلیں ۔ کہ "اصلاح حال" کے ساتھ ساتھ آنے والی مردم شماری تک جس میں ہنوز پانچ سال کا وقفہ ہے ۔ ہماری موجودہ قومی تعداد میں ایک کروڑ نفوس کا اضافہ ہو جائے ۔ اسلام لا اکراہ فی الدین کی تعلیم دیتا اور دیگر مذاہب سے مناسب رواداری برتنے کی تاکید کرتا ہے ۔ اس لئے باتباع اس کے ہمارے اس قومی مطالبہ اور جائز خواہش میں کسی کینہ یا انتقام کی غرض کا شائبہ تک نہیں ۔ ہم کمال صداقت و دیانت کے ساتھ بلحاظ فرائض مذہبی اپنی اس صادقانہ تمنا کے برآنے کی مخلصانہ آرزو کرتے ہوئے صدق دل سے چاہتے ہیں ۔ کہ اگر تمامی اجزائے اسلام متحد الخیال اور متحد العمل ہو کر اس مقصد عالی کی تکمیل کے لئے آمادہ کار ہو جائیں ۔ اور اپنے بہترین علم و اخلاق کے بہترین ذرائع کو بہترین طریق پر استعمال میں لائیں ۔ تو وہ دن دور نہ ہو گا ۔ جبکہ ہماری پاکیزہ کوششیں خدا کے فضل سے کامیاب نتیجہ کا باعث ہو جائیں ۔ اور دنیا علے رؤس الاشہاد اس امر کا اعتراف کرا ٹھے ۔ کہ ہندوستان

زندانِ اسلام نے " بایں درماندگی و پسماندگی " صحیح معنوں میں " عید میلاد " منانے کا " اصلی راز "
لیا۔ اور " زندہ رہنے کا " حقیقی گر " سیکھ لیا۔

حال و استقبال ہر دو حاصلِ تدبیر تُست
ہاں بجہد آمادہ شو۔ در دستِ تو تقدیر تُست؛

قاضی نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست
تلات از گوجرانوالہ

۷۸۶

نعت

حامیٔ امت شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم
مالکِ جنت قاسم کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

عرش کے تارے راج دلارے دل کے سہارے گیسو والے
دونوں جہاں پر سایہ گستر صلی اللہ علیہ وسلم

اول و آخر ظاہر و باطن کس کو حق نے کہہ کے پکارا
کس کا لقب ہے شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم

صفوت آدم نور مجسم، حامی امت رحمت عالم
نوح کے ہمدم خلق کے یاور صلی اللہ علیہ وسلم

حکمتِ لقمان قوتِ موسیٰ زہدِ یحییٰ فخرِ عیسیٰ
باعثِ عالم خلق کے یاور صلی اللہ علیہ وسلم

شافعِ امت ماہِ نبوۃ آیۂ رحمت نجم بشارۃ
حامیٔ امت قاسم کوثر صلی اللہ علیہ وسلم

بگڑی ڈھلی کو تو ہی سنبھالے ڈوبتی ناؤ کو تو ہی اچھالے
تو ہی ہے مولا خلق کا یاور صلی اللہ علیہ وسلم

حشر میں ہو جب کوئی نہ ہمدم لیا خبر آ ہی رحمتِ عالم
میرے حامی میرے یاور صلی اللہ علیہ وسلم

کیا کھٹکا قبر کا اختر، خوف ہے کیا روزِ جزا کا
سب کے حامی شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم

محمد شفیع، اختر

المختصر فی احوال خیر البشر

ابو القاسم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

(آنحضرت کی سوانح عمری کے اہم واقعات تاریخی نکتہ نظر سے)

ازروئے کتب معقول و منقول یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شارع اسلام حضرت ابراہیم ابو الانبیاء کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیل اور زوجہ صغریٰ حضرت ہاجرہ کی نسل میں ہیں۔ اور اسطرح وہ بنی اسرائیل کے بنی اعمام سے ہیں۔ حضرت[1] ابراہیم ابو الانبیاء کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیل اور زوجہ صغرای حضرت ہاجرہ کی نسل میں ہیں۔ اور اسطرح وہ بنی اسرائیل کے بنی اعمام سے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے فرزند اکبر اور زوجہ ثانیہ کو اپنی زوجہ کبریٰ سارہ کی مناقشت باہمی کے دفعیہ کے خیال سے ملک فلسطین سے ملک عرب میں لاکر آباد کیا تھا۔ جہاں کہ انہوں نے ایک عبادتخانہ بجائے اس اولین عبادتگاہ کے جو طوفان نوح میں غرق ہو چکی تھی۔ تعمیر کیا تھا۔ اسی مکان کا نام بعد کو بیت اللہ اور کعبہ مشہور ہوا۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّٰی اس کی جانب صادق ہے۔ حضرت ابراہیم کی شادی بنی خزرج میں ہوئی تھی۔ جن کے اعقاب میں انصار مدینہ ہیں۔ اس تشریح سے ثابت ہے۔ کہ پیغمبر اسلام اور ان کے اسلاف کسی عامیانہ صحرائی قوم سے آمیزش نہیں رکھتے۔ جیسا کہ بعض فرنگستانی اور ان کے ہمخیال مؤرخ پیغمبر اسلام کو بادیہ نشیں غارتگر بدو قوم کی فرع بتلایا کرتے ہیں۔ البتہ آل ابراہیم اور بنو خزرج رئیس الاعراب کی آمیزش سے حضرت اسماعیل کی نسل قریش کو عرب مستعربہ کہا جاتا ہے۔ اور وہ جمیع اقوام عرب کے سردار افضل مانے گئے ہیں۔

بنی اسرائیل و یہود کی تفریق و حکومت

حضرت ابراہیم کے ابنائے اسمٰعیل و اسحٰق میں سے اول الذکر تو ملک عرب میں آبسے جس کی تفصیل ابھی کی گئی۔ دوم حضرت اسحٰق قدیم وطن فلسطین میں متمکن رہے۔ حضرت اسحٰق کے پوتے یوسف بن یعقوب بھائیوں کے حسد و تشدد سے ملک مصر میں پہنچ گئے تھے۔ جن کا قصہ مشہور ہے۔ انہیں یوسف کے زمانہ وزارت و اقتدار میں حضرت یعقوب مع اپنے جمیع اولاد و احفاد کے مصر میں آبسے تھے۔ جہاں آل یعقوب کا قیام سوا چار سو برس تک رہا۔ اور پھر حضرت موسیٰ فرعونوں کی شدائد سے ان کو نجات دلا کر عرب وطن قدیم میں پہونچایا۔ حضرت اسمٰعیل پیغمبر کی اولاد میں تا حضرت خاتم الانبیاء کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور اسحٰق پیغمبر

---

[1] اس عبارت کا کچھ حصہ دوبارہ نقل ہوگیا ہے۔

کی نسل میں بجملہ انبیاء اسرائیل مثل یعقوب - یوسف - موسیٰ - ہارون - ایوب - داؤد - سلیمان - عیسیٰ وغیرہم مبعوث ہوئے - اگرچہ عوام میں حضرت داؤد و سلیمان کی ملکداری زبانزد ہے - لیکن دراصل جس اولوالعزم نے اولاً پیغمبری کو بادشاہانہ عدل و انتظام کے ساتھ جمع کیا - اور جن کے اکثر احکام و اعمال پیغمبر صاحب اسلام کے مطابق و مشابہ تھے - وہ حضرت موسیٰ بن عمران بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحٰق کی ذات والا صفات ہے - انہیں حضرت نے اپنی قوم کو مصر سے ہجرت کرا کے ملک شام و فلسطین کی سرحد دریائے یردن تک چالیس سال کی صحرا نوردی کے بعد پہنچا یا تھا - اور ان کے خلیفہ یسوع بن نون نے دریائے یردن عبور کر کے اپنے آبائی ملک میں بعد جنگہائے بسیار دخل پایا - جس کے قبل حضرت موسیٰ بادشاہ عوج کو قتل فرما چکے تھے

اسرائیل عبری زبان میں رات کے مسافر کو کہتے ہیں - چونکہ حضرت یعقوب نے اپنے بڑے بھائی عیصو کے خوف سے اپنے ماموں کی بیٹی کے ساتھ عقد کرنے کو بہ ایمائے مادر خود رات میں مسافرت اختیار کی تھی اس بنا پر یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل اور انکی عام اولاد کا نام بنی اسرائیل قرار پایا - عوام کو شائد یہ نہ معلوم ہو کہ بنی اسرائیل و یہودی میں ایک خاص تفریق ہے - حضرت یعقوب کے بارہ اطفال میں سے ایک کا نام یہودا تھا - پس اس کی تنہا اولاد یہودی ہے - اور باقی گیارہ اسباط کی نسل بنی اسرائیل کہلائی جاتی ہے - بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ و ہارون و یشوع وغیرہ تھے - اور یہودی نسل میں حضرت داؤد و سلیمان و یحییٰ و عیسیٰ وغیرہم تھے - ابتداء میں بنی اسرائیل کو بوجہ ذات حضرت موسیٰ اور بقبضہ توریت و تبرکات کے شرف حاصل تھا اور سرداری و حکومت بھی اسی فرقہ میں چلی آتی تھی - جسکا آخری بادشاہ ساؤل (طالوت) تھا - اسی کے عہد میں حضرت داؤد نے مبارزت میں جالوت پہلوان کو قتل کرنے اور ساؤل کے گذر جانے بعد تخت سلطنت پر متمکن ہو کر آثار عظمت کتاب توریت و تبرکات موسوی کا صندوق محمولہ تابوت سکینت - جس کے بازو پر تصاویر ملائکہ کردی منقش تھیں - بنی اسرائیل سے بہ الزام انکی بادیہ گری کے چھین لیا - تو مایۂ افتخار بنی یہود کو حاصل ہو گیا - اسی تابوت سکینت کو محفوظ رکھنے کے واسطے جسے بنی اسرائیل کوہ و بیابان میں لئے پھرتے تھے - ایک پاک مکان بنانے کا سامان کیا - جس کی تکمیل بحکم رب العباد حضرت سلیمان نے اس کا نام بیت ایل یعنے بیت اللہ و بیت المقدس رکھا - یہیں مسجد اقصیٰ ہے - جس کا درجہ بعد مسجد حرام یعنے خانہ کعبہ کے متصور ہے بیت المقدس کی تعمیر خانہ کعبہ کی بنا سے بارہ سو سال بعد ہوئی - پس اول بیت وضع للناس - کعبہ کی توصیف حقیقی ہے -

اصلیت لفظ قریش

حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں اور حضرت خاتم الانبیاء کے اسلاف میں تیرھویں درجہ پر ایک

بزرگ نضر بن کنانہ گزرے ہیں۔ جن کا دوسرا نام قریش تھا۔ لفظ قریش بقاعدہ عربی لفظ قرش کی تصغیر ہے۔ جو ایک بڑے دریائی جانور غالباً ویل مچھلی کا نام ہے۔ زمانِ قدیم میں بعض لوگ ایسے نام کسی زبردست جانور کے نام پر رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ اسد وضیغم بمعنی شیر عرب میں اور رکیب رہی وایلا بمعنے شیر وزیرین ملک ہند میں مستعمل ہوا۔ غرضیکہ نضر بن کنانہ ملقب بہ قریش کی اولاد قریشی کہلاتی ہے اسی قریش سے گیارھویں پشت میں ہاشم تھے جن کے بیٹے کا نام عبدالمطلب اور پوتے کا نام عبداللہ تھا ان سے محمد مصطفیٰ و محمد مجتبیٰ متولد ہوئے۔

زمانِ ولادتِ اقدس

پیدائش اقدس نبوی کے وقت ملک عرب میں مختلف ادیان کا سکہ جما ہوا تھا۔ علاوہ یہود و نصاریٰ کے جو بربادیٔ بیت المقدس بعہد بخت نصر بادشاہ بابل سے عرب میں آباد تھے۔ بت پرست مشرک ستارہ پرست۔ صابئین غیر مقلد دہریہ تک پائے جاتے تھے۔ عرب کی مختلف الاقوام آبادی میں قوم قریش کو سروری و برتری حاصل تھی۔ جو بعض اوقات شاہانِ حبش یمن و ایران تک سے سرتابی میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ ایسے پرجوش وقدامت پرست فرقوں میں بتردد کہ وحدانیت کی تجدید و اشاعت ایک بہت ہی اہم اور خطرناک کام تھا۔ جسکو آنحضرت کی ذات ستودہ صفات نے بلا امداد کسی بادشاہ وقت کے مع رفقائے جاں نثار کی جن کی تعداد بتدریج بڑھتی گئی۔ بوجہ احسن انجام دیا۔

آنحضرت کی ولادت باسعادت پرجہ ۱۲۔ ربیع الاول سال اول عام الفیل مطابق ۵۷۰ء میں ہوئی آپ کا نام عبدالمطلب نے محمدؐ اور بی بی آمنہ والدہ مکرمہ نے احمد رکھا۔ اسوقت طوفان نوح کو جو عہد آدم سے ۲۲۴۲ سال بعد ہوا تھا۔ پانچہزار دو سو سال گذر چکے تھے۔ حضرت نوح سے حضرت ابراہیم تک دو ہزار دو سو چالیس سال۔ حضرت ابراہیم سے حضرت موسیٰ تک سات سو سال حضرت موسیٰ سے حضرت سلیمان تک تقریباً پانچسو سال کا زمانہ شمار ہوتا ہے۔ جن کے چوتھے سال جلوس میں کعبہ کی تعمیر عمل میں آئی۔ حضرت داؤد سے حضرت عیسیٰ تک بارہ سو سال کا عرصہ گذرنے میں آیا۔ جس سے پانسو ستر سال بعد ولادت قوی شوکت مصطفوی مانی گئی ہے۔ گویا کہ ابتدائے عہد آدم سے ساتویں ہزار کے وسط میں آنحضرت کا نزول اجلال عالم ظہور میں آیا۔

نسب نامہ خاص رسول اللہ

محمد صلعم ۱ - عبداللہ ۲ - عبدالمطلب ۳ - ہاشم ۴ - عبد مناف ۵ - قصی ۶ - کلاب ۷ - مرہ ۸ - کعب ۹ - لوی ۱۰
غالب ۱۱ - فہر ۱۲ - مالک ۱۳ - نضر قریش ۱۴ - کنانہ ۱۵ - خزیمہ ۱۶ - مدرکہ ۱۷ - الیاس ۱۸ - مضر ۱۹ - نزار ۲۰ - معد ۲۱ - عدنان ۲۲

واختلاف النساب فیما بعد عدنان اما قیل بعد عدنان اود[۲۳] یحثوم[۲۴] لقوم[۲۵] ناحور[۲۶] شارخ[۲۷] یعرب[۲۸] یشجب[۲۹] نابت[۳۰] اسمٰعیل علیہ السلام

دیگر سوانح

بعد ولادت آنحضرت کو ان کی والدہ نے دایہ کے پاس چھوڑ دیا تھا - جو قبیلہ بنی سعد اہل عرب سے تھی - وہاں پانچ سال صرف ہوئے - جہاں دایہ کے اطفال کے ہمراہ بکریاں چرانے میں رہا کرتے تھے - پھر آپ کی والدہ نے بعمر شش سالگی آپ کو ننہال واقع مدینہ کو بھیجدیا - اسی سال میں والدہ معظمہ آمنہ خاتون کا انتقال ہوگیا - اس کے بعد دایہ نے آپ کو مکہ بھیجدیا - اور آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی حفاظت میں رہے - جب آپ کی عمر آٹھ سال سے متجاوز ہوئی - تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا - اور آپ سگے بڑے چچا ابی طالب کفیل ہوئے - کیونکہ حضرت عباس خود کم عمر تھے - پیغمبر صاحب سے صرف تین سال عمر میں زیادہ تھے - بارہ سال کی عمر میں آپ ابی طالب کی معیت میں بکار تجارت ملک شام کی طرف تشریف لے گئے - اور بعض اہل کتاب نجومیوں نے آپ کی نبوت کے آثار ظاہر کئے - پچیس سال کی عمر میں مسماۃ خدیجہ بنت خویلد قریشیہ کے امین و گماشتہ کے طور سامان تجارت ملک شام کو لے گئے اور منافع کثیر حاصل ہوئے - اس تدین و صداقت کے لحاظ سے خدیجہ مذکورہ پیغمبر صاحب کے نکاح میں آکر سب سے اول ایمان لائیں - اس فعل امانت رسالت بنیاد سے ثابت ہوتا ہے - کہ غیر اقوام مشرکین تک کی ملازمت اگر بہ دیانت کی جائے تو روا ہے - کیونکہ حضرت خدیجہ قبل از اسلام مشرکہ تھیں - پیغمبر نے جو کام انجام دیا - اس میں علمائے لبعد کی قیل وقال عبث ہے - بنائے کعبہ کی تجدید میں قریش اختلاف رکھتے تھے - جسکو آپ نے بعمر ۳۵ سال رفع کیا -

چالیس سال کی عمر میں آپ پر امر رسالت صادر ہوا - اور اول آپ پر خدیجہ ایمان لائیں - اس کے بعد حضرت ابوبکر و حضرت علی نبوت پر ایمان لائے - اہل قریش جو غایت قدامت پرست تھے - آتش حسد و رشک میں جلنے لگے - حضرت رسالت پناہ نے تنگ آکر اکثر صحابہ و اقارب کو جن میں جعفر ابن ابی طالب و حضرت عثمان بن عفان داخل تھے - نجاشی بادشاہ حبش کے پاس بغرض امن بھیجدیا - اس سے موثوق ہوتا ہے - کہ اہل کتاب خصوصاً نصاریٰ کی سلطنت میں مسلمانوں کا قیام ہرگز قابل اعتراض نہیں - جس پر بعض کوتاہ فہم تامل کیا کرتے ہیں - یہ ہجرت اولیٰ ابی طالب کی حیات میں پیش آئی تھی - جس میں خود ان کے فرزند جعفر شامل حال تھے - پس بعض مورخین کا یہ خیال غلط ہے - کہ ابی طالب کے باعث پیغمبر صاحب مامون و ساکن مکہ رہے - غیر مسلم سے آپکو وطن میں امداد نہیں ملی - ابی طالب نے سوائے زبانی ہمدردی کے اسلامی یا نبوی امداد

میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا۔ جیسا کہ آپ کے دوسرے چچا حضرت حمزہ نے ابوجہل کی ضرر رسانی کے انسداد کو خود ایمان لاکر حضرت کی حمایت میں عملی حصہ لیا۔

جب پیغمبر صاحب کی انچاس سال کی عمر ہوئی تو ابی طالب نے انتقال کیا۔ اور اس کے بعد بی بی خدیجہ نے بھی رحلت فرمائی۔ اس کے تین ماہ بعد پیغمبر صاحب مع اپنے آزاد غلام زید بن حارثہ کے طائف میں ایک ماہ قیام فرماکر مکہ واپس آگئے۔ اس کے ڈیڑھ سال بعد باون برس کی عمر میں آپ کو واقعہ معراج پیش آیا۔ اور اکثر احکام صالحہ و فرائض مذہبی کا نفاذ ہوا۔ جس میں تاکید توحید احسان بالوالدین عطا بحال اقارب و مسکین و مسافرین مرفہ و بخشش میں اعتدال پسندی۔ فضول خرچی و بخل سے اجتناب۔ امتناع قتل اولاد نہی زنا و قتل بلاخطا۔ حفاظت مال یتیم۔ ایفائی عہد۔ تکمیل وزن در تجارت۔ منع اوہام و منع رفتار تکبر۔ شامل ہیں۔ معراج کے روحانی و جسمانی وقوع میں علماء کو اختلاف ہے۔ معراج روحانی کی روائیت حضرت عائشہ وامیر معاویہ سے کی جاتی ہے۔ اور جسمانی معراج کا ذکر قتادہ اور انس صحابہ سے مروی ہے اسی معاملہ کو سرمد شہید عہد عالمگیری نے اپنے ایک شعر میں اسطرح اداکیا ہے۔ ؎

ملا گوید کہ بر فلک شد احمد ؛ سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

واقعہ ہجرت نبوی

حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد جو چالیسویں شخص مومنیں میں تھے۔ فرائض اسلام علانیہ ادا ہونے لگے تھے۔ اور چند اہل مدینہ بوقت سفر حج پیغمبر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرکے اسلام لاچکے تھے اس سے کفار قریش کو سخت اندیشہ ہوا۔ کہ اب اسلام امداد بیرونی سے تقویت پا جائیگا۔ پس بانی اسلام اور اس کے متبعان کو ختم کردینا چاہیئے۔ ان تمام مشورات باطلہ کا ادراک آنحضرت کو ہوا۔ تو بطور مآل اندیشی آپ نے نرغۂ کفار سے نکلکر اپنے جدید معتقدین انصار مدینہ کے پاس چلے جانے کا قصد صمیم فرمایا۔ مکہ سے نکلکر آپ غار ثور میں تین شب مخفی رہے۔ حضرت ابوبکر بقول صادق ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ خدمتیں حاضر تھے۔ تین روز بعد پیغمبر صاحب معہ ابوبکر و دان کے غلام عامر بن فہیرہ۔ اور عبداللہ ابن ارقم کے راہی مدینہ ہوئے۔ حضرت علی کو ان امانتوں کی ادائگی کے واسطے مکہ میں اپنی جگہ چھوڑا جو آنحضرت کی تحویل میں تھیں۔ قال ابن قتیبہ وخلّف علیاً علیٰ ودائع کانت عندہ للناس حتے اداھا۔ ثم لحق بہ۔ ادائگی امانت کے بعد حضرت علی بھی تنہا شب سفر کرتے ہوئے حاضر خدمت نبوی ہوگئے اسوقت رسول خدا کی عمر ترپین سال تھی۔ اور اول داخلہ بیت ابی انس انصاری پر ہوا۔

عہد نبوی از ہجرت - و غلطی مؤرخین

ہجرت دراصل ہر بعد اشاعت اسلام کا ذریعہ ہوئی - اسی بناء پر حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اس واقعہ سے سن ہجری کا اجراء فرمایا - کیونکہ اس کے بعد ہی فتوحات کثیرہ بدر - اُحد - خیبر خندق - حنین و تبوک وغیرہ پیغمبر صاحب کو حاصل ہوئیں - جس سے تمام قطعات عرب - یمن - نجد - حضر موت وغیرہ آنحضرت کے دائرہ اقتدار میں آکر سلاطین نواحی روم و حبش وغیرہ پر رعب چھاگیا - ہمارے عام مؤرخین و علمائے مذہبی ایک صریحی مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں - جو حکومت اسلام کا آغاز حضرت ابو بکرؓ کی خلافت سے شمار کر کے رسالت مآب کے دہ سالہ دور حکمرانی کو بالکل مقطوع و معدوم کر دیتے ہیں حالانکہ رسول مقبول نے علاوہ ہدایات نبوت کے اپنے بعد اسقدر ملک متبعین کے لئے چھوڑا تھا - جس سے دنیا کی ہر ایک سلطنت خائف تھی - اور اسی قوت خداداد کے ذریعہ سے حضرت ابو بکرؓ نے بغاوت ہائے مسلمہ کذاب و مرتدین کو صاف کر کے تمام ملک شام داخل مملکت اسلام کیا - اور حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں فلسطین - فارس و مصر وغیرہ کی وسیع سلطنتوں کو ضمیمۂ خلافت بنا کر وہ قوت پیدا کی - جسکا جواب تمام دنیا میں نہ تھا - مذہبی لوگوں نے تو پیغمبر اسلام کو ایک خانقاہ نشین درویش خیال کر لیا ہے - کہ جن کے گرد متعدد صحابہ مثل گروہ مریدین کے فراہم تھے - مگر پیغمبر صاحب جو دین و دنیا کے شاہنشاہ تھے - علاوہ ادائے فرائض و نفاذ احکام کے مع اصحاب جان نثار و سرفروش تمام عمر جدال و قتال میں مصروف رہے - اسوقت کے مذہبی لوگ سوائے امور مذہب کے دنیا کا کوئی کام ہی کرنا نہیں چاہتے - بقول سعدی ؎

تو کے بدرجۂ ایشاں رسی کہ نتوانی
جز ایں دو رکعت و آں ہم بصد پریشانی

داخلہ مدینہ کے وقت ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور دوشنبہ کا روز تھا جس کو آغاز سال بنانے کے واسطے محرم قرار دیکر پیغمبر صاحب نے مقام قبا میں قیام فرمایا - اس تجدید سال سے ہمارے خیال کے موافق آغاز حکومت اسلام کا صریحی ثبوت ملتا ہے - چھ ماہ بعد مہاجرین مکہ و انصار مدینہ میں رسم مواخات (برادرانہ) قایم کی گئی - پھر چھ ماہ بعد بقول اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ - جدھر رخ کرو اسی طرف خدا موجود ہے - ادائے نماز کیلئے بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رجعت کی گئی - اس وقت کے صحابۂ مقلدین ابو بکرؓ - عمرؓ - عثمانؓ علیؓ - طلحہؓ - زبیرؓ - عبدالرحمن بن عوفؓ - سعد بن ابی وقاصؓ - سعید بن زیدؓ - ابو عبیدہ بن جراحؓ - عشرہ مبشرہ جنت قرار پائے - یہ تمام سقد طلایان اور معاونان خاص اسلام ہیں - جن کی عملی مساعی جانگداز لاجواب

ہیں۔ ان کے مدارج علیا کو دوسرا کوئی ولی یا امام نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تقدیم و تفضیل بقول محکم۔ ولکلٍ درجٰتٌ مما عملوا ہے۔ یعنے ہر شخص کا درجہ اس کے عمل کے لحاظ سے ہوگا۔

واقعہ بدر

سنہ ۲ ہجری میں یہ اول بڑی جنگ آنحضرت کو بمقابلہ کفارِ مکہ پیش آئی۔ جس میں اسلام کو فتح کامل نصیب ہوئی۔ بدر ایک عربی شخص کا نام تھا۔ جس کی یادگار میں ایک کنواں اس مقام پر بنا ہوا تھا۔ مشرکین مکہ کی جمعیت اس وقت نو سو پچاس اور مسلمان مجاہدین کی تعداد تین سو دس تک تھی۔ حضرت کا علم شریف سفید اور اس کا پرچم (پھریرا) سیاہ رنگ حضرت عائشہ کی ایک چادر سے بنایا گیا تھا۔ اس جنگ میں بوجہ بعض معذوری اور مصروفیت کے صحابہ کبار میں سے حضرت عثمان۔ سعید بن زید اہل قریش اور ابولبابہ و حرث انصار میں سے موجود نہ تھے۔ بعد مقابلہ و مقاتلہ یہ اول فتح مبین آنحضرت کو کفار قریش پر حاصل ہوئی۔ منجملہ دیگر قیدیان مکہ کے اہل خاندان نبوی میں سے حضرت عباس بن عبد المطلب جو بکراہیت طبعی شریک برادران ہوگئے تھے۔ عقیل برادر کلاں حضرت علی۔ نوفل بن حرث بن عبد المطلب بھی تھے۔ رسالت مآب پر ان لوگوں کا ما فی الضمیر ظاہر تھا۔ پس آنحضرت کے ایما سے حضرت عباس سو درہم اپنا۔ اور چالیس درہم فی نفر عقیل و نوفل برادر زادگان کا زر فدیہ ادا کرکے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے فرمانے سے عقیل بھی ایمان لائے۔ رمضان سنہ ۲ ہجری میں اس مہم سے انفراغ پاکر آنحضرت معہ صحابۂ عظام مدینہ تشریف لائے۔ جہاں آپ کی دختر رقیہؓ نے رحلت کی۔ اس کے بعد سولہ روز کے آنحضرت نے اپنی ماکتخدا دختر خورد فاطمہ کو حضرت علی کی زوجگی میں دیا۔ اس تزویج سے ساڑھے پانچ ماہ بعد اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھ کیا۔ اس سے دو ماہ بعد آنحضرت نے حفصہ بنت حضرت عمر کو اپنی ازواج میں داخل کیا۔ حسب بیان ابن قتیبہ کے حضرت حسن ابن علی کی ولادت بھی اسی سال میں ہوئی۔ جس کے دس ماہ اور بائیس روز بعد حضرت حسین پیدا ہوئے۔ بی بی فاطمہ نے حسن کے ساتھ حسین کو بھی دودھ پلایا۔ چودہ مسلمان اور ستر مشرکین جنگ بدر میں کام آئے تھے۔ مدینہ ہی میں زکوٰۃ مثل نماز کے فرض ہوئی۔

جنگ احد

سنہ ۳ ہجری میں جبکہ یہود مدینہ کو باوجود ان کی شرارت کے بجائے قتل کے جلاوطن کیا گیا۔ واقعہ احد آنحضرت کو پیش آیا۔ جو منجملہ معارک اہم کے شمار کیا جاتا ہے۔ اُحد ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جس کے قریب یہ جنگ واقع ہوئی۔ کفار قریش کی تعداد تین ہزار نفوس اور مسلمانوں کا اقتسامات

سو اشخاص تھا۔ دلیران اسلام نے باوجود قلتِ مقدار کے کفار کو پسپا کر دیا۔ اور ان کے سامان کے لوٹنے کی نوبت آگئی۔ لیکن دستۂ عقبی اسلام کی غلطی سے جو طمع غارت میں گھاٹی احد کی حفاظت چھوڑ کر میدان میں اُتر آیا۔ کفار قریش نے بہ سرکردگی خالد بن ولید جو ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے۔ عقب سے براہ درہ مسلمانوں پر پُرزور حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کی مقدمہ فتح میں خلل آگیا۔ اور بعض اصحاب نے راہ گریز اختیار کی۔ اسی جنگ میں آنحضرت دندان مبارک ساقط ہوا۔ چہرہ پر زخم آیا۔ اور قتل تک کی خبر کفار نے مشہور کر دی۔ کیونکہ کفار حملہ آور نے قریب پہنچکر رسالت مآب کو مجروح کیا تھا۔ اسوقت متعدد صحابہ حفاظت اقدس میں شہید ہو گئے۔ بالآخر حضرت طلحہ نے باوجود زخمی ہونے کے حفاظت نبوی میں سینہ سپر ہو کر اعداد کو دور کیا۔ اور آنحضرت کی خبر حیات سنتے ہی حضرات عمر و ابوبکر و زبیر وغیرہ فی الفور حاضر خدمت رسالتمآب ہو گئے۔ اسطرح جنگ مغلوبہ درجۂ مساوات پر پہنچکر ختم ہوئی۔ کفار میں بھی دم وخم باقی نہ رہا تھا۔ عمائد مشرکین ابوسفیان پدر معاویہ جو خالد بن ولید جو ہنوز غیر مسلم تھے۔ مع ابوجہل وغیرہم ہمراہیان کے راہی مکہ ہوئے۔ اور پھر آنحضرت مع صحابہ کے مدینہ واپس آئے

اس واقعہ میں چار مہاجرین اور اکثر انصار شہید ہوئے۔ جن میں اشجع القوم حضرت حمزہ عم رسول مقبول کا بھی شمار ہے۔ حضرت حمزہ جلادت ذاتی سے کفار کو مار کر ہٹاتے جاتے تھے۔ کہ اتفاقاً آپ کا پاؤں ایک نشیبی پُرنم زمین میں لغزش کھا گیا۔ اور آپ زمین پر گر گئے۔ فی الفور وحشی غلام کافر نے خنجر سے حضرت حمزہ کا شکم پھاڑ ڈالا۔ آنحضرت نے حضرت حمزہ کو سید الشہداء حمزہ فرمایا ہے۔ اور آپ کو اسد اللہ و اسد رسول بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت حمزہ نے حمایت اسلام میں ایسے نازک موقع پر جان دی۔ جبکہ اسلام غایت درجہ بمقابلہ کفار اعانت کا محتاج تھا۔ اس درجہ کو دوسری کوئی شہادت جو بطلب حکومت بین المسلمین وقوع میں آئیں۔ نہیں پہنچتی۔ وکاین من نبیٍ قاتل معہم ربیون کثیر۔ ترجمہ۔ بیشتر انبیاء کے ہمراہ علماء نے جنگ کی ہے۔ اس کا مصداق وہ گروہ کب ہو سکتا ہے۔ جو وارثُ الانبیاء کے دعویٰ پر دنیا کا کوئی کام بھی اپنے ہاتھ سے کرنا عیب جانتا ہے۔ حالانکہ رسول مقبول ضعفاء و بیوگان کا سودا تک بازار سے لانے میں دریغ نفرماتے تھے۔ اسی جنگ اُحد میں حضرت طلحہ کا ہاتھ ضرب شمشیر سے دواماً بیکار رہا ہو گیا تھا۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف کا پاؤں ہمیشہ کو لنگ ہو گیا تھا۔

غزوہ خندق مدینہ

جنگ احد وغیرہ سے ناکام رہکر ابوسفیان وغیرہ کفار قریش نے بخیال انتقام عام دس ہزار انبوہ کے ساتھ مکہ سے خروج کیا۔ آنحضرت کے مجاہدین کی تعداد بقول بعض تین ہزار اور بقول بعض اکثر از کمتی

آنحضرت نے بہ مشورہ سلمان فارسی احتیاطاً بطریق ایران مدینہ کے گرد خندق کھدوائی تھی۔ اسی وجہ سے اسی واقعہ کا نام جنگ خندق مشہور ہے۔ ایک ماہ تک کفار نے قیام بطور محاصرہ رکھا۔ کچھ لوگ خندق عبور کرکے داخل ہوئے تھے جن کو حضرت علی جیسے اشجع المسلمین نے مار کر نکالدیا۔ پھر مقابلہ میدان کے بعد گروہ کفار میں بہ تحریک مجاہدین نفاق برپا ہوگیا جس سے وہ نیل بے مرام مکہ کو معاودت کرگئے۔ خندق کنی میں آنحضرت نے بذات خود بھی حصہ لیا۔ کیا آج ہمارا کوئی عالم یا درویش ہاتھ میں پھاوڑا لیکر زمین کھودنا گوارا کریگا۔ اس جنگ کے بعد چند متفرق واقعات پیش آئے جنہیں مجاہدین اسلام کامیاب رہے۔ اور فتح ونصرت اہل اسلام کے شامل حال رہی۔ اور قریش مکہ نے عزم مقاومت ہمیشہ کو ترک کردیا۔ تاآنکہ بالآخر فتح مکہ کی نوبت آگئی۔

واقعہ افک ۶ھ ہجری میں پیش آیا۔ بعض منافقین اسلام نے حضرت عائشہ کو اتہام بیجا لگا کر اپنی خباثت باطنی کا اظہار کیا تھا جس کی بابت آیۂ تطہیر ازواج نازل ہوئی۔ اور منافقین مردود دائمی ہوئے

فتح خیبر عرب

۶ھ ہجری میں خیبر فتح ہوا۔ اس مقام پر چند قلعات جداگانہ تھے۔ جنکو بتفاریق فتح کیا گیا۔ آخری قلعہ کا دس روز محاصرہ رہا۔ بیان ہے کہ اسکی فتح کو حضرت ابوبکر و عمر جداگانہ ایک ایک روز بھیجے گئے۔ شام ہوجانے سے واپس آگئے۔ تیسری بار حضرت علی کے حملہ سے فتح ہوگیا۔ اس پر دوسرے صحابہ کی تحقیر جو لوگ کرتے ہیں۔ وہ عمل نامعقول ہے۔ تواتر حملات سے جو مقام کمزور ہوجاتا ہے۔ آخر میں اسکا فتح کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ مقام طائف کا محاصرہ کرکے آنحضرت نے چھوڑ دیا تھا۔ جبکہ جملہ صحابہ موجود تھے۔ ان امور سے شان والا میں فرق نہیں آتا۔ فتح خیبر کے وقت حضرت جعفر ابن ابی طالب ہجرت حبش سے واپس آئے جس سے آنحضرت کو دوگونہ مسرت حاصل ہوئی۔

اس کے بعد اہل فدک پر عزیمت اسلام ہوئی۔ جنھوں نے بلاجدال وقتال نصف اثمار کی ادائیگی پر مصالحت کرلی۔ چونکہ اس موقعہ پر مجاہدین میں سے کسی کو تگ ودو مجاہدانہ نہ کرنی پڑی۔ پس قطعہ فدک رسول اللہ کی نذر خاص قرار پایا۔

بیعت الرضوان

۶ھ ہجری میں بیعت الرضوان تحت الشجر بمظنۂ قتل عثمان پیش آئی۔ کیونکہ شرائط مصالحت طے کرنے کو حضرت عثمان اہل مکہ کے پاس بھیجے گئے تھے۔ واپسی میں تاخیر غیر معمول ہونے سے آنحضرت کو ان کے قتل کا خیال ہوا۔ پس صحابۂ حاضرین سے انتقام گیری پر ثابت قدم رہنے کی بابت یہ بیعت لی گئی تھی۔ اول جس شخص نے بیعت کو ہاتھ دیا۔ وہ عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ بیعت الرضوان کے اصحاب کی تعداد بروایات

مختلف سات سو سے پندرہ سو تک بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت نے اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی بابت ہے۔ اس سال داخلہ مکہ ملتوی رہا۔ دوسرے سال تین دن کی مہلت میں بحالت غیر مسلح عمرہ ادا کیا گیا۔ اسی وقت صلحنامہ کی عبارت میں سے اعتراض کفار پر آنحضرت نے محمد رسول اللہ کے عوض محمد ابن عبداللہ تحریر فرمایا تھا۔

غزوۂ مقام موتہ

سنہ ۸ ہجری میں آنحضرت نے مقام موتہ پر ایک جماعت غزاۃ بسرکردگی زید بن حارثہ روانہ فرما کر ہدایت کی تھی۔ کہ اگر زید مارے جائیں۔ تو ان کے بعد جعفر ابن ابی طالب سردار ہوں۔ اگر وہ بھی کام آئیں تو عبداللہ بن رواحہ کو افسری لشکر دیجاوے۔

چنانچہ مقادمت کفار میں ہر سہ اصحاب اسی ترتیب سے درجۂ شہادت کو پہونچے۔ مدینہ سے حکم لینے کی گنجائش نہ تھی۔ پس خالد بن ولید نے جو اسی سال مسلمان ہوئے تھے۔ زمام بالادستی ہاتھ میں لیکر کفار کو منہدم کر دیا۔ اس جنگ میں حضرت جعفر ہاشمی نے جو حضرت علی سے بڑے اور عقیل سے چھوٹے بھائی تھے۔ بے نظیر جلادت کا اظہار کیا۔ یعنے دست راست قطع ہوجانے پر رائت اسلام بائیں ہاتھ میں لیا۔ اور وہ بھی کٹ گیا تو رائت کو دانتوں سے سنبھالا۔ جب سر ہی تن سے جدا ہوگیا۔ تو خالد بن ولید نے علمبردار ہو کر نصرت حاصل کی۔ صحابہ رسول اللہ کے کارنامے حمائت اسلام میں بے نظیر ہیں۔ ایسے ہی شہد لٹے سر فروش کے خون سے اسلام نے سیرابی پائی ہے۔ آنحضرت نے جعفر شہید کو طیارٌ ذو الجناحین فی الجنّۃ۔ یعنے جنت میں دو بازو سے اڑنے والا فرمایا ہے۔ اسی سال آنحضرت کے صاحبزادۂ کوچک ابراہیم ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔ باقی ہر سہ صاحبزادگان قاسم۔ طاہر۔ طیب اور ہر چہار صاحبزادیاں زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم زوجۂ حضرت عثمان نے رحلت فرمائی۔

قبضۂ مکّہ مکرّمہ

سنہ ۸ ہجری مطابق سنہ ۶۶۲ء میں حسب پیشین گوئی توریت (وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا) آنحضرت دس ہزار صحابہ کبار کی جمعیّت سے فائز مدینہ ہوئے۔ اور حکم تھا۔ کہ جو مقابلہ نہ کریگا۔ وہ اہل مکہ میں سے مامون ہے۔ اسوقت کے خداداد جاہ و جلال دیکھکر سرداران کفار قریش ابوسفیان وغیرہ مرعوب فذلعیۂ حضرت عباس ایمان لے آئے۔ داخلۂ شہر تین جانب سے ہوا تھا۔ میمنہ کی جمعیّت ماتحت خالد بن ولید سے عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ نے کچھ مقابلہ کیا جس میں تین کس اہل اسلام اور ۱۳ انفر اہل کفر مارے گئے۔ بقیہ کو امن عام دیا گیا۔ آذان کے بعد علی الاعلان کعبہ میں فریضۂ نماز ادا کیا گیا۔ اور چند رسوم زمان جہل مثل

بوسہ حجر الاسود، مجاورت بیت اللہ اور سقایۂ حاج کو بدستور قائم رکھا گیا۔ آنحضرت نے ایک ناصحانہ خطبہ فرمایا جس میں عجب و تکبّر بالنسل کی مذمت فرمائی۔ یا معشر القریش ان اللہ قد ذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمہا بالآبا والناس من آدم خلق من تراب۔ ترجمہ: اے گروہ قریش خدا نے قطعی تم سے غرور نژادانی اور فخر خاندانی کو دور کیا۔ جملہ انسان حضرت آدم سے ہیں۔ اور آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا۔ اس زمانہ کے بنی قریش و بنی ہاشم کہاں تک اس نصیحت پر کاربند ہیں۔ ناظرین خود انصاف فرمالیں۔ فتح مکہ کے وقت آنحضرت سیاہ عمامہ زیب سر فرمائے ہوئے تھے۔ اسی بنا پر خلفائے عباسیہ نے اپنے عہد حکمرانی میں لباس سیاہ اختیار کیا تھا۔

معرکہ مقام حنین

مکہ میں دو ہفتہ قیام کے بعد آنحضرت نے معرکہ حنین کیواسطے عزیمت فرمائی۔ کیونکہ قبضہ مکہ کے حسد سے کفار نواحی نے خروج و مقابلہ کا تہیہ کر دیا تھا۔ اسوقت بارہ ہزار کی جمعیت مجاہدین تھی۔ لہذا اکثر مسلمانوں کے بے پروائی اور عجب پیدا ہوا۔ جو خداوند کریم کو ناپسند آیا۔ اس موقعہ پر کفار رات سے ہی وادی حنین میں دو طرفہ گھات میں بیٹھے تھے۔ مجاہدین کے گذرتے ہی اچانک حملہ آور ہوئے۔ اور اہل اسلام نے بے ترتیبی سے آنحضرت کا ساتھ چھوڑ کر راہ گریز اختیار کی۔ اسی بابت عتاب ربّی کا اظہار ہوا۔ کہ اذا عجبتکم کثرتکم لن تغنی عنکم شیئا۔ یعنے جب تم کو اپنی کثرت پر ناز ہوا۔ تو کوئی چیز تمہارے کام نہ آئی۔ آنحضرت کے ہمرکاب اس موقع پر صرف سات نفوس بنی ہاشم اور ایک نفر غلام مثل حضرات علی۔ عباس بن عبد المطلب۔ ابوسفیان۔ و ربیعہ پسرگان عبد المطلب فضل بن عباس قثم بن عباس۔ ایمن ابن عبید تھے اس حالت میں حضرت عباس نے جن کے ہاتھ میں آنحضرت کے خچر کی لگام تھی حسب الحکم نبوی بلند آواز سے ہمرہن کو للکارا تب جمیع اصحاب جنگ کناں خدمت نبوی تک پہنچ گئے۔ اور کفار نے راہ فرار اختیار کی۔ اس بابت حضرت عباس کا شعر ہے ؎

نصرنا رسول اللہ فی الحرب سبعۃ
وقد فر من قد فر منھم فاقشعوا

یعنے ہم سات نے رسول خدا کی امداد کی۔ اور جو بھاگ گئے سو بھاگ گئے۔

محاصرۂ طائف

انفراغ جنگ حنین کے بعد آنحضرت نے مقام طائف کا محاصرہ فرما کر اسکو چھوڑ دیا۔ البتہ گرد و نواح کے لوگ داخل اسلام ہوگئے۔ اس موقعہ پر چھ ہزار زن و مرد قیدی آزاد کر دیئے گئے۔ جیسا ارشاد باری ہے۔ ندا

مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَّکُونَ لَہٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ - نبی کو کیا فرورہے - کہ اس کے پاس قیدی جمع ہوں جن کے لئے زمین میں خون خرابہ ہو - طائف سے واپسی پر کعب ابن زبیر شاعر مردود نے ایمان لاکر حاضری دی مرحمت للعلمین نے جان بخشی فرمائی - اور اس کے ایک قصیدہ مدحیہ پیش کرنے پر آپ نے اپنی چادر عطا کی - یہی چادر مع ایک علم کے بعد کو خلفائے بنی اُمیّہ اور بنی عباس کے پاس بطور متبرک رہی - بربادئی بغداد کے بعد عباسیہ کا یادگار امیر احمد اس جنس تبرک کو اپنے ساتھ ملک مصر لے گیا تھا - جہاں کہ سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے ملوک یعنے غلام فرمانروائی کرتے تھے - ملوک ملوک نے مصلحتاً دینی تقویت وفلاح کار کے لئے نسل عباسیہ کو بطور سرپرست کے ڈھائی سو سال تک مصر میں نام خلیفہ قائم رکھا تھا - سولھویں صدی عیسوی میں اسوقت سے چار سو سال قبل سلطان سلیم اول ترکی بادشاہ قسطنطنیہ نے ازراہ حسد اس حیلہ سے کہ سلاطین مصر بہ خفیہ بادشاہ ایران اسمٰعیل صفوی شیعہ کو امداد دیتے ہیں - بھاری توپخانہ لیکر ملک مصر پر چڑھائی کردی - مصری توپخانہ سے اسوقت تک آگاہ نہ تھے - تاہم سرفروشی کرکے خوب لڑے - متعدد لڑائیوں کے بعد سلطان سلیم نے فتح پائی - اور یادگار خاندان عباسیہ کی پنشن کرکے لواد وسرداکے پیغمبری کو خود لے لیا - اسیوقت سے مصر و شام عرب ترکی اقتدار میں آکر سلطان کا خطاب خادم حرمین الشریفین قرار پایا تھا - جواب صورت تعطّل میں ہے -

عزیمت تبوک

رجب ۹ ھ ہجری میں آنحضرت نے مدینہ سے عزم ارض روم فرمایا - آپکا انتہائے سفر مقام تبوک تک تھا - جہاں پر آنحضرت نے ایک مسجد تعمیر فرمائی اسوقت حضرت عثمان نے نقد و جنس سے لشکر اسلام کی بہت اعانت کی - خالد بن ولید مع ایک فوج کے دومۃ الجندل تک بھیجے گئے - جہاں کے حاکم وقلعہ دار اکیدر نے بعد گرفتاری و حاضری کے اقرار ادائے جزیہ پر صلح و اطاعت اختیار کی -

اول حج اسلام میں

۹ ھ ہجری کے ذی حج میں آنحضرت ابوبکر کو امیر الحاج بناکر مکہ روانہ فرمایا - یہ پہلا حج حالتِ اسلام میں تھا - حضرت ابوبکر کی روانگی کے بعد سورت برائت یعنے حج سے مشرکین کی ممانعت نازل ہوئی جس کی تعمیل کے واسطے حضرت علی متعاقب روانہ کئے گئے - مکہ میں حضرت ابوبکر کے مناسک حج اداکرانے کے بعد حضرت علی نے حکم مفوضہ یعنے سورت برائت پڑھکر سنادی - اور واپس حاضر خدمت نبوی ہوگئے - اس امر میں لوگوں کی اہام قیل وقال درباب مدارج حضرات ابوبکر وعلی محض فضول ہے - ہر دو حضرات نے احکام رسالت مآب کی تعمیل بمراتب کردی تھی -

حاضری وفود و روانگی دعاۃ

سنہ ہجری کے آغاز میں آنحضرت قیام فرماے مدینہ تھے۔ کیونکہ آپ نے حضرات انصار کی دلہی کے واسطے اپنا وطن مکہ چھوڑ کر مستقل اقامت تا رحلت مدینہ میں ہی پسند کی تھی۔ اسوقت شوکت و ترقی اسلام سے مرعوب ہوکر مختلف قبایل عرب نے اپنے وفود و ایلچی مع تحف و ہدایا خدمت اقدس نبوی میں روانہ کیے تھے۔ اور نیز آنحضرت نے اپنے مقاصد و دعاۃ دیگر ملوک اطراف کیجانب بغرض دعوت اسلام گسیل فرمائے تھے۔ ملوک نواحی میں سے والی اسکندریہ مقوقس نے عظمت اسلام کو تسلیم کرکے چار لونڈیاں مع دیگر ہدایا کے پیغمبر صاحب کی خدمت میں بھیجیں۔ جن میں سے ماریہ قبطیہ حرم محترم قرار پاکر صاحبزادہ ابراہیم کی ماں بنیں۔ هرقل بادشاہ روم نے قاصد اسلام کو بہ تعظیم قبول کیا۔ لیکن اس کے درباریوں نے نذرانہ دینے سے روک دیا۔ جو بعد آنحضرت کے متبعین نے لیا۔ نجاشی بادشاہ حبش نے اسلام کی تصدیق کی۔ اور ام حبیبہ کو جن سے آنحضرت نے بحالت انکی موجودگی حبشہ کے نکاح کیا تھا۔ چار سو دینار مہر کے اپنے پاس سے ادا کئے۔ کسرٰے شاہنشاہ فارس نے قاصد اسلام سے اظہار نخوت کرکے اپنے ماتحت گورنر یمن باذان نام کو آنحضرت کی گرفتاری پر مامور کیا۔ کسرٰے بوجہ بد دعائے رسول اللہ اپنے پسر شیرویہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور باذان بصدق دل ایمان لے آیا۔ پھر ہر طرف سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ بمطابق مقولہ صادقہ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ ذیحجہ سنہ ہجری میں آنحضرت نے کافہ اسلام کو حج کرایا۔ اور بخیریت مدینہ واپس آگئے۔

غزوۂ آخری روم کا التوا

محرم سنہ ۱۱ ہجری میں رسالت مآب نے اپنی ناسازئی طبع اقدس کی حالت میں ایک بڑا لشکر بماتحتی اسامہ بن زید بن حارثہ ملک شام و روم کی ہدایت کے واسطے روانہ کیا۔ اس فوج میں جلیل القدر صحابہ بجملہ بنی ہاشم و قریش شامل ابوبکر۔ عمر۔ علی۔ عباس۔ عثمان وغیرہ شامل تھے۔ ازدیاد مرض کے باعث آنحضرت نے علی و عباس کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اور ابوبکر و عمر و عثمان مقام جرف سے جو مدینہ سے ایک کوس پر واقع ہے اور جہاں لشکر حکم اخیر کا منتظر تھا۔ آنحضرت کی خیریت دریافت کرنے کو آجایا کرتے تھے۔ لشکر ہنوز آگے چلنے نہ پایا تھا۔ کہ آنحضرت کا سفر آخرت پیش آگیا۔ اور یہ مہم عظیم ملتوی رہگئی۔ دوران علالت میں حسب الحکم نبوی ابوبکر مسلمانوں کی امامت کرتے تھے۔ جنہوں نے حیات نبوی میں تیرہ نمازیں پڑھائیں۔

واقعہ ارتحال رسول اللہ و امر خلافت

سنہ ۱۱ ہجری کے ربیع الاول کی بارہ راتیں گذرنے پر جبکہ آنحضرت کی ہجرت کو کامل دس سال

منقضی ہو چکے تھے۔ اللہ جل شانہٗ نے محمد رسول اللہؐ کو ترسیٹھ ۶۳ سال کی عمر میں دنیا سے اٹھالیا۔ والیہ مرجعکم جمیعًا۔ صادق آیا۔ بیان ہے۔ کہ دوران مرض میں پیغمبر صاحب نے ایتونی بقرطاس میرے پاس ایک کاغذ لاؤ۔ فرمایا تھا۔ حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ ہم کو کلام اللہ کافی ہے۔ کہدیا۔ جس پر صحابہ میں قیل وقال ہونے لگی۔ اور رسالت پناہ نے سبکو اپنے پاس سے ہٹادیا۔ ایک گروہ خیال کرتا ہے۔ کہ حضرت عمر نے تصفیہ خلافت کو روکدیا۔ مگر یہ مظنہ غلط ہے۔ کیونکہ عمر اسوقت مامور تھے۔ کوئی آمر نہ تھے۔ اگر ان کا کہنا مرضی رسول اللہ کے خلاف ہوتا۔ تو وہ ان کو فوراً تنبیہ کر کے مکرر کاغذ طلب فرماتے۔ مگر ایسا نہ ہوا علاوہ ازیں وہ لوگ جو خطبۂ غدیر کو جو محض حضرت علی کی بریت بعض الزامات کی بابت نقلہ جو بعض اشخاص نے انکی حکومت یمن کی بابت لگائے تھے۔ اعلان خلافت خیال کرتے ہیں۔ تو وہ اس موقع پر اس کے مکرر اظہار کے کیسے متوقع ہو سکتے ہیں۔ اور غدیر میں امر خلافت طے ہو جاتا۔ تو جملہ انصار جن میں سعد بن عبادہ جیسے جنبہ دار حضرت علی موجود تھے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ میں خود خلیفہ بننے کی تجاویز عبث کیوں درمیان میں لاتے فلیسر ھذا

تجہیز و تکفین نبوی

یہ مانا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت کی ولادت۔ نبوت۔ مدینہ کا داخلہ اور رحلت یوم الاثنین (دوشنبہ) کو واقع ہوئیں۔ یوم چار شنبہ کو حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں عین موقع ارتحال پر دفن فرمائے گئے۔

قال ابن قتیبہ فیہ ودخل العباس بن عبد المطلب القبر وعلی ابن ابی طالب والفضل بن عباس ویقال ایضاً دخل معہ قثم ابن عباس۔ یعنے آنحضرت کی قبر میں لاش مبارک رکھنے کو عباس بن عبد المطلب وعلی ابن ابی طالب اور فضل بن عباس اور نیز ان کے ساتھ قثم ابن عباس۔ اہل خاندان میں سے داخل ہوئے تھے۔

تعین خلافت حضرت ابوبکر

آنحضرت کے واقعہ ارتحال پر مدینہ میں ایک تہلکہ پڑگیا تھا۔ اہل خاندان میں سے حضرت علی وعباس مع چند فرزندگان تجہیز وتکفین میں بحالت رنج وغم مصروف تھے۔ کیونکہ آنحضرت نے اپنی تجہیز وتکفین کی اہل خاندان کے ہاتھ سے ہی ہدایت فرمائی تھی۔ حضرت عمر جوش غم میں دروازہ نبوی پر برہنہ شمشیر لئے کہہ رہے تھے۔ کہ جو کوئی حضرت پیغمبر کی موت کا لفظ زبان پر لادیگا۔ اسکو قتل کر ڈالونگا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے مسکن سے آکر آیت قرآنی ما کان محمدٌ الا رسول۔ افان مات۔ او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم محمد ایک رسول خدا تھے۔ اگر وہ مرگئے یا مارے گئے۔ تو تم کیا دین سے پھر جاؤگے۔ سنا کر

شب کو خاموش کیا۔ اسی ضمن میں خبر ملی۔ کہ محلہ سقیفہ بنی ساعدہ میں گروہ انصار نے بوجہ رحلت آنحضرت اپنے فرقہ میں سے خلیفہ منتخب کرنے کا اجماع کیا ہے۔ اس کے استفسار و فرد کرنے کو حضرت عمر مع حضرت ابوبکر و ابوعبیدہ ابن جراح موقع پر پہنچے۔ اور معاملہ صحیح پایا۔ بعد رد و کد بسیار حضرت عمر اور بشیر انصاری نے ایک حدیث الائمۃ من القریش۔ یعنے سرداری قریش کو ہے۔ بیان کی۔ جسکو لوگوں نے تسلیم کیا۔ اور حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر عاجلانہ بیعت کر کے تصفیہ کیسو کیا۔ پھر جم غفیر نے ابوبکر سے شرف بیعت حاصل کیا۔ صرف سعد بن عبادہ انصاری۔ جنکو ان کی قوم نے خلیفہ بنانا چاہا تھا۔ بعذر و حیلہ فضیلت بنی ہاشم بلا بیعت چلدیئے۔ خود بنی ہاشم کو بھی اپنی غیر موجودگی میں امر خلافت طے ہوجانے کا مزور خیال تھا۔ طلحہ و زبیر بھی اس تردد میں تھے۔ لیکن جب اصل معاملہ شورش انصار اور اس کے دفعیہ کا واضح ہو گیا۔ تو ان حضرات نے بھی جن میں حضرت علی داخل تھے۔ بلا دغدغہ حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔ باہمی کوئی رنج و اختلاف باقی نہ تھا۔ متاخرین نے سینکڑوں قصص طبعی بنائے ہیں۔ خلافت انبیا کو محققین نے ورثہ دنیا داری نہیں مانا۔ پیغمبر اسلام کے تو جملہ صاحبزادگان ایام طفولیت میں رحلت فرما چکے تھے۔ حضرت موسیٰ کے انتقال پر خود ان کے جوان فرزند اور ان کے ایک ہم جدی برادر یوشع بن نون خلافت پر متمکن ہوئے۔ جنہوں نے حضرت موسیٰ کا باقی کام دریائے یردن سے اتر کر پورا کیا۔ اور بعد جنگہائے بسیار بنی اسرائیل کو قدیم وطن فلسطین میں پہونچایا۔ واللہ یفعل ما یرید۔

(کتبہ محمد عبید اللہ فرحتی عباسی الامروہی)

نعت

اوّل ز ہر بنائے بنائے محمدؐ ست — برتر ز ہر ثنائے ثنائے محمدؐ ست

در شان وے بیامد لولاک از عطائے — بہتر ز ہر عطائی عطائی محمدؐ ست

بودے نہ گر ظہورش گشتی نہ ہیچ ظاہر — افضل ز ہر سخائی سخائی محمدؐ ست

در ہر کہ لاتعین تعین بشرط شئی — اظہر بہ ہر ادائے ادائے محمدؐ ست

باشد کہ لابشرطش تعین بشرط لائے — رخشاں بہر لوائے لوائے محمدؐ ست

روح و مثال و جسم اصول لکل حال — انور بہر ضیائے ضیائے محمدؐ ست

من ہم ازاں ضیائیم رخشاں بتابِ جدہٗ — اکمل بہر لقائی لقائے محمدؐ ست

میرم چو رخ نمائی مستانی ز نام قاضی
اختر بہ ہر فضائے فضائے محمدؐ ست

قاضی شاہ ولی وکیل نکودر

تخمیس بر عرض حال مولانا حالی

بحضور سرورِ کائنات افضل التحیات والتسلیم صلی اللہ علیہ وسلم

ہنگامہ اَلم خیز ہے اور یاس فزا ہے — تازہ ہے مصیبت تو نئی روز بلا ہے
یہ درد ہے وہ جس کی نہ اب کوئی دوا ہے — اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

بلبل نے کہا رو رو کے یہ نخل چمن سے — بھر دے نہ کہیں تجھکو خزاں زاغ و زغن سے
اب دیکھ ہم آغوش ہیں کس درد و محن سے — جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس بزم کی شرکت کی تھی عالم کو تمنا — باندھا جو لگا تار زمانے نے ہے تانتا
کھنچ کھنچ کے چلی آتی تھی ہر سمت سے دنیا — جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

جس فیض نے دنیا کو کیا رشک گلستاں — جس سے چمک اٹھی تھی زمانہ کی شبستاں
پروانوں کی طرح سے امنڈ آتے تھے انساں — وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

وحشی کو زمانہ میں بنایا تھا جو انساں — دارائے جہاں ہوگئے تھے جو کہ شترباں
تکفیر سے دنیا کو کیا جس نے مسلماں — جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

بگڑی ہوئی باتوں کو جو آیا تھا بنانے — بچھڑی ہوئی قوموں کو جو آیا تھا ملانے
افسانۂ باطل کو جو آیا تھا بھلانے — جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

ہر ایک کو انداز شریفانہ سکھائے — اخلاق کے جوہر ہر اک انساں کو دکھائے
آفاق کے بگڑے ہوئے معصوم بنائے — جس دین نے غیروں کے تھے دل آکے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

اثمار محبت کا یہی ایک شجر تھا — آفاق کی منزل میں یہ انوار سحر تھا
بے ساختہ جس دل پہ پڑا یہ وہ اثر تھا — جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

جو جانتے تھے صبر بھی اور قناعت و رضا بھی — تھا علم جنہیں جبر ہے کیا حلم و حیا بھی
تھا اس میں ہر اک ماہر حسنات و وفا بھی — جس دین کا تھا فخر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ نظروں میں رہا تھا علما کے — جو دین کہ چھاتی پہ پلا تھا فقہا کے
جو دین کہ ہاتھوں پہ پھرا تھا عقلا کے — جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کے
وہ عرصۂ تیغ جہلا و سفہا ہے

جو سب کی نظر میں تھا پسندیدہ و مرغوب — تھا سارے زمانہ سے جدا اسکا ہر اسلوب
ہر قوم کا محبوب رہا اور وہ مطلوب — جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے

اب بھی ہے ترے دین میں وہ جذبۂ کافی — ہر بزم میں آتے ہیں نظر تیرے ہی ساقی
جوہر ہے ہر اک ذات میں موجود اضافی — ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

مذہب سے جو بے بہرہ ہیں لیتے وہ بڑ کی — اسلام کی حالت کی نہیں فکر ذرا بھی
افسوس کہ غیرت کا بھی خوگر نہیں کوئی — عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

جاری ہے ہر اک گھر میں تو اب جنگ شب و روز — اب بھائی سے خود بھائی بھی ہے تنگ شب و روز
سبکے نظر آتے ہیں جدا ڈھنگ شب و روز — یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز
یہ مجلس اعیان وہ بزم شعرا ہے

وہ بوئے محبت نہ رہی آج گلوں میں — وہ جوش وہ سودا نہ رہا سب کے سروں میں

اچھے کوئی باقی نہ رہے آج ہیں لوگ چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

بے عقل ہیں ایسے کہ نہیں اپنی خبر ہے احساس مذلت ہے نہ کچھ دل پہ اثر ہے
جس بات کو دیکھیں تو یہاں نوع دگر ہے دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

اسلام کا چہرہ نظر آتا ہے مجھے فق ہر درد سے بھرا دل بھی ہوا جاتا ہے اب شق
یہ دشت ہی ویران ہے ایسا کہ لق و دق ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق
بے دولت و علم اس میں نہ رونق نہ بہا ہے

افسوس کہ خر مہرہ ہوئے جاتے ہیں گوہر سب مٹ گئے آئینۂ دل میں جو تھے جوہر
باقی نہ سخن فہم رہے اور نہ سخن ور شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے

اب ہم میں نہ باقی رہی کچھ عزت و حشمت آسودہ ہوئی خاک میں جو کچھ کہ تھی عظمت
ہر گھر میں ہے افلاس کا اب دور حکومت جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے

پستی نظر آتی ہے تری [illegible] برائی بھولے سے بھی کرتا نہیں اب کوئی بھلائی
ہر سر میں نہ معلوم کہ کیا کیا ہے سمائی گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ہے خوف کہ دشمن جو ہیں کوشش میں سراسر کردیں نہ ترے دین کی حالت کو زبوں تر
کیا عرض کریں عقلوں پہ یاں پڑ گئے پتھر ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

جس گھر پہ بچھاتے تھے فرشتے بھی پر و بال جس کے رخ روشن پہ تھا خورشید بھی اک خال
ہر رنگ سے ہر حال سے دنیا میں تھا خوشحال جس قصر کا تھا سر بہ فلک گنبد اقبال
ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے

دریا میں تلاطم ہے تو منہ کھولے ہے منجدھار افسوس کہ ہمت کی وہ باقی نہیں رفتار
کس طرح سے ہو اب لب ساحل سے کوئی پار بیڑا تھا نہ جو باد مخالف سے [illegible]

جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے

کیا ہو گئی وہ شمع تجلّیٔ سرِ بام — جس کی تھی ضیاء باعث صد رونق ایام
جس نور کا دنیا میں رہا حشر تلک نام — وہ روشنیٔ بام و درِ کشورِ اسلام

یاد آج تلک جس کی زمانہ کو ضیا ہے

سرسبز نظر آیا نہ اک بھی مجھے باغ آج — بلبل کہ جگہ آتی نظر مجھکو تو زاغ آج
بجھتا نظر آتا ہے مگر دل کا بھی داغ آج — روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج

بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے

سیّاح نظر آتے تھے ہر دشت و لبِ جو — ہر گل میں رہی انکی ہی تحقیق کی خوبو
ہر ایک تھا انہیں کا خوش اخلاق و نکو خو — عشرتکدے آباد تھے جس قوم کی ہر سو

اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے

آرام سے کرتے تھے گذر اپنے گھروں میں — سودا کوئی ناپاک نہ ہوتا تھا سروں میں
تھے نورِ بصارت کیطرح ہر نظروں میں — چاؤش تھے للکارتے جن رہگزروں میں

دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے

جس پرتو انوار کی دنیا میں چمک تھی — پھیلی ہوئی جس گل کی زمانہ میں مہک تھی
شہرت بھی بچی سور سے تاگوش ملک تھی — وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بہ فلک تھی

وہ یاد میں اسلاف کے اب رو بہ قفا ہے

مالک رہی جو قوم ہر اک تیغ و الم کی — ماہر تھی جو اسباب حدوث اور قدم کی
تھی کاشفِ حالات وجود اور عدم کی — جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی

اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے

اب انکی حقیقت کا پتہ کچھ نہیں چلتا — وہ علم و ہنر کیا ہوئے جسکا کہ تھا چرچا
ہر چند کیا غور تو مشکل سے یہ سمجھا — کھوج انکے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا

گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے

کچھ پڑ گئی افتاد بھی ایسی ہی نکمی — ہر چند جو سوچا بھی تو تدبیر نہ سوجھی
ہے موردِ آلام مرا دامن ہستی — بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی

ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے

باقی نہ رہے دل میں وہ آداب وفا کے   اب یاد نہ ان کو رہے قانون خدا کے
پتلے نہ رہے حیف وہ کچھ شرم و حیا کے   تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے

اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے

یہ اپنے ہی اعمال و صفاتوں کی ہیں کرتوت   معلوم ہو اپنے ہی تو باتوں کے ہیں کرتوت
کیا رنگ نکالے ہیں یہ ملن ساتوں کے ہیں کرتوت   جو کچھ ہیں سب اپنے ہی ہاتھوں کی ہیں کرتوت

شکوہ ہے زمانہ کا نہ قسمت کا گلا ہے

افتاد پڑی اپنی ہی ذلت کی بدولت   قلاش ہوئے اپنی ہی حماقت کے بدولت
سرگشتۂ مخلوق ہیں نکبت کی بدولت   دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت

سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

چھوتی نہیں افسوس ہوا انکو جہاں کی   ظاہر ہے کہ اس باغ میں ہو فصل خزاں کی
دیکھے بھی کوئی ان کے ذرا عزت و شاں کی   کی زیب بدن سب نے ہی پوشاک کتاں کی

اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے

پستول بھی ہو ہاتھ میں اور خنجر براں   دکھلائی کمال اپنے اگر تیغ صفاہاں
غفلت کی کوئی حد نہ رہی مسلم ناداں   درکار ہیں یاں معرکے میں جوشن و خفتاں

اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے

ہے باد مخالفت کا اثر بر سر ساحل   تقطیر پہ ہر ابر گرانمایہ ہے مائل
اور تیرگی چھائی ہوئی ہر سمت ہے کامل   دریائے پر آشوب ہے اک راہ میں حائل

اور بیٹھ کے گھر ناؤ پہ یاں مقصد شنا ہے

ممکن ہے کہ مانگے سے ملے جنس گراں مفت   ہر چیز چلی آئیگی ہاتھوں میں یہاں مفت
نکلیگا ہر اک کام یہاں مفت وہاں مفت   ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی یہاں مفت

واں قافلہ سب گھر سے تہی دست چلا ہے

افسوس کہ ہم اپنے بزرگوں کی نہ مانے   حیران ہے اب عقل نہیں اپنے ٹھکانے
کس طرح بدلتا ہے زمانہ یہ نہ جانے   یاں نکلے ہیں سودے کو درم لیکے پرانے

اور سکہ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے

اے مخبر صادق بجہاں حامل قرآں   اے قبلۂ عالم بہ یقیں کعبۂ ایماں

اے مہبطِ انوارِ وحیِ نیّرِ یزداں ۔ فریاد ہے ای کشتیٔ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اے مظہرِ عزت بابی انت و امی ۔ اے صدرِ شفاعت بابی انت و امی
اے رازِ حقیقت بابی انت و امی ۔ اے چشمۂ رحمت بابی انت و امی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے

کیا کیا نہ تجھے قوم نے دن رات ستایا ۔ اور راہ گذر میں تری کانٹوں کو بچھایا
ہر شام و سحر قوم نے کیا کیا نہ ستایا ۔ جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا
جب تو نے کیا نیک سلوک ان سے کیا ہے

جب معرکۂ بدر میں ہنگامہ بپا تھا ۔ غیروں کی طرح اپنوں نے وار کر دیا حملہ
کس منہ سے کروں عرض کہ کلیجہ ہی کھنچا ۔ صدمہ دُرِ دنداں کو ترے جس سے کہ پہنچا
کی ان کے لئے تو نے بھلائی کی دعا ہے

ہو میری زباں اور تری مدح و ثنا بھی ۔ ممکن نہیں، طاقت نہیں ای سید عربی
تو رحمتِ عالم ہے تری رحم ہی خوبی ۔ کی تو نے خطا عفو ہی ان کینہ کشوں کی
کھانے میں جنہوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

رحمت کا تھا عنوان ترا طرز و تکلم ۔ تھا باعثِ انعام ترا طور و تبسم
پہنچا نہ تری شان کو کثرت کا توہم ۔ سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

ہر بار جو چاہتے تھے تری ذلت و خواری ۔ لیکن نہیں ہوتی تھی انہیں اسمیں بھی سیری
خود ان پہ ندامت کا اثر ہوتا تھا کاری ۔ جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول انہیں سے تری پھر مدح و ثنا ہے

دشمن پہ ترا ابرِ کرم جھوم کے برسے ۔ ممکن نہیں تخیل ہمارا کہیں سوکھے
کیا شان ہے اللہ غنی میرے ترے صدقے ۔ برتاؤ ترے جبکہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے

کچھ فضل ہو اب امتِ مغموم کے حق میں ۔ ہو نظرِ کرم امتِ مظلوم کے حق میں
ہو چشمِ عطا امتِ محروم کے حق میں ۔ کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں

خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

اب بھی تری امت میں ہیں کچھ صاف باطن — ہمدرد ہیں ان میں تو بہت انہیں میں محسن
وہ ایک سمجھتی نہیں ناممکن و ممکن — امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے

الفت میں تری بن گئے سب کام ہمارے — قسمت کے چمک جائینگے اک روز ستارے
خواہش ہیں تری دل سے مرے جاتے ہیں سارے — ایمان جسے کہتے ہیں عقیدے میں ہمارے
وہ تیری محبت تری عزت کی ولا ہے

ہنگام مصیبت میں زبانوں پہ تیرا نام — آغاز اسی نام سے ہوتے ہیں ہر اک کام
کٹ جاتے ہیں آرام سے مشکل میں جو ایام — ہر حیلہ پیش و ہر مخالف میں ترا نام
ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

قسمت کو میں روتا ہوں کہ قسمت نہیں لڑتی — آنکھ پہ کبھی نظر مبارک نہیں پڑتی
کوچہ میں ترے روز صبا سر ہے رگڑتی — جو خاک ترے در پہ ہی جاروب سے اڑتی
وہ خاک ہمارے لئے داروئے شفا ہے

اسلام ہوا تیری سعادت سے مشرف — دنیا ہوئی انوار خلافت سے مشرف
قومیں ہوئیں اخلاق و شرافت سے مشرف — جو شہر ہوا تری ولادت سے مشرف
اب تک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے

طیبہ ہے زمانہ میں گلستانِ ہدایت — ہیں خار چمن روکشِ گلہائے فضیلت
ہوتی ہے مدینہ کی گلزار روکشِ جنت — جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت
کعبہ سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے

ہر ایک ترے عشق میں دیوانہ ہے تیرا — ہوتا ہے ترے نام پہ خود رفتہ و شیدا
ہے آج ہر اک دل میں محبت کی تری جا — کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ ایک ایک فدا ہے

اب کیجئے الطاف سب عاصی ہیں بچارے — روتے ہیں تڑپتے ہیں شب و روز بیچارے
اب آن کے سب پڑ گئے ہیں تیرے سہارے — ہم نیک ہیں یا بد ہیں پر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

ہم آپ کے ہیں آپ کا ہو لطف زیادہ ہیں شاہ سوار آپ تو ہم سب ہیں پیادہ

اب آپ سے کیا عرض کریں اپنا ارادہ گر ہے بھی تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ

اخبار میں اکطابع لی ہم نے سنا ہے

تنویر چمکنے کی ہمارے نہیں کوئی تصویر نکلنے کی ہمارے نہیں کوئی

تجویز ابھرنیکی ہمارے نہیں کوئی تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی

ہاں ایک دعا تیری، کہ مقبول خدا ہے

ہم منصب و ثروت کے نہ دولت کے ہیں خواہاں اور ملک و حکومت کے نہ حشمت کی ہیں خواہاں

ہم رہین کے طالب ہیں نہ تب کے ہیں خواہاں خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کی ہیں خواہاں

پر لشکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے

پیدا نہ کرے کاش اثر ذلت و خواری دنیا میں ہوئی قوم کی تحقیر تو ساری

لیکن کوئی غیرت ہوئی تلب یہ جاری گر دین کو جو کہوں نہیں ذلت سی ہماری

امت تری ہر حال میں راضی برضا ہے

اب حالت فرسودہ کو کسطرح سنواریں جز تیرے بتا کون سے ملجا کو پکاریں

ابڑے ہوئے اس گھر کو بھلا کیسے سنواریں عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں

اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے

لے کام نہ شکوے سے مگر طرز ادب سے کر عرض تو سرکار عجم اور عرب سے

اے نامی ناداں ذرا حسن طلب سے ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے

باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

اے قوت ادراک تو بن اپنی محاسب اس عرض میں کسبات کی تو ہوگئی طالب

کیوں شکوہ بیجا کی نہ ہوتی ہے تو جاذب ہے یہ بھی خبر تجھکو کہ ہے کون مخاطب

یاں جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے

نامی کوہ سوار نظامی

القریش صدیق نمبر، یہ خاص نمبر ہے، جو خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔ اسمیں حضرت صاحب غار ودست سیدنا عبد اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے فضائل، اخلاق و ایثار و لطف کا وہ مع الا وصاف مجموعہ جس سے نفوس انسانی کے اخلاق و تربیت کی اصلاح و تکمیل، زہد و تقویٰ عصمت عفاف، احسان و کرم، حلم و عفو، عزم و ثبات، ایثار و لطف اور غیرت و استغنا کا سبق ملتا ہے، قیمت ۱۲

الحریت فی الاسلام، اسلامی حریت و مساوات و جمہوریت اور دیگر اہم مسائل پر زبردست بحث، مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کی معرکۃ الآرا تصنیف، قیمت ۲/ار

دعوتِ عمل، نہایت ضروری اور قابلدید رسالہ، مصنفہ مولانا ابوالکلام آزاد، قیمت ۸/ر

مامون اعظم، یعنی خلیفہ مامون الرشید اعظم عباسی کی سوانح عمری، مصنفہ حافظ مولوی امام الدین صاحب رامنگری بنارسی، قیمت ۸/ر

رباعیات حافظ، حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شیرازی کی رباعیات مع ترجمہ و شرح اور سوانحعمری، مصنفہ حکیم مظفر حسین صاحب اظہر دہلوی، قیمت ۴/ر

نیرنگ خیالات، ابوالحسن شیخ غلام جیلانی صاحب عاصی بی۔اے کی بہترین نظموں کا مجموعہ، قیمت ۶/ر

حقیقۃ السیادۃ، اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے، کہ قریش کا خاندانی لقب سید ہے اور اس میں سے سادات بنی ہاشم کا لقب سید و شریف ہے، جو لوگ سادات قریش کو شیخ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، اس لئے ہر قریشی پر یہ ضروری ہے، کہ اپنے نامول کے ساتھ لقب سید ضرور لکھیں، کتاب قابل دید ہے، مصنفہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی، قیمت صرف ۳/ر منیجر کتب خانہ متعلقہ القریش امرتسر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۲

۲۰ نومبر

کتب خانہ

بے نظیر کتابیں

پیام امین، قرآن کریم کی عظمت و صداقت پر اس سے بہتر کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے، غیر مذاہب کے نامور ترین مصنفوں اور مؤرخوں نے قرآن کا مطالعہ کر کے جو اعلیٰ رائیں قائم کی ہیں، وہ سب دنیا بھر کی زبانوں سے ترجمہ کر کے اسمیں درج کیگئی ہیں، اسکے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دنیا کی کس کس زبان میں قرآن کریم کے ترجمے ہو چکے ہیں اور اس نادر و محکم ترین صحیفہ آسمانی کی اشاعت ممالک میں کیونکر ہوتی ہے، علامہ راشد الخیری خواجہ حسن نظامی اور متعدد دیگر حضرات اور زمیندار، سیاست، وکیل، تنظیم، مشرق، مدینہ، پیسہ، درویش، الامان، القریش، خلافت، تعلیم، اردو، سچ، ریویو آف ریلیجنز، الحکم، پیغام صلح، مسلم آؤٹ لک، لائٹ، مسلمان، نیو اورینٹ وغیرہ بیشمار اخبارات متحد اللسان ہیں کہ اس موضوع پر یہ اپنی طرز کی پہلی اردو تصنیف ہے، کاغذ لکھائی، چھپائی وغیرہ نہایت اعلیٰ، قیمت صرف ایک روپیہ فی جلد عہ،

دنیائے اسلام اور عیسائیت، اسلام نے کس طرح ایک ہزار سال تک سیاسیات اور علوم و فنون میں دنیا کی رہنمائی کی ہے اور کسطرح عیسائیت اسکے مقابلہ پر ڈٹی رہی ہے، ایک دلفریب، دل نشیں، اور محرک عمل تصنیف، قیمت چھ آنہ ۶ر،

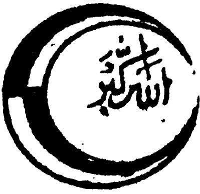
غازی مصطفیٰ کمال پاشا، اردو زبان میں یہ اپنی قسم کی پہلی مستند اور قابل وثوق کتاب ہے جس کو دو نامور مصری مصنفوں کی تصنیف سیرت الغازی مصطفیٰ کمال پاشا سے مولوی غلام ربانی صاحب نے سلیس و بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا ہے، ٹرکی کے اس نجات دہندہ اور اسلام کے اس نامور فرزند کے صحیح حالات اسی کتاب میں ملیں گے، قیمت ایک روپیہ عہ،

خورشید صداقت، حضرت اشرف نے عقائد، عبادات اور معاملہ میں مقدس اسلام کے دماغ اور دلکش احکام نہایت خوش اسلوبی سے سپرد قلم کئے ہیں، آقائے دو جہاں سرور کائنات کی بعثت کے متعلق تمام پیشین گوئیاں جمع کر کے کتاب کو نہایت دلچسپ بنا دیا ہے، ارتداد اور تبلیغ اسلام میں یہ کتاب بہت مدد دیگی، قیمت فی جلد ایک روپیہ عہ،

خنجر ہلال، گذشتہ جنگ ٹرکی و یونان کا ایک نہایت دلاویز ڈرامہ جس میں جنگ یورپ کی پوری تاریخ اور ترکان احرار کی حیرت انگیز فتوحات کی تمام کیفیت ڈرامہ کی صورت میں پیش کیگئی ہے، قابل دید کتاب ہے،

المشتہر

مینجر کتب خانہ متعلقہ القریش امرتسر



۱۹۴۶ء

جنوری تا مئی

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

ایک تاریخی اصلاحی اور قومی ماہوار

رسالہ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ ہے

قیمت سالانہ تین روپیہ فی پرچہ ۴ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۴

القریش امرتسر

قدیم تاریخ اسلام کو نئے رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کرنا، معتبر تاریخی روایات کی شہادت سے شاہان اسلام کی صداقت، نصفت شعاری اور حق جوئی کا ثبوت دینا، حالات حاضرہ پر دلچسپ اور نتیجہ خیز بحث کر کے اتحاد بین المسلمین کی اہم تجاویز پیش کرنا، اور قوم قریش کی شیرازہ بندی کے لئے اصلاحی اور قومی مضامین کی اشاعت کرنا القریش کے اولین مقاصد ہیں،

سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس فرمانفرمائے دکن (دام اللہ اجلالہ) کے تلطف شاہانہ سے مدارس محروسہ سرکار عالی کے لئے کثیر تعداد میں خریدا جاتا ہے، ہر انگریزی مہینہ کی ۱۶ تاریخ کو امرتسر سے بپابندی وقت شائع ہوتا ہے،

قیمت سالانہ تین روپے، فی پرچہ ۴؍

منیجر

القریش امرتسر (پنجاب)

فہرست مضامین

جلد ۲ نمبر ۱۱ | القریش امرتسر نومبر ۱۹۲۶ء | قیمت سالانہ تین روپے

خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہوگی

منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلام الملوک ملوک الکلام

نعت

طبعزاد محی الملۃ والدین، سلطان العلوم اعلیحضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس تاجدار دولت آصفیہ دکن ادام اللہ فیوضہ

دردِ دل را چوں دوائی یا حبیب — چوں درونِ دل نیائی یا حبیب

از ہزاراں سجدہ برتر دیدہ ام — جبہ درِ تو جبہ سائی یا حبیب

وقتِ مردن جاں بآسانی دہم — روئے خود را گر نمائی یا حبیب

باعثِ آہ و فغانِ من شدہ — بیکسی و نارسائی یا حبیب

چوں تو شافع دادِ عثماں را بحشر
ہست ایں شانِ خدائی یا حبیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

جلد ۱۲ نمبر ۱۱ نومبر ۱۹۲۶ء

گورنمنٹ انگریزی اور حضور نظام

"حضور نظام اور ہندو اخبارات" کے عنوان سے ایک سلسلۂ مضمون القریش کی متعدد اشاعتوں میں شائع کرکے ہم بتا چکے ہیں۔ کہ اعلیحضرت حضور نظام کے عہد ہمایونی میں ریاست حیدرآباد کو کس قدر ترقی نصیب ہوئی ارعایا کی اصلاح و فلاح کیلئے نیکدل فرمانروا کیطرف سے کسقدر اصلاحات عطا کیگئیں، ہندوں اور سکھوں کو شاہانہ مراعات سے کس فراخدلی سے نوازا گیا، آئینی اور انتظامی حدود کے تحت کس قدر جدید محکمے کہولے گئے، اور کس قدر مذہبی آزادی عطا کیگئی،

کسی حکمران کی نیکدلی و روشن خیالی کی اس سے زیادہ کیا شہادت ہوسکتی ہے، کہ وہ اپنی رعایا کے حقوق و مساوات کیخاطر ذاتی اختیارات کو کونسل کے سپرد کردے، اور شخصی حکومت کو جمہوریت

میں بدل کر خوش ہو، غیر مذاہب کی مذہبی توقیر وعزت کے لئے محکمہ امور مذہبی قائم کرے، اور اسے ہدایت کرے کہ معابد ومنادر کی شکست وریخت اوران کے احترام واقتدار کا خاص خیال رکھے، پبلک عامہ کے مفاد کیلئے محکمہ جنگلات، آبکاری، کروڑ گیری، معدنیات، آبرسانی، آثار قدیمہ، سیاسیات، خفیہ پولیس، شمار واعداد، وغیرہ سینکڑوں محکمے قائم کرے اور انکی نگرانی کے لئے خاص الخاص انتظامات بہم پہنچائے،

حیدرآباد میں یہ سب کچھ موجود ہے، اور روز افزوں اس پر مزید اضافہ ہورہا ہے، مدارس ومکاتب کا اجراء، اعلیٰ تعلیم کے لئے بلاتمیز مذہب وملت وظائف کی عطائیگی جس کشادہ دلی سے کیجارہی ہے، وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں، محکمہ مال، عدالت وپولیس تعلیمات، تعمیرات، آبپاشی، ٹپہ خانہ جات، طب یونانی وڈاکٹری، محکمہ فینانس، بندوبست صحت وصفائی، صنعت وحرفت وتجارت، وغیرہ محکمے قائم ہیں اور خوش اسلوبی سے کام کر رہے ہیں، کہ اس کی نظیر دوسری ریاستوں میں یقیناً نہیں مل سکتی،

یہ ان برکات وعنایات ہمایونی کی مختصر فہرست ہے، جو اعلیحضرت حضور نظام کی توجہ کا نتیجہ ہیں، اور رعایا برایا کی ترقی وخوشحالی کا موجب بنی ہوئی ہیں، اگر اس پر بھی حرف شکایت زبان پر آتا ہے تو اسے کور چشمی وسیاہ قلبی کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے،

اعلیحضرت حضور نظام کی رعایا نوازی، علم دوستی، غریب پروری، انصاف شعاری، حق پژوہی اور عدل گستری شہرۂ آفاق ہے، آپ کی مراعات شاہانہ سے رعایا مالامال ہورہی ہے آپ بہ نفس نفیس رونق افروز ہوکر اپنی رعایا کیحالت کا ملاحظہ فرماتے ہیں، عہدیداران کی کارگذاری کی رپورٹیں باب حکومت کی معرفت آپ تک پہنچتی ہیں جس سے تمام رعایا کی حالت عمومی آپ کے زیر نظر رہنے سے کوئی دادخواہ دادرسی سے محروم نہیں رہتا،

مجلس واضع قوانین جسمیں قابل ترین سرکاری وغیر سرکاری ممبر شامل ہیں اور جو ضروریات اور اہل ریاست کی فلاح وبہبود کو پیش نظر رکھکر قانون وضع کرتی ہے، اہل ریاست کے لئے آیۂ رحمت سے کم نہیں،

عدالتی اور انتظامی حکام علیحدہ علیحدہ ہیں جس سے انصاف وعدل گستری کے مسلمہ ومقررہ ضابطوں کے ماتحت مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے، ماتحت عدالتوں کے سہو وسقم اور فرو گذاشتیں رفع کرنے کے لئے اعلیٰ عدالتیں سشن، ہائیکورٹ اور پریوی کونسل تک

موجود ہونے سے بے انصافی اور حق ناشناسی کا خیال تک نہیں کیا جا سکتا،

انتظامی حکام جس شرافت و دیانت اور قابلیت سے انتظام کرتے ہیں، اس کا ثبوت ریاست حیدرآباد کی موجودہ علمی صنعتی اور تجارتی ترقی سے بیّن طور پر ملتا ہے،

مجسٹریٹ، سشن جج اور دیگر عہدیدار و اراکین اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دولتِ علم سے مالامال ہونیکی وجہ سے نہایت قابلیت کے ساتھ مقدمات کی سماعت کرتے اور حق بحقدار رسید کیلئے ہمہ تن کوشاں رہتے ہیں، ان حالات و کوائف کی موجودگی میں اگر اعلیٰحضرت کے نظام حکومت اور انتظام ملکداری پر حرف گیری کیجائے تو کور باطنی و سیاہ دلی نہیں تو کیا ہے؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

"ریاست" دہلی کا رویہ اس خصوص میں نہایت شرمناک ہے، مانا کہ اسے اپنے اخبار کا داخلہ قلمرو نظام میں بند ہونیکا رنج ہے، لیکن اصول صحافت اور آئین شرافت کا یہ تقاضا نہیں کہ جذبۂ انتقام میں اندھے ہو کر صداقت و راستی پر پردہ ڈالنے کے لئے توہین آمیز کارٹون اور دل آزار مضامین لکھے جائیں، اور غلط روایات کی بنا پر ایک عدل گستر فرمانروا کو بدنام کرنے کی ناکام کوششیں کیجائیں،

سرکار نظام نے گورنمنٹ انگریزی کی اعانت و دستگیری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، گذشتہ جنگ عظیم میں آپ نے زر و سیم پانی کیطرح بہا دینے کے علاوہ ہزاروں جانیں قربانگاہ برطانیہ پر چڑھا دیں اور انگریزی حکومت کی کامیابی و کامرانی کے لئے امکان بھر وسائل و ذرائع کو کام میں لانے سے دریغ نہ کیا۔

دنیا کو یقین تھا کہ ان سرفروشانہ و جاں نثارانہ خدمات کے صلہ میں صوبہ برار واپس کر دینے کے علاوہ سرکار انگریزی کیطرف سے سرکار نظام کے ساتھ اور مراعات روا رکھی جائینگی، مگر افسوس کہ یہ امیدیں پوری نہوئیں، بلکہ صرف یار وفادار کے لفظ پر مراعات کی تمام امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور جب حضور نظام نے حق طلبی کی، واپسی برار کے لئے انصاف چاہا۔ تو یار وفادار کی تمام وفاداریوں، جاں نثاریوں اور سرفروشیوں کو طاق نسیان پر رکھ کر اپنے عہود و مواثیق کو ایک ردی کاغذ کا پرزہ سمجھ کر بعض الزامات کی بنا پر گورنمنٹ انگریزی نے اپنے یار وفادار سے آنکھیں پھیر کر ریاست حیدرآباد کے اندرونی معاملات میں

سختی کے ساتھ دخل دینا شروع کر دیا جس کی کسی طرح بھی امید نہ کیجا سکتی تھی نقص و سقم
ا ضائی لٹریچر ہے اخود گورنمنٹ انگریزی بھی اس قسم کے نقائص سے پاک نہیں، پھر کوئی وجہ
یں کہ معمولی معاملات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیکر "یار وفادار" کی وفاداری کو پس پشت
ل کر اس کی بدنامی و دل آزاری کی صورتیں پیدا کی جائیں، گورنمنٹ انگریزی کا فرض ہے کہ وہ اپنے
دو و مواثیق کی قدر کرے، یار وفادار کی وفاداری اور اس کی جاں نثارانہ خدمات پر ٹھنڈے
سے غور کرکے مراسم دوستی کو مستحکم و مضبوط کرنے کی تجاویز پر عامل ہو، اور حق و انصاف
عمل پیرا ہوتی ہوئی صوبہ برار کی واپسی سے حضور نظام، انکی رعایا اور مسلمانانِ عالم کو
شکوری کا موقع دے۔ اور ان اخبارات کو تنبیہ و ہدایت کرے، جو مذہبی تعصب کا سے
ن کے وفا شعار دوست پر بے سروپا الزامات لگا کر اسے بدنام کرنے پر اُدھار کھائی بیٹھے
ایں،

تذکرۃ السلف

قوموں کی تاریخ حیات در اصل ان کے عروج و زوال کی داستان اور پستی و بلندی کا مرقع
ہے جس کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہوسکتا۔ کہ داستانِ اقبال چند لمحوں کے لئے مسرت و انبساط
کی لہر پیدا کر دے، بلکہ مقصود اصلی یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ ہم کو اس پُرخطر راہ سے جس پر چلکر قوموں
نے اپنے آپکو ہلاکت و بربادی کی سرحد تک پہنچا دیا واقف و آگاہ کر دے،

جس قوم نے اپنے نامور اسلاف کے عظیم الشان کارناموں اور اپنی قومی شاندار روایات
کو محفوظ رکھا وہ زندہ رہی اور کارزارِ زندگی میں بھی کامیاب رہی، اور جو ہستی اس نے اپنی تاریخ
سے غفلت برتی اور اپنی روایات کو فراموش کر دیا، زوال و ادبار کی نحوست اس پر چھا گئی، اور
پھر رفتہ رفتہ وہ قوم صفحہ ہستی سے مٹ گئی،

ہمارے جد امجد حضرت مولانا قاضی غلام محمد صاحب فاروقی نور اللہ مرقدہ کے مختصر
سوانح حیات "القرنین" بابت ماہ اکتوبر [illegible] میں شائع ہو چکے ہیں، جن کے اعادہ کی اس

وقت یہاں ضرورت نہیں پائی جاتی ۔

آپ کے برادر زادہ علامہ قاضی علی اصغر صاحب مرحوم نے سنہ ۱۳۵۲ھ میں اپنی خاندان کی ایک تاریخ "جواہر انساب چشتیہ" کے نام سے تالیف فرمائی، جو ہنوز غیر مطبوع ہے، اور ہم جد محترم قاضی فضل حسین صاحب فاروقی رئیس امین آباد کے آبائی کتب خانہ میں اب تک موجود ہے، اس میں حضرت قطب العالم گنجشکر رح کا شجرہ نسب بقرار ذیل ہے،

بندگیحضرت قطب الاقطاب زبدالانبیاء فریدالدین مسعود گنجشکر قدس سرہ الاطہر بن برہان العاشقین شیخ جمال الدین سلیمان بن بندگیحضرت شیخ شعیب کہ از کابل تشریف آوردہ بموضع کوتھوال سکونت ورزیدند، بن بندگیحضرت شیخ احمد فاروقی کہ در کابل بلشکر چنگیز خاں جنگ کردہ شہید شدند ابن بندگیحضرت شیخ یوسف فاروقی بن بندگیحضرت شیخ محمد فاروقی بن شیخ شہاب الدین فاروقی بن بندگیحضرت احمد الاسلام والمسلمین، شیخ احمد المعروف بہ فرخ شاہ کابلی بن بندگیحضرت نصیرالدین فاروقی بن بندگیحضرت سلطان محمود المعروف بشہنشاہ فاروقی بن بندگیحضرت سلیمان شاہ فاروقی بن بندگیحضرت شیخ سلیمان فاروقی بن بندگیحضرت سلطان مسعود شاہ فاروقی بن بندگیحضرت شیخ عبداللہ فاروقی بن بندگیحضرت واعظ اصغر بن بندگیحضرت واعظ اکبر بن بندگیحضرت ابوالفتح کامخ فاروقی بن بندگیحضرت شیخ المشائخ شیخ اسحق فاروقی بن بندگیحضرت رئیس السالکین شیخ ابراہیم فاروقی بن بندگیحضرت شیخ ناصرالدین فاروقی بن رئیس التابعین مفتی شرع سید المرسلین شیخ عبداللہ فاروقی بن بندگیحضرت امیرالمومنین و امام العادلین ابو حفص عمر فاروق اعظم رض ،

برگزیدۂ بارگاہِ صمد علامہ قاضی غلام محمد صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے جد اعظم۔ قطب عالم غیاث ہند، خواجہ فریدالدین مسعود گنجشکر رح کی شان اور مدح میں ۵۹ ابیات کا ایک قصیدہ لکھا جو غیر مطبوعہ ہے،

قبلہ قاضی صاحب ممدوح کی تاریخ وصال ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۲ھ ہجری ہے، جو ہماری خاندان کی تاریخ کا وہ آخری دن ہے، جبکہ آپ پر منصب قضا و افتا کا خاتمہ ہوا، اور پھر علم و فضل اور عظمت و ثروت کا وہ آفتاب ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا، آپکا مزار پرانوار حسب نوشتۂ دادا جان مرحوم قبلہ قاضی نبی بخش صاحب" درشہر امین آباد، بر چاہ ظاہر والہ متصل دٹلی قاضیاں، الحال ویران بطرف جنوب مغرب از خانقاہ سلیم شاہ چشتی" واقعہ ہے،

اب اس قصیدہ کا کچھ حصہ بپابندی نمبر شمار تبرکاً و تیمناً معزز ناظرین القریش کی

ضیافتِ طبع کے لئے پیش کیا جاتا ہے، عند ذکر الابرار تنزل الرحمۃ، وہو ہذا،

۳۹ بعد ازیں کامِ جاں کنم شیریں — از مدیحِ جنابِ گنج شکر
۴۰ آنکہ ہست از فروغِ عرفانش — شمع روشن بدودمانِ عمر[رض]
۴۱ بہ جنابے کہ آسمانِ بلند — پیشِ قدرش ز ذرہ ہم کمتر
۴۲ پایۂ قدرِ کبریا شانش — ہست ہمدوشِ عرش و ہم برتر
۴۳ مرکزِ نہ[۹] دوائرِ فلکی، — گردِ او گرد سیر ہفت اختر
۴۴ غوثِ خلقِ جہاں فریدالدین — شیخ مسعود ہم گنج شکر
۴۵ اصفیا را است قافلہ سالار — قربِ مسند بر اولیا سرور
۴۶ در شریعت بہ شاہراہ سلوک — گام بر گام پاک آں سرور
۴۷ معرفت پرتوِ چراغِ ضمیر — روشنِ او طریقت است آخر
۴۸ در حقیقت ز روئے استغراق — از صفاتِ خدا شدہ مظہر
۴۹ جز مقامیکہ انبیاء راہست — کرد طے منازلِ دیگر
۵۰ بہ تجرد توکل و تسلیم — در ہمہ حال داشت پیش نظر
۵۱ گرچہ موقوفِ امرِ ابرویش — بود در آسماں قضا و قدر
۵۲ در تمامی مظاہر کونی، — بود حکم تصرفش یکسر
۵۳ لیک بنہادہ بر خطِ تسلیم — در رضائے خدا بخواہش سر
۵۴ خود تصرف نمے نمود اما — چونکہ گشتے ارادہ مظہر
۵۵ بر زبانش ہر آنچہ بگذشتے — داشتے اعتبارِ نقشِ حجر
۵۶ پادشاہِ ممالکِ تسلیم — حاکمِ کشورِ قضا و قدر
۵۷ چار عنصر سہ[۳] روح شش جہتش، — بستہ در امتثالِ حکم کمر
۵۸ از وجودِ شریفِ او دادند — پیش ازیں خواجگانِ چشت خبر
۵۹ سال ہائے دراز پیش از وے — ہمچناں کانبیاء[۲] ز خیر بشر
۶۰ بنہادہ مبشرانِ قدس — شبِ معراج پیشِ پیغمبر
۶۱ طبقِ شکر از خدا نعم اد — کہ ہمیں است نزل[۱] گنج شکر
۶۲ رفتہ برتر ز عالمِ ملکوت — در مقاماتِ قرب کردہ گذر

[۱] بمعنی تحفہ،

۶۳ فانی از خویش در شہودِ ذات ‏ ‏ از بقا یافتہ حظِ وافر

۶۴ در توجہ نمازِ معکوسش ‏ ‏ منزل از اوجِ عرشش بالاتر

۶۵ لبِ شیریں کہ شورِ آفاق است ‏ ‏ چہ عجب گل اگر کند شکر

۶۶ نفسِ کیمیا اثر زاں لب ‏ ‏ بہرِ سائل کلوخ ساختہ زر

۶۷ کردہ فے الحال بارِ تاجر را ‏ ‏ از نمک شکر و نمک ز شکر

۶۸ در زمیں نصب کرد مسواکے ‏ ‏ شد ہماندم درخت بار آور

۶۹ شد بدنبالش آں نہال رواں ‏ ‏ کرد از انجا چو آنجناب سفر

۷۰ دوسہ بارش چو منع کرد آں جد ‏ ‏ نشنید و نکرد منع اثر

۷۱ بازگشت و زبیخ کند یدش ‏ ‏ واز گونش نشاند بارِ دگر

۷۲ ہست تا حال آنچناں معکوس ‏ ‏ شاخہا زیرِ ریشہ اش بر سر

۷۳ نانِ چو بیں زخوانِ خیرِ بشر ‏ ‏ داشتے ماحضر بہ شام و سحر

۷۴ چلہ دہ سال بیش و کم اوّل ‏ ‏ در بیاباں کشید تا آخر

۷۵ کہ دراں از طعام بو نشمید ‏ ‏ قوتِ خود کردہ برگِ خشک و تر

۷۶ جسمِ او ہمچو جانِ شیریں تر ‏ ‏ بلکہ از جاں لطیف شیریں تر

۷۷ بعدِ صومِ وصال کرد افطار ‏ ‏ در دہن سنگریزہ شد شکر

۷۸ شکر اندر تہِ مصلائش ‏ ‏ مے نہادے زشفقتش مادر

۷۹ چوں فراغ از نماز کردندے ‏ ‏ دست کردے دراز سوئے شکر

۸۰ شد فراموش مادرش یکروز ‏ ‏ آنجناب آنچہ شد بآں خوگر

۸۱ چوں مصلا پس از نماز بدید ‏ ‏ یافت گنجے بزیرِ او ز شکر

۸۲ داد آواز و گفت مادر را ‏ ‏ کہ بیا، دادہ خدا بنگر

۸۳ داد آں وقت یادِ مادرِ خود ‏ ‏ مے نہادش چو گفتنے بر سر

۸۴ در ہمیں انحصارِ فیضش نیست ‏ ‏ شش جہت را گرفتہ بل یکسر

۸۵ در زمینِ ہوا بحار و جبال ‏ ‏ خلفا داد از ہمہ اکثر

۸۶ جاری از ہر یکے است سلسلہ ہا ‏ ‏ کہ بود بہتر از سلاسلِ زر

۸۷ کہ ہزاراں کس از گدایاں کرد ‏ ‏ پادشاہانِ بے زر و لشکر

۱۴۷ آں بہشتے در آنکہ داخل شد | ایمن از فضل حق بود ز سقر
۱۴۸ خاکِ راہِ حریم درگہِ او | سرمۂ دیدہ ہائے اہل نظر
۱۴۹ گرد جاروب زلفِ حور العین | تا برد بد غبارِ راہِ گذر
۱۵۰ فوج فوج فرشتہ صبح و شام | پیش ولپس یافتہ بر اندر پر
۱۵۱ گردِ آں روضہ اند سبقت جو | در طواف آں یکے ازاں دیگر
۱۵۲ پارہ ہائے فتادہ پائے مزار | از گلِ خشک مشتہر بشکر
۱۵۳ ہست کحل الجواہرِ ابصار | توتیا ہم بر چشم اہل بصر
۱۵۴ نیست یکذرہ کم ز خاکِ شفا | گر کند چشم امتیاز نظر
۱۵۵ حیّذ از گفتگو زباں درکش | عرضِ احوالِ خویش پیش آور
۱۵۶ کہ کمالاتِ او نگنجد | از ہزاراں یکے بصد دفتر
۱۵۷ بندہ از کمترین فرزنداں | از سعادت نہادہ سر بر در
۱۵۸ رفتِ فرزند از پریشانی | می توانی بروں کشید آخر

۱۵۹ از کرم دست ایں فتادہ بگیر
کہ چنیں است لطف جدّ و پدر

گوجرانوالہ
یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء } احقر الکونین (قاضی) نظیر حسین
(ریٹائرڈ مستوفی) فاروقی النسل پاک پٹنی الاصل

دسمبر کا اعلان

ان احباب کی خدمت میں بصیغۂ وی پی ارسال ہوگا جن کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، اگر احباب اپنا اپنا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کردیں، تو دفتر اجرائے وی، پی کی تکلیف اور احباب ڈاک کے زائد محصول کی زیر باری سے بچ سکتے ہیں، بالغرض اگر کوئی صاحب آئندہ خریداری جاری نہ رکھنا چاہیں، تو دفتر کو مطلع کردیں، تاکہ وی پی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو،

نیازمند، منیجر،

کل من علیہا فان

ہر ایک شئے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو یہاں نہیں ہے

رواں ہیں روئے زمیں پہ ندیاں سرود اپنے سنا رہی ہیں ،
ہوائیں چلتی ہیں آسمانوں میں رقص کرتی ہیں گا رہی ہیں ،
گھٹائیں گھنگھور آ رہی ہیں، نوید رحمت ہے میکشوں کو ،
دلوں میں ہیں موجزن امنگیں، غزل سرا ہیں طیور خوش خو

عجب پُر لطف ہیں مناظر، یہ لطف پر جاوداں نہیں ہے
ہر ایک شئے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو یہاں نہیں ہے

نہ ہونگی ندیاں رواں زمیں پر، ہوائیں بھی چل چکینگی آخر،
گھٹائیں کب تک بنا کرینگی، نشاں بھی ان کے نہ ہونگے ظاہر،
نہ ہونگے مرغانِ خوشنوا بھی، شراب ہوگی نہ مست ہونگے
دلوں میں جو ولولے ہیں پیدا وہ آخر الامر پست ہونگے

فنا سے محفوظ اس جہاں میں زمیں نہیں آسماں نہیں ہے
ہر ایک شئے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو یہاں نہیں ہے

نہ باغ ہوگا نہ پھول ہونگے، نہ سبزہ ہوگا نہ ہوگی شبنم ،
یقیں ہے سب کو کہ ہوگا اک دن نظامِ عالم تمام برہم ،
ہمارے احباب کتنے ہم سے جدا ہوئے زیرِ خاک ہوکر
رفو نہ ہوگا کبھی گریباں، ہماری ہستی کا چاک ہوکر

یہ راز پنہاں نہیں کسی سے مگر کوئی راز داں ہے،
ہر ایک شئے موت کا ہی لقمہ، بقا کسی کو یہاں نہیں ہے

میں بات کرتا ہوں اور ڈر ہے کہ بات منہ میں ہی رہ نہ جائے ،

کھڑی ہے ہر وقت موت سر پر خدا کو معلوم ہے کب آئے،
سفیدی بالوں میں آ رہی ہے دکھائی دیتی ہے رُخ پہ زردی
خبر نہیں ہے کہاں سے آئی بدن میں سستی لہو میں سردی
کسی کو مرنے کا لیکن ابتک ذرا بھی وہم و گماں نہیں ہے
ہر ایک شئے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو یہاں نہیں ہے
نہ بحر ہوگا نہ ہوگا قلزم فنا یہ سب کائنات ہو گی،
نہ مہر ہوگا نہ ماہ ہوگا، نہ صبح ہوگی نہ رات ہو گی
نہ ہم ہی ہونگے نہ آپ ہونگے رعایا ہوگی نہ شاہ ہونگے
نہ سازو ساماں رہینگے باقی، یہ سلسلے سب تباہ ہونگے
زیادہ میں کیا کہوں کہ میری زباں کو تاب بیاں نہیں ہے
ہر ایک شے موت کا ہی لقمہ بقا کسی کو یہاں نہیں ہے

مترجمہ
میر ولی اللہ، وکیل

قدرِ نعمت است بعدِ زوال

اندلس کی قدیم تاریخ سے ایک سبق

بنی اُمیّہ کے زوال سے ایک صدی بعد تک اندلس میں طوائف الملوکی رہی، اگرچہ اندلسی مسلمانوں نے اس حالت میں بھی صنعت و حرفت میں بہت سی ترقیاں کیں، اور ایک نے دوسرے پر فوقیت لے جانے میں انتہائی مساعی سے کام لیا۔ لیکن ملکی حالت کے اعتبار سے وہ دن بدن کمزور تر ہوتے گئے، مسلمانوں کی اس عاقبت نا اندیشی اور

خانہ جنگی سے متعدد شہر اور بیشتر حصص ملک عیسائیوں کے قبضۂ اقتدار میں چلے گئے، اور خود مسلمان خراج گذار محکوم بن کے رہ گئے،

عیسائی جب اندلس کا بہت سا حصہ اپنے قبضہ میں لے چکے اور متحدہ و متفقہ طور پر شاہ الفانش کو اپنا حکمران تسلیم کر کے مسلمانوں سے باقاعدہ جنگ چھیڑ کر ۴۷۸ھ میں ٹولیڈو کو تسخیر کر کے قرطبہ کیطرف بڑھے، تو مسلمانوں کی حالت اس قدر نازک ہوگئی، کہ افریقی بھائیوں سے مدد طلب کئے بغیر ان کے لئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔

اندلسی مسلمانوں کی اس بیکسی کو افریقیوں نے محسوس کیا اور آڑے وقت میں ان کی امداد ضروری سمجھ کر میدان میں آئے، چنانچہ یوسف بن تاشفین افریقی سردار آیا اور قلیل عرصہ کی ہنگامہ آرائی سے زلاقہ یا سکر کے میدان میں شاہ الفانش کو شکست فاش دیکر مسلمانوں کی منتشر طاقت کو مجتمع کر کے ۴۷۹ھ میں واپس چلا گیا۔

دو سال بعد مسلمانوں کے خرمن اتفاق پر نفاق و شقاق کی پھر بجلیاں گریں، ۴۸۱ھ کا زمانہ عود کر آیا، طوائف الملوکی اور خانہ جنگی کی انتہا ہوگئی، عیسائی پھر ابھرے، اور مسلمانوں کی سرکوبی کے لئے تل گئے، کئی معرکے ہوئے، متعدد علاقے چھین لئے، تو ناچار ۴۸۳ھ میں یوسف بن تاشفین دوبارہ اندلس آیا اور مسلمان رؤسا کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے عیسائیونکی سرزنش کے لئے ڈٹ گیا، لیکن افسوس کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی اور ۵۰۰ھ میں انتقال کر گیا۔

ابوالحسن علی نے اپنے باپ یوسف بن تاشفین کا جانشین ہوتے ہی عیسائیوں پر متعدد حملے کر کے کئی شہر اور مشہور مقام اُن سے چھین لئے، لڑائی کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہی تھا کہ محمد بن تومرت نامی ایک شخص نے مہدویت کا دعوی کر کے بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت اس کی معتقد ہوگئی، جو اپنے آپ کو موحدین کے نام سے منسوب کرنے لگی،

علی بن یوسف جماعت بندی اور فرقہ آرائی کو مسلمانوں کے مفاد کے سخت منافی خیال کرتا تھا، اس لئے اس نے مناسب سمجھا کہ موحدین پر یہ حقیقت واضح کر دیجائے۔ کہ مسلمانوں کو ہر حالت میں مخالفین کی زد سے محفوظ رہنے کی ضرورت ہے، خواہ عقائد کے لحاظ سے انمیں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو، بات معقول اور مناسب تھی لیکن موحدین علی بن یوسف کا آنا ہی اپنے لئے خالی از خطرہ نہ پاکر اس کے ہمراہیوں سے دست و گریباں ہو گئے۔ موحدین کی غلط فہمی سے مسلمانوں کو سخت نقصان پونچا۔ عیسائیوں نے موقع پاکر یورش کر دی وہ زراعہ اور اس کے قرب و جوار کی آبادیوں پر قابض ہو گئے، اس وقت علی بن یوسف کی بیدست و پا فوج دشمنوں کے نرغہ میں تھی۔ اس کے لئے پسپائی کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا اس کا شیرازہ بکھر گیا۔ بے بسی و بیکسی میں وہ اپنی قسمت کا پہلو پلٹتا دیکھ رہے تھے۔ کہ موحدین کے ایک زبردست حملہ میں محمد بن تومرت کے شاگرد کے ہاتھوں علی بن یوسف کا خاتمہ ہو گیا عیسائیوں نے دلیر ہو کر حملوں پر حملے شروع کر دئے، اور متعدد حصّوں میں انہوں نے قرطبہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

مسلمانوں کی عاقبت نا اندیشی اور خانہ جنگی کا آخر نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ۸۹۷ھ میں اندلس کی آخری اسلامی ریاست غرناطہ بھی نابود ہو گئی، لاکھوں مسلمان بہ جبر عیسائی بنائے گئے اور تیس لاکھ کے قریب جلاوطنی پر مجبور ہوئے، ۱۰۱۶ھ تک اس افراتفری کا سلسلہ جاری رہا، اور آخر اس ملک میں جہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک بڑے طمطراق اور شان و تجمل سے حکمرانی کی تھی، اللہ اکبر کہنے والا ایک متنفس بھی باقی نہ رہا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار،

اندلسی مسلمانوں نے اتفاق ایسی نعمت کی قدر نہ کی، یوسف بن تاشفین کی امداد، اور اس کے نیک مشوروں اور گذشتہ مصائب و مشکلات کو یکسر فراموش کیا، تو مقہور و مغضوب ہوئے اور آخر جلاوطنی کی نوبت آئی، قبیلے منتشر ہوئے اور بھائی سے بھائی جدا ہو گیا۔ بیکسی و بیچارگی کے عالم میں جب وہ کہیں کے نہ رہ گئے تو قدر نعمت است بعد زوال کے مصداق کھوئی ہوئی نعمتوں کی انہیں قدر ہوئی،

عبرت و بصیرت کے ان تاریخی واقعات کو دیکھتے ہوئے بھی مسلمان اپنی ملی اصلاح سے غافل رہکر زمانہ کی دست برد میں ہمیشہ گرفتار رہے، عہد حاضر کے مسلمان سرتا سر مصیبتوں میں مبتلا ہیں، مخالفین کی یورش جاری ہے، لیکن انکی سر پھٹول اور خانہ جنگی کا تنور برابر گرم ہے، ہند و سندھ، فارس و یونان، عجم و عراق اور عرب و حجاز کے مسلمان جماعت بندی اور فرقہ آرائی کے میدان میں رواں دواں بڑھے جا رہے ہیں، ہند و اندلسی عیسائیوں کیطرح ان کی تباہی و بربادی پر تلے ہوئے ہیں، رقابت مذہبی مسلمانوں کے خرمن امن پر برق و شرار کیطرح ٹوٹ رہی ہے لیکن افسوس ہے کہ انہیں مناظرہ بازی و شغل تکفیر سے فرصت نہیں،

غازی مصطفٰے کمال پاشا کی شجاعت و جوانمردی، آغا رضا خاں پہلوی کا عزم و استقلال کسی تعارف و تذکرہ کا محتاج نہیں، مسلمانوں کا بال بال انکی قومی و ملی خدمات کا معترف ہے، لیکن پھر مسلمانوں ہی میں سے ہی ان کے خون کے پیاسے نظر آتے ہیں، ٹرکی اور ایران کی اندرونی بغاوت اب کوئی سربستہ راز نہیں ہے، علم دوست اور اخبار بیں حضرات ریاکار ملکی مکاریوں سے خوب واقف ہیں، آہ! ان دو نامور فرزندانِ اسلام سے دشمنی کر کے خانہ جنگی کی صورتیں پیدا کیجا رہی ہیں، حجاز میں ابن سعود کی کارگذاریوں نے مسلمانوں کے دلوں میں کدورت و منافرت باہمی کی جو تخم ریزی کی ہے، وہ سب سے زیادہ خطرناک ہے، ہندوستانی مسلمان فرقہ آرائی میں سب سے آگے ہیں، یہاں سنی و وہابی اور احمدی و بہائی کی چھیڑ چھاڑ نے مسلمانوں کو کہیں کا نہیں رکھا۔ بغض و عناد کی بھٹی اختلافِ عقائد کے ایندھن سے گرما کر قوم و ملت کو اس میں جھونکنے کیوقت کا سرراہ انتظار ہے، آہ! کوئی نہیں، جو ان واقعات پر غور کرے اور مسلمانوں کی بے حالی پر آنسو بہائے،

کیا اربابِ حل و عقد مسلمانوں کی الجھنوں کی گتھی کو ناخن تدبیر سے سلجھانے کے لئے کچھ وقت خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں؟ یاد رکھو! ابکی غفلت غفلت نہیں، موت ہے، اور موت بھی ذلت و رسوائی کی موت! سنبھلو اور سوچو کہ پھر وقت آنیکا نہیں، اپنی تاریخ سے سبق لو، زمانہ کا رنگ پہچانو ؎ یہ غفلتیں مبادا کچھ روز بد دکھائیں !!!
ڈھونڈے سے کچھ نشاں ہی ڈرہے کہ مٹ نہ جائیں

طوفانی کشتی

دریا چڑھاؤ پر ہے
اور بوجھ ناؤ پر ہے

پہنائے آب سارا — ہے کوچ کا اشارا
ہوش آزما نظارا

موجوں کے منہ میں کف ہے — اک جوش ہر طرف ہے
مرگ آفریں ہے دھارا — اور دور ہے کنارا
کوئی نہیں سہارا

تیغ آزما ہیں لہریں،
تیغیں ہیں یا ہیں لہریں

توبہ، ہوا کی تیزی — موجِ فنا کی تیزی
ہے کس بلا کی تیزی

تدبیر ناخدا کیا — چپو کا آسرا کیا
گرداب پڑ رہے ہیں — کشتی سے لڑ رہے ہیں
تختے اکھڑ رہے ہیں،

نغموں کا جوش خاموش
سب ناؤ نوش خاموش

ہے یہ برات کس کی — نوشاہ اور براتی
لوٹے ہیں لیکے ڈولی

مایوس ہیں نگاہیں — رقصاں لبوں پہ آہیں
ڈولی میں حور پیکر — کیا کانپتی ہے تھر تھر
لیکن ہے مہر لب پر

عشرت کی آرزو تھی — الفت کی جستجو تھی
امید رو برو تھی

یہ انقلاب کیا ہے — آغوش مرگ وا ہے
افسوس اے الٰہی — کیا آگئی تباہی
قسمت کی کم نگاہی

دل سرد ہو رہے ہیں
رخ زرد ہو رہے ہیں

اس محشرِ بلا میں — اس لجۂ فنا میں
اس سیل بادپا میں

سب اہل یاس گم ہیں — ہوش و حواس گم ہیں
کچھ محو ہیں دعا میں — کچھ نالۂ و بکا میں
کچھ شکوہ خدا میں

بیٹھی ہے ایک بیوہ
ہے صبر جس کا شیوہ

دل ہاتھ سے دبائے — بچہ گلے لگائے
تیر امید کھائے

یہ باپ کی نشانی — سرمایۂ جوانی
اک دن جوان ہوگا — اماں کا مان ہوگا
حق مہربان ہوگا

اک نوجوان بداختر
بھاگا ہے گھر سے لڑکر
چھوڑی تھے باپ ماں بھی بیوی بھی اور مکاں بھی
اب چھوڑتا ہے جاں بھی

اے کاش میں نہ آتا اے کاش لوٹ جاتا
اے طبع خودسر افسوس اے طیش تجھ پر افسوس
افسوس تجھ پر افسوس

یہ دیو زاد موجیں
یہ بدنہاد موجیں
آیا پھر ایک ریلا کشتی بنی ہے تنکا
بس ہو چلا صفایا

تدبیر رو رہی ہے تقدیر رو رہی ہے
ملاح تیر سے نکلے دریا میں پیر نکلے
افسوس غیر نکلے

طوفانِ غم بپا ہے
فریاد کی صدا ہے
ہے کون جو سنبھالے کشتی ترے حوالے
یارب! تو ہی بچا لے

اے نوحؑ کے کھویا لگ جائے پار نیا
بندوں کا تو خدا ہے اور تو ہی ناخدا ہے
تیرا ہی آسرا ہے

(ابو الاثر، حفیظ جالندھری)

زیب النسأ بیگم

خاندانِ مغلیہ دودمانِ تیموریہ کو بدنام کرنے ان کے انصاف و الطاف پر نقاب ڈالنے کے لئے فسانہ نویسوں اور جاہل مورخوں نے کیا کیا نہیں کیا، شہوت رانی عشرت پسندی کے علاوہ طرح طرح کے ظلم و ستم ان سے منسوب کئے، ان کی عفت مآب بیٹیوں پر قسم قسم کے الزام تراشے، اور واقعات و حقائق پس پردہ رکھ کر دنیا کو وہ کچھ بنا کر دکھا دیا جو حقیقت میں نہ تھا،

اورنگ زیب ایسے سخت گیر، غیور اور ہوشمند شہنشاہ کی نورِ نظر زیب النسأ بیگم اور عاقل خاں صوبیدار سے مراسم دوستی! کس قدر لغو اور فضول روایت ہے، حیاتِ زیب النسأ کے مصنف منشی احمد الدین نے اس قسم کی سینکڑوں بے سر و پا باتیں بنا کر خاندانِ مغلیہ پر جو ستم توڑے ہیں، وہ آپ اپنی مثال ہیں، آپ نے جی کھول کر لغو بیانی کی ہے، اور

دل کر ڈاکر کے شاہانِ اسلام کو کوسا ہے، زیب النساء بیگم کے متعلق آپ یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ وہ عاقل خاں کے عشق میں اس قدر از خود رفتہ ہو گئی کہ اسے مجبوراً قلعہ سلیم گڈھ میں قید کرنا پڑا، وہ شوہر کا انتخاب بذریعہ تصاویر اس لئے کرنا چاہتی تھی کہ اس بہانہ سے عاقل خاں ہاتھ آ جائیگا، شہنشاہ کے خوف سے زیب النساء نے عاقل خاں کو دیگ میں چھپا دیا، عالمگیر نے اسے چولہے پر چڑھانے کا حکم دیا تو ماہیں آکر کہنے لگی، کہ میری سچے عاشق ہو تو خاموش رہنا دیگ جلگئی لیکن عاقل خاں نے اُف تک نہ کی" ہم حیران ہیں کہ یہ واقعات کہاں سے اخذ کئے گئے اور ایک شرافت و نجابت مجسمہ شہزادی سے خدا واسطے کی عداوت کیوں روا رکھی گئی چند ٹکوں کیلئے لغو بیانی کرنا اور ایک ممتاز شاہی خاندان پر فحش اتہام لگانا کہاں کی ایمانداری ہے،

مآثر عالمگیری، تذکرۂ سرخوش اور خزانۂ عامرہ ان واقعات کی بڑے زور کے ساتھ تکذیب کرتے ہیں، ان کے علاوہ کوئی مستند تاریخ لیلو اور اس کی ورق گردانی کرو، زیب النساء بیگم کی علم دوستی و مذہبی شغف کی شہادتیں ملینگی، خافی خاں و مآثر الامرأ عالمگیر کی وفات سے نصف صدی بعد واقعات قلمبند کرتے ہیں، لیکن انہوں نے ایسی کوئی روائت جس سے عاقل خاں اور زیب النساء کے ناجائز تعلقات کیطرف اشارہ ہو بیان نہیں کی، حالانکہ اس وقت رعب شاہی سے وہ بے نیاز تھے، اور انہیں کسی کا خوف نہ تھا، پھر تعجب ہے کہ حیاتِ زیب النساء اور اس قسم کی دیگر کتابوں کے مصنفین نے یہ روایات کہاں سے لیں،

تاریخ ہمیں بتاتی ہے، کہ زیب النساء بیگم دولت آباد کے مقام پر ۱۵ فروری ۱۶۳۸ء کو دلرس بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی، جو شاہی دستور کے موافق ایک قابلہ و فرزانہ خاتون میا بائی کی رضاعت میں دیدی گئی اور جب پانچسال کی ہوئی تو ایک تعلیم پذیرفتہ معزز خواتون حافظہ مریم نامی کو اسکی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کر دیا، جس نے سوا دو سال کے عرصہ میں قرآن شریف پڑھا دیا اور اس کے بعد تین سال کے عرصہ میں شہزادی کو قرآن شریف کی حافظہ کرانے علاوہ فقہ و حدیث کی چند کتابوں پر بھی عبور کرا دیا،

اپنی عمر کے گیارھویں سال سے زیب النساء بیگم نے ملا سعید اشرف ماژندرانی سے عربی و فارسی کی تعلیم شروع کی، اور دس سال کے عرصہ میں اس قدر قابلہ و فاضلہ ہو گئی، کہ از خود عربی کتابوں کے ترجمے کرنے اور فارسی قصائد و محامد کہنے لگی،

زیب النسا بیگم دینی علوم سے اس قدر دلچسپی و دلبستگی رکھتی کہ فقہ وحدیث اور تفاسیر کی بیش
تر کتابیں اس نے اپنے کتب خانہ میں جمع کرلیں اور ہمیشہ انکا مطالعہ جاری رکھتی ۔
تصنیف و تالیف کا شوق ہوا تو سب سے پہلے اس نے تفسیر کبیر کا فارسی میں ترجمہ کیا ، اور
اس کی صحت میں ملا سیف الدین اردبیلی سے مدد لی ، اور زیب التفاسیر کے نام سے اسے موسوم کیا ۔
علم عروض میں مہارت تامہ رکھتی تھی ، نظمیں اور شعر بھی فی البدیہہ کہدیتی ، مخفی تخلص کرتی
لیکن عشقیہ شعر و اشعار کو پسند نہ کرتی تھی ، کہا جاتا ہے کہ دیوان مخفی زیب النسا بیگم کی طبع رسا
کا نتیجہ ہے لیکن یہ غلط ہے ۔
میر عسکری عاقل خاں ایرانی النسل تھا ۔ ۱۶۵۲ء میں پہلے پہل ایک شاعر کی حیثیت سے
دربار شاہجہانی میں داخل ہوا ، اور کمال شہرت پائی ، شہزادہ اورنگ زیب عالمگیر کی دکن کی
گورنری کے زمانہ میں وہ جلاداری کے عہدہ پر مامور رہا ، ۱۶۵۸ء میں اورنگزیب نے دکن کے
تخت کے فیصلہ کیلئے جاتے وقت عاقل خاں کو دولت آباد کا حاکم مقرر کیا اور اہل وعیال کو بھی
چھوڑکر خود دکن کو روانہ ہوگیا ، دو سال بعد سیاسی معاملات کی بنا پر ۱۶۶۰ء میں عاقل خاں کو دوآب
کا فوجدار بنا دیا گیا ، مگر اس نے نومبر ۱۶۶۱ء میں خرابئ صحت کیوجہ سے ملازمت ترک کردی ، اور
۵۰۰ روپے پنشن لیکر لاہور چلا گیا ، کچھ عرصہ بعد اورنگزیب عالمگیر جب کشمیر کو جاتے وقت لاہور وارد
ہوا تو عاقل خاں کو بلوایا اور کمال مہربانی کے ساتھ پھر اسے درباریوں میں جگہ دیکر جنوری ۱۶۶۴ء
میں دیوان عام کی مہتممی کی خدمات اس کے سپرد کردیں ۱۶۶۶ء میں مزید ترقی اور شاہی عطیات
سے نوازا گیا ، مگر وہ خرابئ صحت کیوجہ سے اکتوبر ۱۶۷۶ء میں ایک ہزار روپیہ پنشن لیکر پھر ملازمت
سے علیحدہ ہوگیا ، اورنگ زیب عالمگیر کو اس کی کارکردگی اور قابلیت پر اس قدر بھروسہ تھا کہ آپ
نے ۱۶۷۹ء میں پھر اسے نائب بخشی کے عہدہ پر مامور کیا اور رفتہ رفتہ ترقی دیکر اکتوبر ۱۶۸۰ء
میں دہلی کا صوبیدار بنا دیا ۔ جہاں وہ ۱۶۹۶ء میں بتقدیر بر فوت ہوا ۔
خاندان مغلیہ سے عاقل خاں کے تعلقات اس مختصر سوانح حیات سے عیاں ہیں ، عاقل
خاں کی دائم المریضی نے اسے ملازمت شاہی اور حکومت سے اس قدر بیزار کر رکھا تھا ۔ کہ کئی بار
وہ ترک ملازمت کے لئے مجبور ہوا اور کئی بار الطاف شاہانہ سے نوازا گیا ، پھر یہ سمجھ نہیں آتی
کہ ایسی حالت میں اسے کب تعشق پیدا ہوا اور کب دیگ میں جلکر مرا ، افسوس ہے کہ جاہل اور
علم تاریخ سے بے بہرہ لوگوں نے اس قسم کے واقعات کی تراش خراش سے زیب النسا بیگم

ایسی نیک سرشت شہزادی کے دامن عفت وعصمت کو بدکرداریوں سے ملوث کرکے عوام کو بدظنی کا موقع دیا،

زیب النسا بیگم ۱۶۸۱ء اور ۱۶۹۶ء کے درمیانی عرصہ میں قلعہ سلیم گڈھ میں ضرور رہی لیکن وہ قید نہ تھی اور نہ ہی اس کی یہ لغو وجہ تھی، اس کے متعلق تاریخی شہادت یہ ہے کہ مارواڑ و میواڑ کے راجپوت جب سرکش ہوکر جذیہ کی ادائیگی سے منکر ہوگئے، جودھپور اور راٹھور بعض سیاسی امور کیوجہ سے بگڑ گئے، تو اورنگ زیب عالمگیر نے زیب النسا بیگم کے چھوٹے بھائی شہزادہ اکبر کو انکی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، اورنگزیب عالمگیر کے بعض مخالفین نے اس موقع کو غنیمت پاکر شہزادہ اکبر کو اپنے ہاتھ پر چڑھاکر مشورہ دیا۔ کہ سرکشوں سے مل ملاکر دہلی کی حکمرانی حاصل کرنے کی کوشش کرے، حکومت کی طمع نے بیٹے کو باپ سے باغی کرادیا، بغاوت کے آثار وقرائن نمودار ہونے پر اورنگ زیب عالمگیر نے شہزادہ معظم کو طلب کیا اور باہم مشورہ سی شہزادہ اکبر کو خط لکھا کہ وہ راجپوتوں سے مل جائے، اور موقع پاکر راجپوت سرکشوں کو قرار واقعی سزا دے، اس خط میں راجپوتوں کو اکبر پر بدظن کرنے کا راز پنہاں تھا، اور خوف تھا کہ زیب النسا بیگم اپنے بھائی کو راز کی باتوں سی آگاہ نہ کردے، اس لئے مصلحتاً اسے بمع اس کی مخصوص لونڈیوں اور کتب خانہ کے قلعہ سلیم گڑھ میں بھیجدیا گیا، جہاں وہ معمول کیموافق کچھ مدت آزادانہ زندگی بسر کرتی رہی یہ ہے اصلیت زیب النسا بیگم کے قلعہ سلیم گڈھ میں رہنے کی، جسے نادان مورخین نے کچھ کا کچھ بنادیا ہے، فاعتبروا یا اولی الابصار،

افکارِ پریشاں

میں نے دیکھا کہ دریا میں طوفان آیا ہوا ہے ۔ خس و خاشاک موجوں کی سطح پر تیرتے نظر آتے ہیں اور اس کی گہرائیوں میں انسانی نظر سے پوشیدہ موتی مدفون ہیں ، اسیطرح وہ نیک ہستیاں جن کے قلوب نورِ الٰہی سے منوّر ہیں ، گمنامی کے گوشوں میں نہاں ہیں اور جو نظر آ رہے ہیں ، خس و خاشاک ہیں ،

میں نے ایک مسافر دیکھا ، کہ جنگلوں میں بھٹکتا پھرتا ہے ، میں نے اس سے پوچھا - تو کس کی تلاش میں سرگرداں ہے ، اس نے کہا میں پاؤں سے کانٹا نکالنے کیلئے ٹھہر گیا تھا ، کہ قافلہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور ایک لمحہ کی غفلت نے مجھے میری منزل سے ہزاروں کوس دور پھینک دیا ، مسافر کی بات بجلی کیطرح مجھ پر گری اور میں اپنی بُعدِ مسافت کے خیال سے کانپ اُٹھا ،

میں نے ایک فقیر کو دیکھا - کہ بر سرِ راہ خاموش بیٹھا ہے ، جبکہ اسکے قریب ہی دوسرے فقیر بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے ، میں نے خاموش فقیر سے کہا ، تم چپ کیوں ہو ؟ اس نے کہا ، اہلِ نظر کے لئے میں ایک پیکرِ سوال ہوں ، اور جو دینے والا ہے وہ میری آواز کو سن رہا ہے ،

ایک شخص سادہ لباس پہنے آیا اور چپکے سے اس فقیر کو ایک گراں بہا رقم دے گیا ، میں نے پوچھا آپ کا نام ؟ جواب " گمنام " - اس مخلص ہمدرد نے مزید کہا ، وہ مجھے خوب جانتا ہے ، جسکی راہ میں دے رہا ہوں ، وہ غائب ہو گیا ، مگر دنیا ابتک اس کو ڈھونڈ رہی ہے ،

میں نے آبشار کو دیکھا ، کہ پانی کی دھاریں پتھروں پر زور زور سے ٹکراتی ہوئی گر رہی تھیں ، اور گرتے وقت سب دھاریں ایک دوسرے سے ایسی مل جل جاتی تھیں کہ ایک دھار کو دوسری دھار سے

الگ نہ دیکھہ سکتی تھی۔ میں نے ان پانی کی دھاروں سے پوچھا۔ کہ تمہارے پاس انسانوں کیلئے کیا پیغام ہے، انہوں نے کہا "ہر اوج کے بعد زوال ہے"۔ اور پستی کی مصیبتیں ہمیں اتحاد کا درس دیتی ہیں اور مستی اوج کی غفلت ہی ہمیں پستی کیجانب کھینچ لاتی ہے"

میں نے ان پتھروں سے پوچھا کہ تمہارے پاس انسان کے لئے کیا پیغام ہے، انہوں نے کہا ثبات قدم کا، تجھے اپنے عزم اور ارادوں میں ہماری مثل ثابتقدم رہکر مصائب و آلام کے خوف سے لرزہ بر اندام نہ ہونا چاہیئے"

میں نے دیکھا۔ کہ دریا میں سیلاب آیا اور بہت سی دیہات دریا برد ہو گئے، کئی جانیں تلف ہوئیں ہری بھری کھیتیاں سرسبز مرغزار تہ آب ہو گئے، اور آگے بڑھ کر دیکھا کہ غیر آباد زمینیں آباد ہو گئیں، غریب کسانوں کے تن مردہ میں جان آ گئی، بنجر اور خشک زمینوں پر سبزہ بیگانہ کا فرش بچھہ گیا، خود رو پھولوں سے کائنات کا ہر ذرہ چمک اٹھا، میں نے سیلاب سے پوچھا، تیری وہ موجیں جو شمال کیطرف بڑھیں، ہلاکت اور تباہی کا سامان ساتھہ لیتی گئیں اور جو جنوب کی سمت جھکیں سرسبزی اور طراوت کا تحفہ ہمراہ لائیں، آخر یہ کیوں؟ اس نے کہا، میں مایوس دلوں کے لئے آیۂ رحمت اور غفلت پرستوں کے لئے درس عبرت ہوں، رحمان کی رحمتیں اسی طرح تقسیم ہوتی ہیں،

شبیر احمد خاں بی۔اے، بی، ٹی،

مسلمانوں سے نیرنگِ تمدن اب یہ کہتا ہے

مسلمانوں سے نیرنگ تمدن اب یہ کہتا ہے
کہ جو انکو خواب غفلت سے اگر دنیا میں رہنا ہے

یہی دو صورتیں ہیں اب تمہاری زندہ رہنے کی
ہے اک بدتر سے بدتر دوسری اعلیٰ سے اعلیٰ ہے

جو ہے بدتر سے بدتر بےحیائی نام ہے اس کا
بنو بےشرم و بےغیرت، اگر تم کو گوارا ہے

ابھی تک قرض لے لے کر مزے کتنے اڑائے ہیں
مصیبت کون جھیلے اب کہ یہ بدلہ اسی کا ہے

بہت طعنے سنو، ذلت اٹھاؤ سختیاں جھیلو
اٹھاؤ جوتیاں انکی جنہیں سر پر چڑھایا ہے

ابھی تک مال چھوڑا جان چھوڑی برتری چھوڑی
اب اس سے بھی اٹھاؤ ہاتھ جو مذہب تمہارا ہے

کہیں وہ چھوڑ دو اردو، تو اردو چھوڑ دو فوراً
کہیں وہ گائے کو پوجو، تو کہہ دو ہاں گوارا ہے

کہیں ترک اذاں کو وہ تو کہہ دو اب یہی ہوگا
وہ پوچھیں ملک کس کا ہے تو کہہ دو آپ ہی کا ہے

کہیں وہ مسجدوں میں جمع ہونے سے کرو توبہ
تو کہہ دو لالہ صاحب یوں سہی یہ بات ہی کیا ہے

اگر وہ یہ کہیں بھنگی تو شدھی ہونے والے ہیں
تم اب انکی جگہ لے لو تو سمجھو یہ بھی ہونا ہے

اگر وہ یہ کہیں پہنو جنیو، چوٹیاں رکھو،
جپو مالا کہاں تسبیح کا جھگڑا نکالا ہے

ہیں جتنی مسجدیں مندر کو دے دو یا گورکل کو
ہیں جتنی خانقاہیں ان کا مصرف یہ ہی سوچا ہے

بنائے جائیں انمیں پاٹ شالہ یا گئو شالہ
بچیں جو اس سے ان سب میں دھرم شالا بنانا ہے

تو کہہ دو لالہ صاحب جب ہمیں خود آپکے ٹھہرے
تو جو کچھ بھی ہماری یاں ہیں باقی ہے وہ کس کا ہے

ہم اس میں دخل دینے والے آخر کون ہوتے ہیں
ہمارا بس ہی کیا ہے اب ہمارا زور ہی کیا ہے

اگر اس کو برا سمجھو اگر کچھ تمہیں شرم آئے
تو آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اب کیا رنگ دنیا ہے

مخالف ہر طرف سے کیوں تمہیں اتنا دباتے ہیں
وہ کیوں ہیں با اثر تم بے اثر کیوں ہو سبب کیا ہے

ہیں دنیا بھر کی ساری خوبیاں کیوں انکے حصے میں
وہ کیا قوت ہے انکو اس قدر جس پر بھروسہ ہے

کرو گے ٹھنڈے دل سے غور اگر تم تو سمجھو گے
کہ وہ ذی مقدرت ہیں انکو دولت کا سہارا ہے

زمانہ بھر کے علم و فضل ہوں یا صنعت و حرفت
وہ سب انکی بدولت ہے کہ دولت نام جسکا ہے

ضرورت اسکی قدر اسکی اثر اسکا ہے زور اس کا
اسی سے بات بنتی ہے اسی سے کام چلتا ہے

اگر عزت سے رہنا ہے مسلمانوں کو دنیا میں
تو پہلے یہ سمجھ لیں وہ کہ اب داموں کی دنیا ہے

بچیں اسراف سے چھوڑیں تن آسانی کریں محنت
وہ پھر حاصل کریں جو آج تک غفلت میں کھویا ہے

جو ہیں نادار و مفلس دستکاری ہو معاش انکی
کریں وہ اکتساب علم جن کے پاس پیسا ہے

نہ لیں قرضہ نہ دیں سود اب جو لینے کے پڑیں دینے
لگائیں کام میں اس مال کو جو دفن رہتا ہے

کفائت کو بنائیں رہنما ضامن تجارت کو
قمر وہ زندگی یہ ہے کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ ہے

محمد شمس الحسن قمر (سود مند)

نظام کانفرنس

خطبہ صدارت کا ضروری اقتباس

۱۷۔ اکتوبر کو بریڈلا ہال لاہور میں حضرت مولٰنا مولوی عبد القدیر صاحب قادری بدایونی مدظلہ نے نظام کانفرنس کی صدارت فرماکر اپنے فاضلانہ خطبۂ صدارت میں گورنمنٹ انگریزی اور حضور نظام کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس کا ضروری اقتباس حسب ذیل ہے،

آپ نے فرمایا کہ مسلمانانِ ہند نے اس اہم مسئلہ میں جس مجرمانہ سکوت سے کام لیا ہے وہ کسیطرح قابل معافی نہیں، وہ ریاست حیدر آباد فرخندہ بنیاد جس کے وجود سے ہندوستان کی عظیم الشان اسلامی سلطنت کی یاد تازہ ہے۔ وہ ریاست جو بلا امتیاز مذہب اور بلا تفریق نسل وقوم تقریباً دو سو برس سے تمام اہل ہند کی سرپرستی کر رہی ہے۔ اور جس کے خزانہ سے ہر ماہ ایک بہت بڑی رقم نکلکر تمام ہندوستان کے طول و عرض میں فیض و کرم کا دریا بہا دیتی

ہے، اس کے فرمانروا کے متعلق عام طور پر متوحش افواہیں گرم تھیں، اخبارات کے کالم طرح طرح کی چہ میگوئیوں سے پُر نظر آتے تھے، نامہ نگار سخت از سخت اطلاعیں روانہ کرتے تھے، مگر افسوس ہے، کہ مسلمانانِ ہند نے اس اہم مسئلہ پر مجرمانہ سکوت سے کام لیا، حالانکہ اس کے لئے ایک منظم کوشش کی ضرورت تھی، بلکہ چاہیئے تو یہ تھا، کہ مسلمان متفقہ طور پر یہ ثابت کر دیتے، کہ اعلحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے ساتھ اُن کو وہ عقیدت ہے کہ اگر ان کیلئے ہماری جان و مال کی ضرورت ہوئی، تو ہم اپنے خون کے آخری قطرہ سے بھی دریغ نہ کریں گے، کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ممدوح کے احسانات اس کے متقاضی نہیں ہیں۔ آج مسلم یونیورسٹی کا گلزار کس کے فیض و کرم کی آبیاری سے سرسبز ہے، جامعہ عثمانیہ اور دارالترجمہ نے آج یورپ کے علوم و فنون کو ہر اردو داں کے لئے آسان کر دیا ہے، بلکہ یوں کہیے، کہ اردو زبان کو جو نہ صرف ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی زبان ہے، بلکہ اکثر حصص ہندوستان کی زبان ہے، اس مرتبہ پر پہنچا دیا ہے، کہ وہ بہ حیثیت علم و فن مغربی زبانوں سے مقابلہ کر سکے، اس کے علاوہ اُن مساجد مدارس، خانقاہوں کا شمار کرنا بھی دشوار ہے، جو محض حضور پرنور کی نظر کیمیا اثر کی بدولت عالم کیلئے فیض رساں ہیں اور اس بحر مواج کی لہریں ہندوستان کے طول و عرض سے متجاوز ہو کر حجاز و عراق کو عبور کر کے یورپ و افریقہ میں اپنا فیض پونچا رہی ہیں، سابق خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان عبد المجید خاں کو ترکوں کے خود غرض آزاد خیال طبقہ نے جب تخت و تاج چھوڑنے پر مجبور کیا اور وہ جب سوئٹزر لینڈ میں نان شبینہ کیلئے محتاج تھے، تو یہ فخر حضرت ظل سبحانی کو ہی حاصل ہوا، کہ بر وقت انکی امداد فرمائی گئی، بہرحال اس سلسلہ میں زائد سے زائد لکھا جا سکتا ہے اور وہ تعلقات کو دیکھتے ہوئے کم سے کم ثابت ہوگا۔ تو کیا ایسی صورت میں مسلمانوں کا یہ جمود و سکوت ایک بدترین جرم نہیں اور کیا ایک زبردست منظم و مرتب مدافعتی کوشش کی ضرورت نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے

اس تمہید کے بعد آپ نے مشترکہ قومیت کی روح کا فقدان، حکومت ہند کی لچکدار پالیسی، انگریزوں کی نظام سے خود غرضانہ دوستی، ۱۷۵۹ء کا معاہدہ برطانیہ و نظام، شمالی سرکار کس طرح انگریزوں کے قبضہ میں آیا، ہندوستانی ریاستوں میں عدم مداخلت کا معاہدہ، آصفجاہ ثانی کا کرناٹک پر حملہ اور ناکامی، معاہدہ کی خلاف ورزی، لارڈ کارنوالس کا خط یا صلحنامہ ۱۷۹۰ء کا معاہدہ، ریاست پر ۲۵ ہزار فوج کی تیاری کا بار عظیم ۱۷۹۸ء لارڈ ولزلی کا معاہدہ، سلطان ٹیپو کے خلاف انگریزوں کی رفاقت کا صلہ، ۱۷۹۹ء کا معاہدہ ۱۸۰۰ء کا معاہدہ، نظام گورنمنٹ

اور مرہٹوں کی جنگ میں انگریزوں کی بیرخی، مسئلہ برار، مطالبہ برار کے جواب میں لارڈ ریڈنگ کی غیر منصفانہ چھٹی اور دباؤ، سنہ ۱۹۲۶ء کی سند،

غفران مکان اعلحضرت میر محبوب علیخاں کی وفات کے بعد نواب سر میر عثمان علیخاں صاحب ہز اگزالٹیڈ ہائی نس کے تخت حکومت پر متمکن ہونے سے آج تک تمام واقعات بیان کرتے ہوئے صدر صاحب نے یہ بھی فرمایا، کہ "۱/۲ ۷ کروڑ مسلمان سب کچھ کر سکیں گے"۔ ہمیں اس امر کی طرف زیادہ غور کرنیکی ضرورت نہیں ہے کہ برادران وطن اس جد وجہد میں ہمارا کہاں تک ساتھ دیں گے، اور کس حد تک ہم سے شرکت عمل رکھیں گے، اس لئے اگر ہم ۱/۲ ۷ کروڑ مسلمان گورنمنٹ ہند کی اس پالیسی پر اثر نہیں ڈال سکتے، جو کسی رزیڈنٹ کی غضب کی یا کسی وائسرائے کی تنک مزاجی کا نتیجہ ہو، تو ہم کو اپنی فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور باور کرنا چاہیئے، کہ ہم عنقریب صفحۂ ہندوستان پر سے حرف غلط کی طرح مٹنے والے ہیں، لیکن شکر ہے کہ واقعات کی روشنی میں ایسا ثابت نہیں ہوگا، قومی روایات دیکھتے ہوئے یہ یقین کرنیکی کافی وجوہ موجود ہیں کہ ہم ضرور کامیاب ہونگے "

اس کے بعد آپ نے "ہندو مسلم اتحاد" پر چند خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "میری غیرت ملی کا یہی تقاضا ہے، کہ ان امور میں صرف خدا کے فضل پر بھروسہ کرنے کے بعد اپنی مسلم جماعت پر اعتماد کرنا چاہیئے، ہاں اگر برادران وطن خود شرکت عمل کیلئے تیار ہوں، اور صلح محبت کا ہاتھ بڑھائیں تو ہمکو بھی انکار کی کوئی وجہ نہیں، آپ نے فرمایا۔ کہ اگرچہ بدقسمتی سے مسلمان طرح طرح کی فرقہ بندیوں میں مبتلا ہیں، مگر میں بلاخوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس مقصد وحید میں تمام مسلم جماعتیں ایک متفقہ رائے رکھتی ہیں، آل پارٹیز حجاز کانفرنس منعقدہ لکھنؤ میں جب اعلحضرت حضور شہریار دکن ادام اللہ برکاتہ کے شکریہ کا رزولیوشن پاس ہوا کہ حضور ممدوح نے اپنی چیف انجنیئر کو ان مقامات مقدسہ اور ماثر متبرکہ کا تخمینہ بنانے کے لئے بھیجا ہے، جس کو وحشی نجدیوں نے برباد کر دیا ہے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ حضور ممدوح کے شکر گذاروں میں جسطرح عالیجناب راجہ صاحب جہانگیر آباد اور عالیجناب مہاراجہ صاحب محمود آباد ایسے محترم سرکاری اعزاز یافتہ حضرات نے اپنے نام لکھائے، اسی طرح رئیس الاحرار مولانا محمد علی اور فدائے ملت سید حبیب شاہ نے بھی اپنے نام پیش کئے، انہی ایام میں جب بزم صوفیہ کے ایک غیر معمولی جلسہ جو حضرت قبلہ سید نثار احمد شاہ متولی اجمیر شریف کی فرودگاہ پر حضرت موصوف کی صدارت میں منعقد ہوا، تو حسب تحریک مولانا عبدالوالی یہی رزولیوشن پیش ہوا اور اس کی تائید فقیر نے اور تائید مزید حضرت شاہ سلیمان صاحب نے فرمائی،

بہر حال یہ یقین کرنے کے کافی وجوہ موجود ہیں، کہ انتہا پسند طبقہ ہو یا سرکاری اعزاز یافتہ مذہبی گروہ ہو یا سیاسی، سب حضور پرنور شہریار دکن کا کمال احترام اپنے دلمیں رکھتی ہیں اور ریاست ابد مدت کی ہر حقیر خدمت کیلئے ہر وقت تیار ہیں، نظر براں کم از کم اسبابت کا تو یقین قطعی ہے کہ ۸ کروڑ مسلمانوں میں معدودے چند بھی ایسے نفوس نہ نکلیں گے، جو اس تحریک میں شریک کار ہنوں، اور ہم یقیناً اس اتفاق و اتحاد سے ایک اسلامی ملک کی ایسی ہی خدمت کر سکینگے جس کا وہ مستحق ہے"

تقسیم کار پر گفت و گو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ کہ انتہا پسند طبقہ کو جس نے ملک کی خاطر بڑی بڑی سترابانیاں کی ہیں۔ اپنے حوصلہ کیمطابق ایک زبردست احتجاجی پروگرام بنانا چاہئیے، لیکن اس میں اس بات کا لحاظ ضرور کر لیا جائے، کہ ان کا ہر فعل اور طریق ایسا دانشمندانہ ہو، جس سے سرکار عالی کو مزید پیچیدگیوں میں نہ الجھنا پڑے، معتدل جماعت سے خواہش کی۔ کہ کونسل میں سوال اٹھا کر پہلے اس مراسلت کو میز پر رکھوائیں، جو سرکار عالی اور گورنمنٹ انڈیا میں ہو رہی ہے، اور پھر رزولیوشنوں کے ذریعہ اسے ناواجب ثابت کریں، کونسل کے ذریعے وائسرائے کو مجبور کریں، کہ وہ اپنی طرز عمل میں تبدیلی پیدا کریں اور سرکاری اعزاز یافتہ طبقہ سے خواہش کی، کہ وہ ایک زبردست وفد کی صورت میں وائسرائے بہادر کیخدمتمیں جاکر اپنے طریقہ کے موافق داد خواہی کریں، اور اگر گورنمنٹ انڈیا میں کچھہ شنوائی نہو، تو ایک ڈیپوٹیشن انگلستان جائے۔ اگرچہ اسمیں طوالت ہوگی، مگر کیا کیا جائے، جب مسئلہ کی اہمیت ہر مشکل کام اختیار کرنے پر مجبور کر رہی ہو،

اخیر پر آپ نے جملہ طبقوں سے تمنا کی، کہ وہ اپنا اپنا طرز عمل ایسا صاف جائز اور بہتر رکھنے کی کوشش کریں، جس سے کارکن طبقوں میں تصادم کا اندیشہ نہ رہے،

اس کانفرنس میں جو قراردادیں پاس ہوئیں، وہ صرف چار تھیں، اور ہر ایک بجائے خود ایسی کہ اس سے ہندوستان کے طول و عرض میں کسی مسلمان کو خواہ وہ کسی عقیدہ کسی گروہ، کسی طبقہ کسی خیال اور کسی رنگ کا بھی کیوں نہ ہو، اختلاف نہیں ہو سکتا، پہلی قرارداد مولانا مولوی غلام محی الدین خانصاحب ایڈوکیٹ عدالت العالیہ لاہور نے پیش کی، آپ اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، جس کو جذبات کے قابو میں رکھنے کا فخر حاصل ہے جسکی اصابت رائے مسلمہ اور جسکی اعتدال پسندی مشہور ہے، اس لئے یہ ہرگز خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ یہ قرارداد کسی شورش پسند نے پیش کی، محرک کی تقریر حقائق سے لبریز اور الفت و محبت کا ایک بہتا ہوا دریا تھی، اس تحریک میں اعلیحضرت حضور نظام عالی

مقام امداد ان کے اجداد کے ان احسانات کا اعتراف کیا گیا ہے، جو انہوں نے مسلمانان ہند پر کئے ہیں، اور ان کو مسلمانانِ ہند کی دلی عقیدت ومحبت کا یقین دلانے کے بعد دعا دیگئی ہے، کہ خدائے قدوس دولت عالیہ آصفیہ کو چشم زخم حوادث سے مامون ومصئون رکھے آمین ثم آمین،

اس تحریک کی تائید ایک ایسے بزرگ نے کی جن کو صوفیائے زمانہ میں درجہ اولیت حاصل ہے، جن کی نیک نفسی اور جن کے زہد واتقا کا شہرہ ہے، جو شرع سے واقف ہیں، جو اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، جو طبقہ بقول حضرت موصوف "دکھ سہتا ہے لیکن کبھی دکھ نہیں دیتا" جن کو اللہ کی عبادت سے کام ہے اور جو ایجی ٹیٹر گروہ میں کبھی شامل نہیں ہو سکتی، ہماری مراد حضرت مولانا اولاد علی آل نبی جناب حافظ حاجی سید پیر جماعت علیشاہ صاحب قبلہ محدث علیپوری سے ہے، ممدوح نے جو تقریر کی، اگر اس کو اس کانفرنس کی جان کہیں تو سراسر بجا ہے، آپ نے حکومت انگلشیہ کو جتایا، کہ ؎

رعیت چو بیخ است سلطاں درخت
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

رعیت کا خوش رکھنا سرکار کا فرض ہے، اور حضور نظام کو جو ہمارے سلطان ہیں اور جن کو تمام ملتہ نے محی الملتہ والدین کا خطاب دیا ہے، جو سب خطابوں سے بڑا ہے، ان کو تنگ کرکے سرکار اپنی مسلم رعایا کو خوش نہیں رکھ سکتی، آپ نے رنجیت سنگھ کا واقعہ بیان کیا، کہ اس سے ایک مسلم کی شکایت کیگئی، کہ وہ بڑا دولتمند ہے، شکائت کرنے والوں کا مقصد یہ تھا، کہ رنجیت سنگھ امیر مذکور کی جائداد ضبط کرلے مگر اس نے جواب دیا، کہ اس سے ہماری عزت بڑھتی ہے، جب ہماری رعایا میں ایسے ایسے امیر افراد موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ ہماری حشمت میں ان سے چار چاند لگتے ہیں،

حضرت نے فرمایا، کہ انگریز خود کو شہنشاہ کہتے ہیں، اگر ان کے ماتحت بادشاہ نہ ہوں، تو یہ شہنشاہ کیسے ہوئے، انکی عزت اسی میں ہے کہ ان کے ماتحت بڑے بڑے سلاطین ہوں، یہ ماتحت بادشاہوں کو ذلیل کرکے خود عزت دار نہیں کہلا سکتے، حضور نے اعلحضرت کی سادگی کا، نیک نفسی کا، اتقا اور زہد کا ذکر کرکے فرمایا، کہ ایسا بادشاہ آج روئے زمین پر موجود نہیں، اور ہمیں ان سے محبت ہے، ہم جان ومال اور اولاد دیدینگے مگر ان پر آنچ نہ آنے دینگے، آپ نے کہا، کہ اگر انگریز یہ چاہتے ہیں، کہ ہمارے دل سے اسلام کی محبت نکالدیں، تو میں ان سے صاف کہتا ہوں، کہ ؏

ایں خیال است محال است وجنوں

ور آپ نے گورنمنٹ کو اپنی روش منصفانہ بنانیکی تنبیہہ کی، آپ کی تائید دہلی کے مشہور تارک موالات مولانا عبد المجید صاحب نے کی اور تائید مزید سید یٰسین صاحب ایڈیٹر امیں نے کی اور قرارداد اللہ اکبر ور حضور نظام زندہ باد کے نعروں میں منظور ہوئی۔

دوسری قرارداد میں استرداد برار کی حمایت کیگئی تھی، اس کو پیش کرنیوالے بھی ایک عالم دین یعنی مولانا صبغۃ اللہ صاحب تھے، اور اسکی تائید بھی ایک صوفی اعظم یعنی عمدۃ العاشقین زبدۃ العارفین ضیاء الملتہ والدین حضرت مولانا مولوی خواجہ صاحبزادہ محمد ضیاء الدین صاحب قبلہ مسند آرائے سیال شریف نے کی، اور تائید میں شیعوں کے مشہور لیڈر مولانا باقر علی نجفی نے حصّہ لیا۔ استرداد برار پر آج تک بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور دوسری مصروفیتیں اور اہم معاملات جو بحث کے محتاج ہیں ہمیں اسبات کی اجازت نہیں دیتے، کہ ہم اس صحبت میں اس پر تفصیل سے بحث کریں، کانفرنس نے استرداد برار کی تائید کو دو وجوہات پر مبنی کیا۔ اول یہ کہ حضور نظام کا مطالبہ حق بجانب ہے اور لازم ہے کہ حق حقدار کو پہنچے، حضور کے مطالبہ کے حق بجانب ہونے میں کسی کو کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا اس پر بحث کرنا غیر ضروری ہے، اور تو اور حضور نظام نے جو طویل مگر از سر تا پا دلیل خط لارڈ ریڈنگ کو لکھا اس کے جواب میں جناب لارڈ ریڈنگ سا مشہور جج مقنن البیرسٹر اور وائسرائے کچھ نہ لکھ سکا۔ اور جواب میں دھمکی دی، اگر آپ استرداد برار پر زور دیں گے، تو ہم دوسرے معاملات میں مداخلت کریں گے، اگر یہی استدلال ہے اور اسی کو بحث کہتے ہیں، تو سمجھو کہ دنیا سے دلائل و براہین کا جنازہ اٹھ گیا۔

کانفرنس نے اپنی تائید کے لئے دوسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضور نظام نے حکومت برطانیہ کی جو خدمات کی ہیں، وہ اس قدر بینظیر و بیعدیل ہیں۔ کہ سرکار کا فرض ہے کہ وہ حضور نظام کے مطالبہ کو پورا کرے، "ہل جزاء الاحسان الا الاحسان" حضور نظام کی گرانبہا خدمات اور بیش بہا امداد کا ذکر کرنا سورج کے وجود پر دلیل لانا ہے، حالانکہ سے

آفتاب آمد دلیل آفتاب
اے مذبذب از حقیقت رو متاب

حضور نظام نے دوران جنگ عظیم میں جو خدمات ادا کیں، کسی ریاست، کسی ملک، کسی فرد یا کسی قوم کی خدمات ان سے لگا نہیں کھا سکتیں، لیکن اس سے زیادہ ان کا برطانیہ پر ایک احسان ہے جس کو برطانیہ تا ابد ادا نہیں کر سکتا یعنی یہ کہ غدر ۵۷ء میں اگر حضور نظام کے آبا

واجداد انگریزوں کا ہاتھ نہ بٹاتے، تو آج نہ ہندوستان میں انگریزی راج ہوتا نہ اس ملک میں انگریزوں کی صورت نظر آتی، اس کے علاوہ ہر موقعہ پر ہر مسئلہ میں اور ہر مہم میں حضور نظام نے حق دوستی کو نہایت جوانمردی، نہایت فراخدلی اور نہایت سیر چشمی سے پورا کیا ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انگریز اگر حضور کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کر سکتے، تو کم از کم ان کا حق تو نہ چھینیں، اور وہ تو انکو واپس دیدیں،

تیسری قرار داد میں مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ سرکار اور حضور نظام کی خفیہ خط وکتابت شائع کیجائے، یہ اس لئے ضروری ہے، کہ اگرچہ حضور نظام کے مطمئن کن اعلانات شائع ہوئے ہیں، اور حکومت ہند نے بھی اطمینان دلانیکی کوشش کی ہے، مگر فضا میں عجیب وغریب اور ہولناک افواہیں گونج رہی ہیں، اور مسلمان مضطرب ہیں، اس خط وکتابت کی اشاعت سے حقیقت بے نقاب ہو جائیگی، اور مسلمان مطمئن ہو جائیں گے، آخری قرار داد میں فیصلہ کیا گیا ہے، کہ ایک بارسوخ وفد وائسرائے کے پاس جائے اور مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرے، جیسے کہ صاحب صدر کانفرنس نے فرمایا تھا کہ معاملہ ایسا ہے جسمیں ہر مسلمان کو حصہ لینا چاہیئے اور ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے، لہذا وفد کی ترسیل سراسر ضروری اور جائز ہے، اس میں ذمہ دار سرکاری حضرات کے نام تجویز کئے گئے ہیں، پس امید ہے کہ یہ وفد جلد اپنا کام کرے گا۔ اور آخر میں سرکار کو یہ متنبہ کریں گے، کہ وہ جلد عقل کے ناخن سے اس عقدہ کو وا کر دے تو بہتر ورنہ ہندوستان میں ایسی کانفرنسوں کا جال پھیلا کر مسلمانوں کو حالات سے آگاہ اور زیادہ موثر تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دیا جائیگا،

اعلان

از دفتر صدر مجلس اصلاح المسلمین حیدرآباد دکن

حسب فرامین مبارک قرآنمجید کے صحیح طبع ہونے کا انتظام کیا گیا ہے، ابتدائی پارے تیار ہو گئے ہیں، مسلمانوں کو توجہ دلائی جاتی ہے، کہ بچوں کو صحیح پارے پڑھائیں، جو صرف (۲ر) میں دفتر رسالہ "واعظ" شاہ علی بنڈہ حیدرآباد دکن سے مل سکتے ہیں، فقط

(شرح دستخط) اختر یار جنگ بہادر معتمد صدر مجلس اصلاح المسلمین

اِنتہائے کرم

عہدِ مامُونِ اعظم کا ایک واقعہ

از القائی نامی کوہ سوار نظامی شاہپوری

عہدِ مامُوں کا یہ ہے قِصّہ
ایک بدوی عَرب وہاں آیا

آکے دربار میں ہوا حاضر
اور خلیفہ سے اس نے عرض کیا

تحفہ خدمت میں تیری لایا ہوں
سرِ دربار مشک اپنی رکھا

سارے درباری سخت حیراں تھے
ایک بدّوی کہاں، کہاں تحفہ

بولا مامُوں یہ از سرِ اخلاق
کہہ تو کیا میری واسطے لایا

کہا بدوی نے اے امیر قوم
میں تو لایا ہوں ماء الجنّہ

مشک میں ہے میری بھرا پانی
جسمیں تسنیم کا ہے خاص مزہ

دیا مامُوں نے حکم خادم کو
مشک سے ایک جام تو بھر لا

اس نے فوراً وہیں کیا تعمیل
چکھ کے پانی خلیفہ نے دیکھا

سخت بدبو تھی اور میلا بھی
جس کو وہ کہہ رہا تھا آبِ بقا

تھا خلیفہ خموش از رہِ حلم
بلکہ ایک گھونٹ اسنے پانی پیا

کہا بدوی سے یوں خلیفہ نے
ترا آبِ حیات میں نے پیا

خوب ہی خوب اس نے کی تعریف
جس سے بدوی بہت ہی شاد ہوا

کہا مامُوں نے یہ بتا جلدی
تری حاجت ہے کیا مجھے تو سنا

عرض بدّوی نے کی ای خسرِ ملک
شہرہ ہے آپ کی سخاوت کا

میں نہ مفلوک بلکہ ہوں مقروض
آپ میری مدد کریں بخدا

میری سب مشکلات حل ہونگی
عمر بھر میں کرونگا حق میں دعا

دیا مامُوں نے حکم خازن کو
اس کو دینار ہوں ہزار عطا

لیکے دینار جلد اعرابی
شادماں ہو کے اپنے ملک چلا

[illegible]

شذرات

نبی نمبر کی تیاری نہایت تنگ وقت میں شروع ہوئی، مگر یہ اس کے نام کا اعجاز ہے کہ کامیابی کیساتھ ٹھیک وقت پر شائع کرنیمیں تائید غیبی نے ہمارا ساتھ دیا، الحمد للہ علی احسانہ،

جن معاونین کرام نے نبی نمبر کی قیمتاً تقسیم میں ہماری مدد فرمائی، ان کے اسمائے گرامی شکریہ کیساتھ درج ذیل ہیں، قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے سب سے زیادہ پرچے فروخت کرانیمیں مدد فرمائی اس لئے وہ ہمارے مزید شکریہ کے مستحق ہیں، جزاہم اللہ خیر الجزاء

نام	پرچے	کیفیت	نام	پرچے	کیفیت
(۱) قاضی نظیر حسین صاحب	۱۵ پرچے	قیمت وصول	(۹) قاضی محمد اسمعیل صاحب فاروقی	۱۲	باقی
(۲) مولوی مظفر علی صاحب قریشی	۲۴	" "	(۱۰) پیر محمد ابراہیم صاحب ہاشمی	۱۰	"
(۳) حکیم محمد حسین صاحب عباسی	۲۰	باقی	(۱۱) مولوی دوست محمد صاحب حنفی	۴	"
(۴) قاضی محمد امین صاحب فاروقی	۲۰	" قیمت وصول	(۱۲) قریشی عبد الحق صاحب ہیڈ کلرک	۴	قیمت وصول
(۵) قاضی طالب مہدی صاحب فاروقی	۱۰	باقی	(۱۳) ڈاکٹر احمد علی صاحب	۲	باقی
(۶) قاضی مظفر الدین صاحب متین نائب تحصیلدار	۲۸	قیمت وصول	(۱۴) مولوی فقیر محمد صاحب	۱	"
(۷) پیر علی اصغر صاحب ضلعدار نہر	۱۶	" "	(۱۵) قریشی احمد الدین صاحب	۸	"
(۸) کشفی شاہ صاحب نظامی	۱۲	باقی	میزان	۲۲۲ پرچے	

جو احباب نبی نمبر کے پرچوں کی ابھی تک قیمت ارسال نہیں فرما سکے، وہ اب توجہ فرما کر ترسیل رقم سے مشکور فرمائیں، تاکہ مزید یاد دہانی کی ضرورت نہ رہے،

مولوی پیر محمد صاحب فاروقی ضلعدار بہلو میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں، القریش سے آپ کو دلی محبت اور قوم کے اصلاحی امور سے گہری دلچسپی ہے، آپ کبھی کبھی کسی نہ کسی طرح اپنی قومی میگزین کی امداد کر دیا کرتے ہیں، ابکے آپ نے دس روپے کا گراں قدر عطیہ نبی نمبر کی اشاعت کی

تقریب پر ارسال فرما کر اپنی علم دوستی و حمیت قومی کا ثبوت دیا، جزاہم اللہ خیر الجزاء،
آپکی طرف سے نبی نمبر کی ۴۰ کاپیاں غیر مستطیع طلباء میں تقسیم کر دیگئیں، آپکی اس توجہ فرمائی کا
ہم بدل شکر تیرا ادا کرتے ہیں،

ہمارے قدیم کرمفرما...... خریدار نمبر ۴۷۳ معمول کیموافق پانچ روپے ماہوار کے حساب سے
دو ماہ کا چندہ مبلغ دس روپے ارسال فرماتے ہیں، اور گرامی نامہ میں اپنی علالت کا ذکر کرتے ہیں
آپ کی علم دوستی و حمیت قومی کسی تشریح کی محتاج نہیں، بیشتر ازیں ڈیڑھ سو سے زائد رقم آپ
القریش کی امداد کے لئے عطا کر چکے ہیں، اور پانچ روپے ماہوار کا سلسلہ برابر جاری ہے، خدائے
تبارک وتعالےٰ جزائے خیر دے اور شفائے عاجل عطا فرما کر اپنے حفظ امن میں رکھے، آمین!

القریش کی توسیع اشاعت کے لئے بارہا اپیلیں کیگئی ہیں، اگر اسپر توجہ دیکر کم و بیش پانچ پانچ
نئے خریداروں سے جملہ احباب امداد کردیں تو القریش نہائت اطمینان کیساتھ اپنے فرائض انجام
دینے کے قابل ہو کر بہتر سے بہتر ین صورت میں اپنے ناظرین کے سامنے پیش ہو سکتا ہے اور قوم کے
اصلاحی امور میں بطریق احسن حصہ لیکر کامیاب ہو سکتا ہے، یاران قریش اگر توجہ فرمائیں۔ تو برسوں
کا کام مہینوں اور مہینوں کا ہفتوں میں انجام پا سکتا ہے کیا دردمندان قوم کچھ ہمت کریں گے؟

"نبی نمبر" میں اکتوبر کی اشاعت کے التوا کا دبی زبان میں ذکر تو کر دیا گیا تھا، لیکن یہ ارادہ نہ تھا
کہ تعطیل کیجائے، چنانچہ معمول کیموافق اکتوبر کی اشاعت کے لئے تیاری بھی شروع کر دیگئی تھی۔ لیکن
موسم کی خرابی کیوجہ سے میں اسکی تکمیل سے معذور ہو گیا، عزیز و اقارب اور متعلقین بخار میں مبتلا
ہو گئے، جن کی تیمار داری و نگہداشت میں تمام وقت صرف ہوتا رہا، آخرہ ۶، اکتوبر کو میری بھی
باری آ گئی اور ہفتہ بھر متواتر حصہ لیا۔ کھانسی کی شکایت ابھی رفع نہیں ہوئی، اور اس قدر تنگ کرتی
ہے کہ نہ رات نیند، نہ دن چین، یونانی علاج سے فائدہ نہیں ہوا، چوتھے روز سے ڈاکٹری ادویات
استعمال ہو رہی ہیں، لیکن کوئی آفاقہ نہیں، سخت پریشانی ہے، اللہ فضل کرے، ان وجوہات
کی بنا پر اکتوبر کا رسالہ شائع نہیں ہو سکا،
رسالہ ہمیشہ مقررہ حجم سے زیادہ صفحات پر شائع ہوتا رہا ہے اور اس دفعہ بھی چند صفحات کے اضافہ

سے کمی پوری کرنیکی کوشش کیگئی ہے، امید ہے کہ ناظرین کرام اس التوا کے لئے مجھے معذور سمجھیں گے، ادارہ

مراسی برادری نے لائل پور کی "قوم سدھار کمیٹی" کا صدر مقام امرت سر تبدیل کرنے کے ساتھ ہی اس کا نام بھی تبدیل کر دیا ہے، اب اسی "قوم سدھار کمیٹی" کا نام "جمعیۃ القریش" قرار دیکر ۲۰-۲۱ نومبر کو دوسرا سالانہ اجلاس بھی انہوں نے امرت سر کے مقام پر ہی کیا ہے، اپنی شرافت نسبی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے اس اجلاس میں قوم قریش کی شرافت نسبی پر ناز یبا و نا واجب حملے بھی کئے ہیں، قریشی برادری کو اب ذرا احتیاط سے کام لینے اور تحفظ نسب کے لئے بیدار ہونے اور آنکھیں کھولنے کی سخت ضرورت ہے،

قریشی ڈائرکٹری کا سلسلہ جنوری کے رسالہ سے انشاء اللہ تعالیٰ شروع کر دیا جائے گا۔ احباب اپنے اپنے حالات بہت جلد بھجوا دیں۔ تاکہ صحت و ترتیب باطمینان تمام ہو سکے، غیر ضروری حالات کے اندراج سے خواہ مخواہ مضمون کو طوالت نہ دیجائے، بلکہ جہاں تک ممکن ہو اختصار کا خیال رکھا جائے، تو بہتر ہوگا،

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کا نبیرہ ظفر الاسلام جس کی پیدائش کی خبر جولائی ۲۵ء کے القریش میں شائع ہوئی تھی گلے کی بیماری میں دو ہفتہ بیمار رہکر ۱۴۔ اگست ۲۶ء کو بروز ہفتہ ۴ بجے شام بمقام گوجرانوالہ انتقال کر گیا، اور گوجرانوالہ سے دس میل کے فاصلہ پر موضع سادھو گورایہ میں دفن کیا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون،
عزیز کی وفات سے قاضی صاحب کو کمال صدمہ ہوا ہے، خدائے تبارک تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے، آمین!

اگست کے القریش میں صفحہ ۳۲ پر نئے معاونین کا اظہار تشکر کرتے وقت بعض احباب کے اسمائے گرامی درج کرنے میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں، احباب بطریق ذیل درست کرلیں،
(۱) قریشی عقیل الدین احمد صاحب صدیقی (۲) قریشی تہور علی صاحب صدیقی،
(۳) قاضی عائد الدین صاحب قریشی صدیقی (۴) قریشی ناصر الدین احمد صاحب صدیقی،

صبرِ اسمٰعیل ابراہیم کا دل چاہیئے

ربط و ضبط و صبر و استقلال کامل چاہیئے | وقف ہر قوت پئے تخریب باطل چاہیئے

ذوق کہتا ہے پئے احساسِ عشقِ یارِ غار | سینہ بریاں چشم گریاں قلب بسمل چاہیئے

مدعیِ معدلت بہر سکوتِ معترض | امتثالِ اسوۂ فاروق عادل چاہیئے

عالمِ قرآں بہت سے ہیں مگر اسلام کو | جامع القرآن جیسا آج عامل چاہیئے

نفسِ امارہ پہ قابض فاتح خیبر بھی ہو | نصف صوفی کچھ نہیں ہے پیر کامل چاہیئے

یار کے ارشاد پر قربان ہونے کیلئے | صبر اسمٰعیل ابراہیم کا دل چاہیئے

عاقبت ہے دائمی ، دنیا مقامِ عارضی | عقل کہتی ہے کہ سامان حسب منزل چاہیئے

قوم موسیٰ کو بچایا پنجۂ فرعون سے | اب ہماری بھی خدایا حل مشکل چاہیئے

رشتۂ مذہب بنائی زینتِ پائے عمل | ای مقید گر تجھے قطع منازل چاہیئے

مر رہا ہے واعظ دیں اشتیاق حور میں ،
مسلمِ درویش کو عشق مزمل چاہیئے ،

مسلم

جمعیۃ القریش پنجاب

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان موج افزا
دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

یامعشر القریش ،

یہ ایک مسلم الثبوت امر ہے ، کہ سرزمین ہند میں ہم اپنی گھر کے انمول موتیوں کے خزانہ کو بھول کر غیروں کے سامنے دستِ آرزو پھیلانے کے باوجود بھی کیسۂ تمنا خالی لئے پھرتے ہیں اور من حیث القوم پستی و ضلالت ادبکبت وادبار کے ہاتھوں اس قدر مجبور و معذور ہو چکے ہیں ۔ کہ ہمارے یخ بستہ خون کو گرما دینے کے لئے آفتاب کا سوانیزہ پر آجانا بھی شائد کفائت نہیں کرسکتا ،

گذشتہ دو سال سے مولانا سید محمد علی صاحب رونق صدیقی اڈیٹر القریش نے "انجمن قریشیان ہند" کے جسم میں روح جدید پھونکنے کیلئے اپنی امکانی کوششوں کا جس قدر استعمال کیا اور مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی نے اجرائے سکیم "ندوۃ القریش" کیلئے جس قدر پر زور اپیل کیا وہ اظہر من الشمس ہے ، لیکن افسوس کہ ان تمام کا نتیجہ صفر کی صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ،

ایسے حالات کی موجودگی اور قوم کے گہرے جمود و سکوت کی حالتِ موجودہ کے لحاظ سے تنظیم قومی کے متعلق کسی "تحریکِ جدید" کے آغاز پر مائل ہونا بادی النظر میں اگر اپنے آپ کو گردابِ بلا میں ڈالنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے ؟

لیکن اسلام چونکہ ہمیں مایوسیوں سے دور رہنے اور فضل اللہ پر یقین رکھنے کی تاکید فرماتا ہے ، اس لئے بتوکلاً علی اللہ تعالیٰ میری تحریک پر ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۲۶ء چار بجے بعد دوپہر مولانا عبدالحق صاحب علوی ایم ، او ، ایل پلیڈر کی

کوٹھی پر احباب قوم کا اجتماع ہوا اور قوم کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو مجتمع کرنے کی غرض سے ایک انسٹی ٹیوشن یعنی "جمعیۃ القریش" پنجاب کا اجراء بالاتفاق تجویز ہوا جس کے آنریری کارکناں بمصداق اس کے کہ

امانت غم کے سونپنے کی تضانے آکے جو فال کھولی
جو سب سے عاجز تھے اس گلی میں انہیں غریبوں کا نام نکلا

احباب کے اصرار اور باضابطہ تحریک و تائید سے حسب ذیل قرار پائی،

(۱)	مولانا عبدالحق صاحب علوی، ایم اے، ایل، پلیڈر	پریزیڈنٹ
(۲)	شیخ پیر محمد صاحب فاروقی ضلعدار نہر	وائس پریزیڈنٹ
(۳)	قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست قلات	جنرل سکرٹری
(۴)	سید اظہار الحق صاحب عباسی منشی فاضل ناظم دینیات	جوائنٹ سکرٹری
(۵)	مولانا محمد حسین صاحب عباسی حکیم حاذق	ناظم جمعیت
(۶)	قاضی تفضل حسین صاحب فاروقی کلرک صاحب ڈپٹی کمشنر	آڈیٹر
(۷)	مولوی مظفر علی صاحب صدیقی سٹیشنر	امین
(۸)	ماسٹر محمد شاہ صاحب فاروقی جونیئر انگلش ماسٹر	ریکارڈ کیپر

چونکہ مردم شماری کی ایک رپورٹ کی رو سے سادات و قریش کی مجموعی تعداد پنجاب بھر میں ۱۳۱۷۸۵۷ نفوس پر مشتمل ہے، اس لئے قوم کے دردمند اصحاب کی خدمت قومی سے پر زور خواہش کی جاتی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ قومی انسٹی ٹیوشن متذکرہ بالا کی ممبری کی قبولیت سے جمعیۃ کو مستحکم اور سرفراز فرمائیں، اور قوم کو منجدھار میں پھنسے ہوئے بیڑے کو ساحل مراد پر پہنچانے کے لئے قوم کا دست و بازو بن جائیں۔ کیونکہ

ما بریں مقصد عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطفِ شما پیش نہد گامی چند

ہر قریشی النسب (جس میں سادات بھی داخل ہیں) خواہ کہیں ہو، اس کا ممبر ہو سکتا ہے، درخواست ممبری پر نام، ولدیت، قومیت، سکونتِ اصلی، سکونتِ حال اور مفصل پتہ بخطِ جلی مندرج ہونے چاہئیں،

ہر ممبر کو درخواست کی منظوری پر فقط ایک روپیہ آٹھ آنہ یکمشت سالانہ چندہ ادا کرنا ہوگا

درخواستیں بنام جنرل سکرٹری آنی چاہئیں، ۲، نومبر سنہ ۱۹۲۶ء

احقر الکونین

قاضی نظیر حسین فاروقی (ریٹائرڈ مستوفی) جنرل سکرٹری جمعیۃ القریش

پنجاب، گوجرانوالہ بیرون دروازہ میہاں سنگھ

متفرقات

رائٹ آنریبل مسٹر سری نواس شاستری نے ریاستہائے ہند کے متعلق ایک طویل تقریر کے دوران میں یہ عجیب و غریب فقرہ بھی کہہ ڈالا "لنڈن کی سیر کرو، پیرس کو جاؤ، یورپ کے بہترین شہروں کو دیکھو، تمہیں تقریباً ہر مقام پر کوئی نہ کوئی ہندوستانی والئے ریاست مقیم نظر آئیگا، جو اپنی دولت و حشمت سے یورپ کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہوگا اور جو لوگ اسکے قریب جاتے ہیں، ان کو خراب کر رہا ہوگا، میں تمکو مہاراجہ کشمیر (مسٹر اے) اور مہاراجہ اندور اور سب سے زیادہ نظام حیدر آباد کے واقعات یاد دلاتا ہوں"

بعض والیان ریاست ہائے ہند فی الواقعی ولایت میں جا کر عیش و عشرت کی پوری پوری داد دیتے ہیں، اگر [illegible] دکن نے اب تک یورپ کی شکل [illegible] ساحل ہند سے باہر قدم نہیں رکھا [illegible] جیسے ذمہ دار شخص نے [illegible] محض اس لئے لگایا ہے کہ وہ ہندو [illegible] ریاست کے ساتھ اگر ایک مسلمان والئے ریاست کا نام نہ لیا گیا تو قومیت متحدہ کے لوازمات پورے نہ ہونگے، مسٹر شاستری کے یہ الفاظ صریحاً قانون تحفظ والیان ریاست کے رو سے حضور وائسرائے کیلئے مزیل حیثیت عرفی ہیں، لیکن کیا حکومت ہند اپنے لاڈلے شاستری پر مقدمہ چلا کر انصاف کے تقاضے کو پورا کریگی؟ اسکی کبھی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ مسٹر شاستری کو شرم کرنی چاہئے کہ انہوں نے ایک نہایت جز رس، انصاف دوست، سادہ مزاج اور رعایا پرور حکمران کے خلاف اس قسم کی سنگین غلط بیانی کی اور ابھی تک اپنے ان الفاظ پر نہ اظہار پشیمانی کیا، نہ معذرت شائع کی۔

ہندو اخبارات اور ہندو لیڈر نہ صرف زندہ مسلمان جلاوطنوں کے خلاف غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں بلکہ مردوں کو بھی قبروں میں آرام سے نہیں سونے دیتے۔

حضرت اورنگزیب عالمگیر کی پاکبازی اور پرہیزگاری کا دشمنوں تک کو اعتراف ہے مگر آج کل ہندو اخبارات میں اس دیندار تاجدار کو بھی انتہا درجہ کا شہوت پرست حکمران ثابت کیا جا رہا ہے، حال میں ایک کانپوری ہندو معاصر میں "ایک تاریخی داستان عشق" شائع ہوئی ہے جس میں حضرت اورنگ زیب پر نہایت ناپاک اور بالکل غلط الزامات لگا کر انکے دین و ایمان پر سخت حملے کئے گئے ہیں اور اخیر میں لکھا ہے، کہ ہیرا بائی کے انتقال کے بعد کاش اورنگ زیب ایک جابر بادشاہ کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک عاشق صادق کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک عاشق صادق کی حیثیت سے دنیا کو یاد رہتا"۔ سنگھٹن کا یہ زہریلا پراپگنڈا اسلام اور مسلمانوں کے ماضی و حال کو بدنام کرنے کیلئے شروع کیا گیا ہے، کیا ان غلط کاروں کی یہ خواہش ہے کہ مسلمان بھی ترکی بہ ترکی جواب دیں؟ (مسلم راجپوت)

آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کی سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی نے اپنے جلسہ منعقدہ ۱۰۔ اکتوبر ۲۶ سنہ میں ۲۷-۲۶ء کے لئے ۴۴ کشمیری مسلمان طلبہ کو وظائف بطور قرض حسنہ دینے منظور کئے ہیں، وظائف کی مجموعی رقم تقریباً ۵ ہزار روپے ہے جسکی تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے، وظیفہ خواران کشمیر، میڈیکل کالج ۲- میڈیکل سکول ۲ سینئر کیمبرج کلاس فارسٹ کالج ۱، ٹیلیگراف ٹریننگ ۲، آرٹس کالج فورتھ ایئر ، تھرڈ ایئر ۶، فرسٹ ایئر ۷، انٹرنس ۱، مڈل ۱، کل ۴۴،

وظیفہ خواران پنجاب، انجینئرنگ کلاس میڈیکل ۸، ایم-اے ۱، فورتھ ایئر ۱، تھرڈ ایئر ایئر ۳، سکنڈ ایئر ۲، فرسٹ ایئر ۲، بی-اے بی ٹی ۲، زراعتی کالج ۱، کل ۱۲،

مسلم کشمیری کانفرنس اس سرگرمی و فرض شناسی کے لئے مستحق مبارکباد ہے۔ کاش! قریشیوں میں بھی کچھ قومی احساس ہوتا،

خبر ہے کہ سلطان ابن سعود نے حال ہی میں حجاز میں نظام حکومت اور قوانین اساسی نافذ کئے ہیں، ترکی کی رائے عامہ اس کیلئے سخت خلاف ہے،

غازی عبدالکریم ری یونین کے ایک بڑے قلعے میں باغ لگانے، موٹر چلانے اور فرانسیسی زبان کا مطالعہ کرنے میں اوقات بسر کرتے ہیں،

بمبئی کی تیسری سالانہ کانفرنس میں مسلم خواتین نے بڑی فصاحت و بلاغت اور زور و شور کیساتھ یہ یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ مسلم خواتین دیگر فرقوں کی خواتین کے ہم رتبہ ہو جائیں، علی الخصوص تعلیمی ترقی کے لحاظ سے مسز شفیع طیب جی۔ جے، پی، صدر نے اپنے خطبہ صدارت میں مسلم لڑکیوں کی تعلیم کے جملہ پہلوؤں پر بحث کی،

---

۲۷ اکتوبر کو کلکتہ کی مسجد ناخدا میں رات کے ۹ بجے جب مسلمان نماز عشا سے فارغ ہو کر سڑک کے بالمقابل

پہنچے تو کسی نے بم پھینکا، جو عین مسلمان نمازیوں کی بیچمیں گرا۔ پولیس کو فوراً اطلاع دیگئی جو مقام واردات پر پہنچگئی اور تین زخمیوں کو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ ابھی تک معلوم نہ ہو سکا کہ اس بم کے پھینکنے والا کون تھا۔ پولیس سرگرم تفتیش ہے،

گوجرانوالہ میں قاضی نظیر حسین کی تحریک سے "جمعیتہ القریش" پنجاب کے نام سے قریشیوں کی قومی انجمن کا یکم نومبر کو افتتاح کیا گیا،

"اسلامی دنیا" ماہوار رسالہ دہلی سے عنقریب شائع ہونیوالا ہے سالانہ قیمت صرف ۹ ر ہوگی،

مفتی شوکت علی فہمی ہفتہ وار اخبار "غازی" دہلی سے جاری کرنیوالے ہیں،

روزنامہ سیاست کے ایڈیٹر کو ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت گرفتار کر کے جیل بھیجدیا گیا،

شیخ محمد امین بیرسٹر کی صدارت میں ۱۵۔ ۱۶، اکتوبر کو "نو مسلم کانفرنس کراچی" کا اجلاس ہوا مسلمانوں سے تبلیغ اسلام کی تحریکات کو کامیاب بنانے کے لئے پرزور اپیل کیگئی،

پنجاب کونسل کے اجلاس ۲۴ اکتوبر نے ۵۰ روپے یا اس سے زیادہ مالیہ ادا کرنیوالوں، جاگیرداروں ٹیکس گذاروں خطاب یافتہ، ریٹائرڈ جمعدار یا اس سے بڑے فوجی عہدیداروں کو تلوار کے لائسنس سے مستثنیٰ کر دیا،

گورنر پنجاب نے ساہوکارہ بل پر ۲۵ اکتوبر کو مہر تصدیق ثبت کرنے سے انکار کر دیا،

القریش کی مدد آپ کن طریقوں سے کر سکتے ہیں؟

جو حضرات "القریش" کو عزیز رکھتے ہیں، اور اس کی ترقی کے
خواہاں ہیں، ہم ان کے سامنے وہ وسائل و ذرائع پیش کرتے ہیں
جن سے زندہ اور مہذب قومیں اپنے قومی اخبارات و رسائل کی امداد
و اعانت کرتی ہیں،

1. رسالہ خود خرید کر
2. برادری میں پرچوں کو تقسیم کرا کر
3. غیر مستطیع اصحاب کے نام رسالہ جاری کرا کر
4. قوم کے مشہور و معروف اور ذی علم مضمون نگاروں کو القریش کیلئے مضامین لکھنے پر آمادہ کر کے،
5. انگریزی، عربی، اور فارسی کی ایسی کتابیں رسالہ کیلئے مہیا کر کے جن کے تراجم کی اشاعت فی زمانہ مسلمانوں کے لئے دینی و دنیاوی نقطۂ نظر سے کچھ مفید ہو،
6. رسالہ کی صوری و معنوی نقائص کی اصلاح کے متعلق قیمتی مشورہ دیکر،
7. قوم کے معززین اور علم دوست حضرات کے مکمل پتے بھجوا کر،
8. تذکرہ برادری سے متعلق مضامین اور خبریں بھجوا کر،
9. اعزا و احباب اور متوسلین کو خریدار بنا کر،

اور نیز

اسی قسم کے دیگر وسائل اختیار فرما کر

نیاز مند

مینیجر

قواعد

۱ الفرقان ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے لہذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو وصول نہ ہو، تو وہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کر سکتے ہیں، اس کے بعد پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ سنی جائیگی،

۲ نقل مکانی کیوجہ سے جن احباب کا ایڈرس تبدیل ہو جائے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کرکے اپنے ایڈرس کی صحت کرالیں ورنہ عدم ہی رسالہ کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا،

۳ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئیے، ورنہ جواب نہ دیا جائے گا،

۴ بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے،

۵ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے،

۶ ہر قسم کی خط وکتابت میں "خریداری نمبر" کا حوالہ دینا ضروری ہے

۷ نمونہ ملاحظہ کرنے والے حضرات اگر منشائی خریداری وعدم خریداری سے مطلع نہ کریں گے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمتمیں وی پی بھیجا جائیگا جس کا وصول کرنا ان کا قومی واخلاقی فرض ہوگا،

۸ طلبا بشرط تصدیق سالانہ قیمت میں آٹھ آنہ کی رعائت لے سکتے ہیں، مگر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہوگی،

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی محمد عبداللہ منہاس پرنٹر چھپا اور محمد علی صاحب رونق پبلشر نے رونق منزل امرتسر سے شائع کیا۔